امام شافعیؒ کا علمی مقام

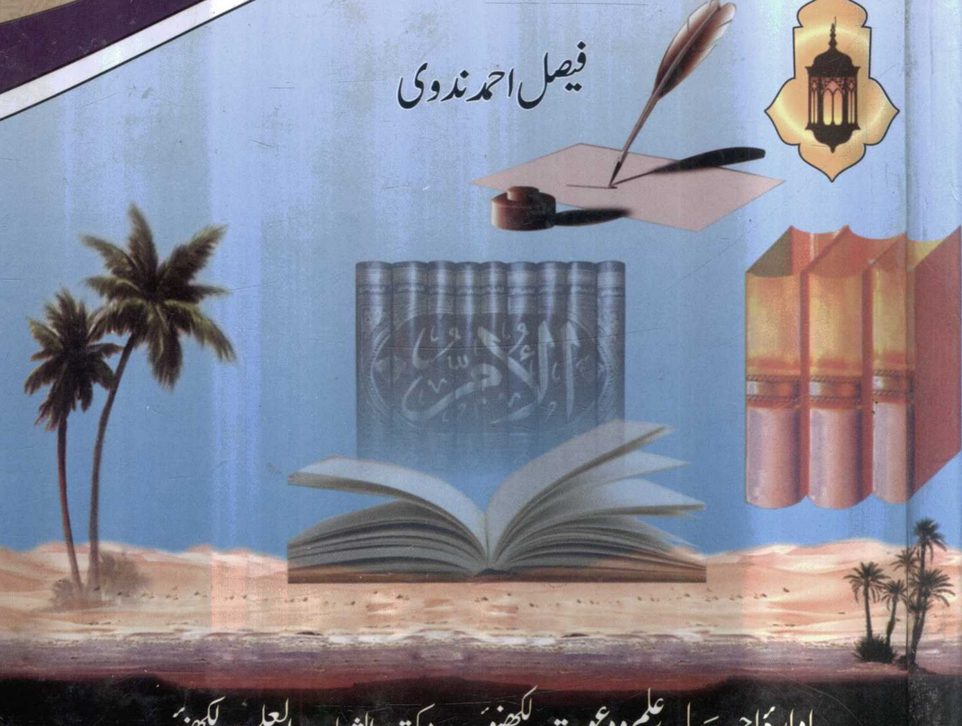

فیصل احمد ندوی

ادارۂ احیائے علم ودعوت۔ لکھنؤ
مکتبۃ الشباب العلمیۃ، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

امام شافعی کا علمی مقام

فیصل احمد ندوی بھٹکلی

ادارۂ احیاے علم ودعوت۔ لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار اوّل

شعبان ۱۴۳۶ھ - جون ۲۰۱۵ء

نام کتاب : امام شافعی کا علمی مقام
نام مؤلف : فیصل احمد ندوی بھٹکلی
صفحات : ۳۳۶
تعداد اشاعت : ۱۰۰۰
طباعت :
قیمت : Rs. 200/-
سلسلۂ مطبوعات : ۳۰

ملنے کے پتے

مکتبۃ الشباب العلمیۃ۔ ٹیگور مارگ۔ لکھنؤ
علی ایجوکیشنل بک ہاؤس، مدینہ کالونی، بھٹکل
معہد امام حسن البنا شہید پوسٹ بکس:13 بھٹکل 581320 کرناٹک

ناشر

ادارۂ احیاے علم و دعوت۔ لکھنؤ

فہرستِ مضامین

امام شافعی کا علمی مقام

پیش لفظ ۱۷

باب اول: امام شافعیؒ کی زندگی پر ایک نظر

شخصیت کی تعمیر کی بنیادیں ۲۳
علمی مقام جانچنے کے پیمانے ۲۳
امام شافعیؒ کی شان میں نبوی پیشین گوئی ۲۴
نام ونسب ۲۵
پیدائش، بچپن اور ابتدائی تعلیم ۲۶

باب دوم: امام شافعیؒ کی شخصیت کی تعمیر کی بنیادیں

پہلی فصل: باکمال اساتذہ اور ان کی ہمت افزائی ۲۹
دوسری فصل: خداداد قوتِ حافظہ ۳۴
تیسری فصل: فہم وذکاوت اور اور ذہانت طباعی ۳۵
چوتھی فصل: علمی یکسوئی، محنت وطلب اور جہد مسلسل ۳۷

باب سوم: علمی مقام معلوم کرنے کے پیمانے

پہلی فصل: معاصرین کا اعتراف ۴۱
دوسری فصل: تصنیفات کی کثرت وعظمت ۴۷
تیسری فصل: شاگردانِ باکمال ۵۳

چوتھی فصل: بعد کے علماء کی طرف سے ان کے افکار ونظریات اور آراء کی پذیرائی	۵۸
حنفی اور مالکی مسلک کے پھیلنے کے بعض اسباب	۵۸
فقہ شافعی کا فروغ اور اس کے متبعین کی کثرت	۵۸
علماء کی اکثریت کی مسلک شافعی سے وابستگی - شاہ ولی اللہؒ کا اعتراف حقیقت	۵۹
مسلک شافعی سے وابستہ مفسرین کا تناسب	۶۰
مسلک شافعی سے وابستہ محدثین کا تناسب	۶۰
مسلک شافعی سے تعلق رکھنے والے مجتہدین کی کثرت	۶۱
اپنا مسلک تبدیل کر کے شافعی مسلک اختیار کرنے والوں کا تناسب	۶۱

بابِ چہارم: علمی رسوخ، جامعیت اور وسعت

تمہید: علمائے سلف کا علمی رسوخ	۶۴
امام شافعیؒ کے تین علمی امتیازات	۶۴
پہلا امتیاز: بچپن میں علمی مہارت	۶۴
دوسرا امتیاز: تمام مراکزِ علم کا علم جمع کرنا	۶۵
تیسرا امتیاز: تمام علوم میں کمال	۶۸
پہلی فصل: امام شافعی اور فقہ	۶۹
امام شافعی کی فقہی تجدید کا پس منظر	۶۹
الرسالہ کی تصنیف اور اس کے انقلابی مضامین	۷۱
امام شافعی کی دوسری بعض اصولی کتابیں	۷۲
امام شافعی کے پیش کردہ بنیادی اصول	۷۲
اصحاب الحدیث اور اصحاب الرای کے درمیان واقع خلیج کو پاٹنے کے لیے امام شافعی کی کامیاب کوشش	۷۴
محدثین کی نگاہ میں امام شافعی کی عظمت	۷۵
اہل الرای کا رویہ اور امام شافعی کے ان پر اثرات	۷۶

امام محمد کا تاثر	۷۷
بغداد میں امام شافعی کا غیر معمولی اثر اور انقلابی کام	۷۸
محدثین اور فقہاء درمیان امام شافعی کی خصوصیت	۷۸
امام شافعی کے وضع کردہ اصول کا مستشرقین کی طرف سے اعتراف	۷۹
امام شافعی کی فقہی کمال کی ایک جھلک	۷۹
امام شافعی کے فقہی بصیرت اور خود اعتمادی کا ایک حیرت انگیز واقعہ	۸۲
کتاب وسنت کے سب سے بڑے فقیہ	۸۴
امام شافعی مجتہد گر	۸۹
تمام علوم وفنون میں امام شافعی کی مہارت	۹۰
دوسری فصل: علم تجوید وقرأت	۹۱
امام شافعی کی سند قرأت	۹۱
قرأت میں امام شافعی کی مہارت	۹۲
امام شافعی کا حسنِ صوت اور پرسوز تلاوت	۹۲
تیسری فصل: علم تفسیر	۹۳
امام شافعی کی تفسیر میں مہارت پر علمائے عصر کی شہادتیں	۹۳
تفسیر قرآن کے ساتھ امام شافعی کا اعتنا	۹۵
امام شافعی کی ''احکام القرآن'' اس موضوع کی اولین کتاب	۹۶
امام شافعی کی تفسیر کی جمع وتدوین کے سلسلے میں ہوئے کام پر ایک نظر	۹۷
چوتھی فصل: علمِ حدیث	۹۹
پورے ذخیرۂ حدیث سے امام شافعی کی واقفیت	۹۹
زیادہ سے زیادہ حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے امام شافعی کی تاکید	۱۰۰
حدیث کی طلب میں امام شافعی کی جدوجہد	۱۰۱

زیادہ سے زیادہ حدیث کا علم حاصل کرنے کی فکر ۱۰۱

شاگردوں سے حدیث میں استفادہ کرنا ۱۰۲

نئی حدیثوں کے لیے امام شافعی کی بے چینی اور ان کے حصول کا اہتمام ۱۰۲

حدیث میں امام شافعی کا اتقان- امام احمد کا تاثر ۱۰۳

امام شافعی کی سند سلسلۃ الذہب ۱۰۳

امام مالک کی بہت سی احادیث کی روایت میں امام شافعی کا منفرد ہونا ۱۰۴

امام احمد کا حدیث میں امام شافعی سے استفادہ کرنا ۱۰۴

امام شافعی کی حدیث میں گہرائی اور گیرائی ۱۰۵

حدیث میں امام شافعی کی تصنیفات ۱۰۶

پانچویں فصل: علوم حدیث ۱۰۸

علوم حدیث کی مختلف انواع میں امام شافعی کی مہارت ۱۰۸

فقہِ حدیث سے عام محدثین کی بے اعتنائی ۱۰۸

فقہِ حدیث میں امام شافعی کی امامت ۱۰۹

حدیث کے اپنے علم کے سلسلے میں امام شافعی کی خود اعتمادی ۱۱۱

علم اصول حدیث اور اس میں امام شافعی کی اولیت ۱۱۱

الرسالہ اصول حدیث کی اولین کتاب ۱۱۱

اصول حدیث سے متعلق الرسالہ اور الام کے اولین مباحث پر ایک نظر ۱۱۲

علم اسماء الرجال اور امام شافعی کا اس میں کمال ۱۱۳

اسماء الرجال سے گہری واقفیت کی ایک مثال ۱۱۴

امام شافعی کا جرح وتعدیل کے اصول متعین کرنا ۱۱۴

امام شافعی کا شمار متکلمین فی الرجال میں ہوتا ہے ۱۱۵

جرح وتعدیل کے سلسلے میں امام شافعی کی جرأت اور دوٹوک انداز ۱۱۵

جرح کے سلسلے میں امام شافعی کی لطیف اور معنی خیز تعبیرات	۱۱۶
محدثین عصر کا امام شافعی کو رجال کا ماہر گردانتا	۱۱۷
علم علل الحدیث اور امام شافعی کی اس میں مہارت	۱۱۷
علل میں امام شافعی کی مہارت کی چند مثالیں اور اپنے شیوخ کی روایتوں پر تنقید	۱۱۸
علل الحدیث میں امام شافعی کا غیر معمولی کمال	۱۲۰
علم مختلف الحدیث میں امام شافعی کی امامت اور اولیت	۱۲۱
چھٹی فصل: امام شافعی کی امامتِ حدیث پر اشکالات کا جائزہ	۱۲۳
پہلا اشکال اور اس کا جواب	۱۲۳
دوسرا اشکال: یحیی بن معین کی تضعیف	۱۲۶
ابن معین کے قول کا پس منظر اور اس کی حقیقت	۱۲۶
ابن معین کا رجوع اور امام شافعی کی توثیق و تعظیم	۱۲۹
تیسرا اشکال: صحیحین میں امام شافعی کی روایت کا نہ ہونا	۱۳۰
اس اشکال کی حقیقت اور محدثین کے طریقہ کار کی وضاحت	۱۳۰
امام بخاری کے امام شافعی کو معتبر نہ سمجھنے کا خیال اور اس کی حقیقت	۱۳۲
تاریخ کبیر میں امام شافعی کا تذکرہ اور بعض اہل علم کی غلط فہمی	۱۳۲
تاریخ کبیر کا منہج	۱۳۲
تاریخ کبیر میں کبارِ محدثین کا ذکر، اور امام شافعی کے تذکرے سے اس کا موازنہ	۱۳۴
تاریخ کبیر کے اسلوب کے بارے میں ہمارے خیال کی بیہقی اور رازی کی عبارتوں سے تائید	۱۳۵
امام مسلم کا امام شافعی کی طرف سے دفاع، اور حدیث و جرح تعدیل میں ان کی امامت کا اعتراف	۱۳۶
امام شافعی ہم جیسے لوگوں کے دفاع سے بے نیاز ہیں۔ امام بیہقی کا اظہار معذرت	۱۳۶
امام شافعی کی امامتِ حدیث کے سلسلے میں دیگر ائمہ حدیث کے اعترافات	۱۳۷
امام احمد کی صراحت	۱۳۷

اسحاق بن راہویہ اور قتیبہ بن سعید کا خراجِ عقیدت	۱۳۸
ساتویں فصل: امام شافعی اور لغت وادب	۱۴۰
امام شافعی کی عربی زبان وادب میں مہارت کا پسِ منظر اور اس کا اہتمام	۱۴۰
عربی زبان وادب کی تحصیل کا مقصد	۱۴۱
امام شافعی کو ہزاروں اشعار یاد ہونا	۱۴۲
اصمعی جیسے ائمہ لغت وادب کا امام شافعی کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنا	۱۴۴
دوسرے ائمہ ادب کا امام شافعی سے استفادہ کرنا	۱۴۴
امام احمد اور دیگر علماء کے اعترافات	۱۴۵
اصمعی کا امام شافعی کی عظمت وامامت کا اعتراف کرنا	۱۴۶
ابن قتیبہ کا امام شافعی کو حجت ماننا	۱۴۶
ابن ہشام کا امام شافعی کو حجت تسلیم کرنا، اور ان سے استفادہ کرنا	۱۴۷
ابو عبید کا امام شافعی کو حجت قرار دینا	۱۴۷
فرّاء اور کسائی کی شہادتیں	۱۴۷
ثعلب کا خراجِ عقیدت اور امام شافعی پر نقد کرنے والوں پر حیرت کا اظہار کرنا	۱۴۸
ابن حاجب کا امام شافعی کو بطور حجت پیش کرنا	۱۴۹
ائمہ لغت کا اپنی کتابوں میں امام شافعی کے اقوال اور فقروں کا بطور حجت نقل کرنا	۱۴۹
بعض لوگوں کا امام شافعی کی زبان پر اعتراض اور ائمہ لغت کا امام شافعی کی طرف سے پُر زور دفاع	۱۵۱
امام لغت ازہری کا طاقتور دفاع	۱۵۲
ابن فارس کا پُر زور دفاع	۱۵۳
زمخشری کا مضبوط ترین دفاع	۱۵۳
لغت میں امام شافعی کا مقام—سابقہ تفصیل کا خلاصہ	۱۵۴
نحو میں مہارت	۱۵۵

امام نحو مازنی کی شہادت	۱۵۶
امام شافعی کے استعمال کو ماہرینِ نحو کا حجت کے طور پر پیش کرنا	۱۵۶
امام شافعی کا ادب اور ان کی فصاحت و بلاغت	۱۵۷
امام شافعی کی زبان کی مقناطیسیت	۱۵۷
امام شافعی کی فصاحت بیانی و شیریں کلامی کو اصمعی کا خراجِ عقیدت	۱۵۷
امام شافعی کی فصاحت کے سلسلے میں دیگر معاصرین کے تاثرات	۱۵۸
امام شافعی کی زبان کی مٹھاس اور آواز کی نغمگی	۱۵۹
ان کی تحریر کی فصاحت پر ائمہ ادب کی شہادتیں	۱۶۱
امام حدیث و ادب بوشنجی کی شہادت اور سب سے بڑھ کر خراجِ عقیدت	۱۶۱
امام ادب جاحظ کا اعترافِ حقیقت	۱۶۲
امام شافعی کی فصاحت اور عظمتِ علمی کے بارے میں ازہری کی شہادت	۱۶۲
امام شافعی کی فصاحت ضرب المثل تھی	۱۶۳
امام شافعی کی تحریر، قرآن و حدیث کے بعد سب سے فصیح نثر کا نمونہ	۱۶۳
ادب آموزی کے لیے امام شافعی کی تحریر حریری جیسے ادیبوں کی تحریر سے مفید۔ علی طنطاوی کا بیان	۱۶۴
آٹھویں فصل: امام شافعی کا شعر و سخن	۱۶۵
شاعری کی باریکیوں سے امام شافعی کی واقفیت	۱۶۵
شعر و سخن کی تعلیم کا اہتمام اور اصلاح لینے کے لیے شعراء کی آپ کی خدمت میں حاضری	۱۶۵
امام شافعی کے شعری کمال کا مبرد کی زبانی اعتراف	۱۶۶
امام شافعی کی شعری مہارت پر ابن رشیق کی شہادت	۱۶۶
اس فن سے واقفیت کے سلسلے میں امام شافعی کی خود اعتمادی	۱۶۶
امام شافعی کا مہارتِ فن کے باوجود شاعری اختیار نہ کرنا اور اس کو علماء کے وقار کے خلاف قرار دینا	۱۶۷
امام شافعی کی شاعری پر ہوئے کام پر ایک نظر	۱۶۸

امام شافعی کے اشعار کا انتخاب	۱۶۹
مصائبِ دہر کا مقابلہ کس طرح کیا جائے	۱۶۹
سفر کے فوائد۔ حرکت میں برکت	۱۷۰
دل کا سکون حاصل کرنے کا طریقہ	۱۷۰
جھگڑا ہونے پر خاموش رہنے میں نجات ہے	۱۷۱
تقویٰ سب سے بڑی پونجی	۱۷۱
قناعت اور اس کے فوائد	۱۷۱
حسد کی سنگینی	۱۷۱
انقلابِ زمانہ	۱۷۲
وفادار دوستوں کی کمی کا شکوہ	۱۷۲
خودداری اور عزتِ نفس کی قیمت	۱۷۳
علم کی عظمت	۱۷۳
حرص کا طبعی نتیجہ	۱۷۴
علم کو لکھ کر محفوظ رکھنے کی ضرورت	۱۷۴
علم کو یاد کرنے کی ضرورت	۱۷۴
روزی قسمت سے ملتی ہے	۱۷۴
محنت برائے عزت ورفعت	۱۷۶
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر	۱۷۶
حصول علم کی شرطیں	۱۷۶
دنیا کی بے حقیقتی	۱۷۷
عملِ صالح سفینۂ نجات	۱۷۷
وقتِ آخر مناجات	۱۷۷

امام شافعی کے نزدیک عربی زبان کی اہمیت اور اس کے سیکھنے کی تاکید	۱۷۸
نویں فصل: امام شافعی اور علمِ طب	۱۷۹
امام شافعی کے نزدیک علمِ طب کی اہمیت	۱۷۹
مسلمانوں کے طب میں توجہ نہ کرنے اور یہود و نصاریٰ کے حوالے کرنے پر افسوس	۱۷۹
طب میں امام شافعی کی کامل مہارت	۱۸۰
امام شافعی کے بیان کردہ چند نسخے	۱۸۱
دسویں فصل: علم الانساب میں امام شافعی کی مہارت	۱۸۲
گیارہویں فصل: تاریخ اور ایامِ عرب میں امام شافعی کی مہارت	۱۸۳
بارہویں فصل: امام شافعی اور علمِ کلام	۱۸۶
علمِ کلام کی تعریف	۱۸۶
عقائد کے سلسلے میں امام شافعی کا موقف	۱۸۶
علمِ کلام میں امام شافعی کی مہارت	۱۸۷
معتزلہ کی امام شافعی سے مرعوبیت	۱۸۷
معتزلہ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش	۱۸۸
علماے بغداد کا معتزلہ سے نمٹنے کے لیے امام شافعی کا انتظار کرنا	۱۸۹
امام شافعی کا معتزلہ بغداد پر اثر انداز ہونا	۱۸۹
علماے مصر کا معتزلہ سے مقابلے کے لیے امام شافعی کا سہارا لینا	۱۸۹
امام شافعی کا معتزلہ مصر کو شکست دینا	۱۹۰
عقائدی بحثوں سے امام شافعی کی نفرت	۱۹۱
کلام کے بارے میں امام شافعی کا شدید منفی تاثر	۱۹۲

امام شافعی کا اپنے شاگردوں کو کلامی بحثوں سے روکنا	۱۹۴
اہلِ کلام کے بارے میں امام شافعی کا فیصلہ	۱۹۵
تیرہویں فصل: علمِ نجوم اور امام شافعی	۱۹۶
علمِ نجوم کی تعریف اور اقسام	۱۹۶
علمِ نجوم کے سلسلے میں امام شافعی کی رائے	۱۹۶
امام شافعی کی علمِ نجوم میں مہارت کا ایک عجیب واقعہ	۱۹۷
چودھویں فصل: امام شافعی اور علمِ فراست	۱۹۸
فراست کیسے حاصل ہوتی ہے۔	۱۹۸
علمِ فراست میں امام شافعی کا کتابیں لکھنا	۲۰۱
پندرہویں فصل: فنونِ سپہ گری اور امام شافعی	۲۰۲
تیر اندازی میں امام شافعی کی مہارت	۲۰۲
گھڑ سواری میں امام شافعی کی مہارت	۲۰۲
اس فن میں امام شافعی کی تصنیف	۲۰۳
سولہویں فصل: مختلف علوم میں امام شافعی کی مہارت و امامت۔ معاصرین کے تاثرات	۲۰۴
ہر پڑھا لکھا شخص امام شافعی کا ممنون۔ امام احمد	۲۰۴
امام شافعی کے علوم ہماری سمجھ سے بالاتر۔ مزنی	۲۰۴
امام شافعی ہر فن میں بے نظیر۔ بویطی	۲۰۵
امام شافعی علوم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ زعفرانی	۲۰۵
تمام علوم پر مشتمل امام شافعی کی شاندار مجلس۔ کرابیسی	۲۰۵
امام شافعی ہر فن مولیٰ۔ یونس بن عبد الاعلی	۲۰۵

امام شافعی ہر علم میں سب سے بڑھ کر- اسحاق بن راہویہ	۲۰۶
امام شافعی ہر فن میں حجت- ابن عبد الحکم	۲۰۶
امام شافعی ہر چیز میں کامل- مامون رشید	۲۰۷
یحییٰ بن اکثم کا تاثر	۲۰۷
امام شافعی کے یہاں تمام علوم کے درس کا اہتمام	۲۰۸
مختلف علوم امام شافعی کی نظر میں	۲۰۸
سترہویں فصل: امام شافعی کا زہد، ورع، تقویٰ، عبادت اور اخلاق وصفات	۲۱۰
علم کا مقصد اور اس کے لازمی نتائج	۲۱۰
زہد، ورع اور تقویٰ کیا ہے؟	۲۱۱
بچپن سے امام شافعی کی نمایاں دین داری	۲۱۱
زہد، ورع اور تقوے سے متعلق امام شافعی کے اقوال زریں	۲۱۲
امام شافعی کی راتیں	۲۱۷
ان کی نماز کی کیفیت	۲۱۸
ان کا خوف وخشیت	۲۱۸
ان کی خلوت گزینی	۲۱۹
ان کی تلاوت	۲۱۹
ذمہ داریوں سے پہلے کثرتِ عبادت کی تاکید	۲۲۰
امام شافعی کا زہد	۲۲۰
امام شافعی کا ورع اور پرہیزگاری، واقعات کی روشنی میں	۲۲۱
امام شافعی کا توکل	۲۲۴

امام شافعی کے اخلاقِ عالیہ	۲۲۵
امام شافعی کی مروت	۲۲۶
امام شافعی کی سخاوت	۲۲۶
تمام باتوں میں کامل اتباعِ سنت	۲۳۲
اپنے زمانے کے اہل اللہ سے ربط و تعلق	۲۳۳
صوفیہ کی صحبت اور ان سے اخذ کردہ فوائد	۲۳۳
تصوف کی بنیاد، امام شافعی کی نظر میں	۲۳۳
امام شافعی قطبِ وقت	۲۳۴
سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر متبعِ سنت	۲۳۵
چند مبشرات	۲۳۵
تواضع و انکساری	۲۳۷
اخلاص اور بے نفسی	۲۳۹
امام شافعی: بے نظیر، بے مثال	۲۴۱

باب پنجم: امام شافعی کے حالات اور کارناموں پر ہونے والے کام کی کثرت

پہلی فصل: امام شافعی کی پوری زندگی کے احوال پر مستقل کتابیں	۲۴۷
دوسری فصل: امام شادعی کے کسی خاص پہلو پر مستقل کتابیں	۲۶۷
تیسری فصل: امام شافعی کی زبان اور شعر و ادب پر کتابیں	۲۷۳
چوتھی فصل: امام شافعی کے عقیدے اور اس سلسلے میں ان کی آراء پر مشتمل کتابیں	۲۷۸
پانچویں فصل: تفسیر میں اماشافعی کے منہج و مقام پر مشتمل کتابیں	۲۷۹
چھٹی فصل: حدیث اور علمِ حدیث میں امام شافعی کے مقام سے متعلق کتابیں	۲۸۰

ساتویں فصل: مسلکِ شافعی کی خصوصیات اور فقہ اور اصول فقہ پر امام شافعی کے انقلاب آفریں اثرات کے سلسلے میں کتابیں	۲۸۳
آٹھویں فصل: وہ کتابیں جن میں امام شافعی کا تذکرہ ہے	۲۸۶
نویں فصل: اردو میں امام شافعی سے متعلق کتابیں	۲۹۸
دسویں فصل: انگریزی میں امام شافعی سے متعلق مواد	۲۹۹
ضمیمہ: امام شافعی بحیثیت مجدد	۳۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۲۵-۲۶/ نومبر ۲۰۱۴ء کو ایک دو روزہ تربیتی پروگرام منعقد ہوا، جس کا عنوان تھا ''ائمہ اربعہ کی خدمات اور عصر حاضر کے مسائل کے حل میں ان کی آراء اور منہج استنباط کی اہمیت'' مقالات کی فہرست میں ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک پر ان کے علمی مقام اور فقہی بصیرت سے متعلق مقالات لکھوانا طے کیا گیا تھا، تو ایک عنوان تھا: ''امام شافعی: علمی مقام اور فقہی بصیرت'' اس موضوع پر مقالہ لکھنے کے لیے مولانا محمد الیاس صاحب ندوی (استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل و بانی مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل) سے درخواست کی گئی تھی، مگر ضروری کاموں کی وجہ سے انھوں نے تقریباً ایک ہفتہ قبل معذرت کی، اس وجہ سے منتظمین نے ہم سے اس موضوع پر لکھنے کے لیے کہا، وقت بہت کم تھا اور موضوع تفصیل طلب اور ہم دوسرے علمی کاموں میں مشغول؛ تاہم کوشش کی گئی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے، تاکہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا علمی مقام اور فقہی بصیرت سامنے آجائے۔

ہم نے دس بارہ صفحات میں مقالہ تیار کیا، مقالہ بالکل موضوع کے شایانِ شان نہیں تھا، اور ہمیں اس کا پورا احساس تھا، نہ وقت کی قلت کی باعث پورا مقالہ پیش کیا جاسکا تھا، تاہم اس میں کچھ ندرت تھی، ہم نے کسی بھی شخصیت کے علمی مقام معلوم کرنے کے کچھ پیمانے مقرر کیے تھے، اور امام شافعی کی شخصیت کو پوری طرح ان پر فٹ ہوتے دکھایا تھا، بہر حال کچھ لوگوں کو یہ مقالہ اچھا لگا، بعض طلبہ نے اس کی فوٹو کاپی طلب کی، منتظمین نے اس کی حفاظت یا اشاعت کے لیے اس کا تقاضا کیا، دوسری طرف صدر مجلس مولانا

خالد سیف اللہ رحمانی نے بھی کہلوایا کہ فقہی بصیرت کے پہلو کا اضافہ کر کے (مختصراً اس کا تذکرہ مقالے میں تھا، مگر قلت وقت کی بنیاد پر یہ حصہ پیش نہیں کیا جا سکا تھا) اس کو بحث و نظر میں اشاعت کے لیے بھجوا دیں، ان سب باتوں کی وجہ سے ہمیں خیال پیدا ہوا کہ قابلِ اشاعت بنانے کے لیے اس پر ایک نظر ڈالی جائے، ہم نے جب اس جانب قدم بڑھایا اور از سر نو مطالعہ شروع کیا تو امام شافعی کی پہلودار شخصیت کے حیرت انگیز گوشے سامنے آئے، اور ان کے علوم کے اتنے پہلو نظر آئے کہ ان کا حقیقی علمی مقام معلوم کرنے کے لیے ان کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری معلوم ہوا، اس طرح یہ مقالہ جو زیادہ سے زیادہ تیس چالیس صفحات پر مشتمل ایک علمی مقالے کے طور پر شروع ہوا تھا، پھر آگے بڑھتے ہوئے تقریباً سو صفحات کے ایک کتابچے کا خیال پیدا ہوا تھا، مگر ہوتے ہوتے تین سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل اچھی خاصی کتاب تیار ہوگئی۔

لکھنے کے دوران میں بار بار یہ خیال آیا کہ کام تو عربی میں ہونا چاہیے، اس لیے کہ ان کی علمی شخصیت کے بعض پہلو جس وضاحت سے اس کتاب میں آئے ہیں، عرب اسکالرس ہی اس کی صحیح قدر کریں گے اور اس فائدہ اٹھائیں گے؛ مگر ہم نے اس خیال کو غالب آنے نہیں دیا اور طے کیا کہ جس کام کو اردو میں شروع کیا تھا اردو ہی میں اسے تکمیل تک پہنچائیں۔

امام شافعی کے زہد وورع اور خشیت وانابت وغیرہ موضوعات پر جو لکھا گیا ہے، بظاہر کتاب کے موضوع سے اس کا تعلق نہیں، مگر حقیقت میں یہی اصل چیز اور علم کا نتیجہ ہیں، ان کے بغیر علمی کمال کی کوئی حیثیت نہیں، اس لیے ان موضوعات پر بھی ہم نے قدرے تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی ہے۔

دو چار مہینے مستقل امام شافعی کی شخصیت کے ساتھ مشغولیت سے جو نتائج میرے سامنے آئے، وہ یہ ہیں:

۱- امام شافعی کو جتنے علوم میں کمال حاصل تھا اور جتنے علوم میں ان کی امامت کی ماہرینِ فن نے شہادت دی، تاریخ اسلام میں کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے، بالفاظِ دیگر:

مجموعی طور پر اتنا بڑا عالم تاریخ میں پیدا نہیں ہوا۔

۲- امام شافعی ظاہری علوم کے ساتھ تقویٰ وطہارت، خشیت وانابت، عبادت و تلاوت، زہد وورع اور توکل وقناعت، جود وسخا، خوش اخلاقی، تواضع وانکساری اور اخلاص و بے نفسی میں بھی چوٹی پر تھے۔

۳- ان کے اساتذہ ومشائخ، اقران وأماثل اور تلامذہ ومستفیدین اور قریبی دور کے باکمال علماء نے ان کی عظمتِ شان اور بلندیِ مقام کا جو اعتراف کیا ہے، اس حد تک شاید کسی کا اعتراف نہیں کیا گیا۔

۴- ان کی شخصیت پر جتنا لکھا گیا ہے، ائمہ اسلام کی تاریخ میں شاید کسی پر اتنا نہیں لکھا گیا۔

۵- امام شافعی بلاشبہ دوسری صدی کے مجدد تھے، جو بھی ان کی شخصیت کا گہرا مطالعہ کرے گا اور ان کے کارناموں اور خدمات پر نظر ڈالے گا، اس کا دل شہادت دے گا کہ وہ ایک عظیم مجدد کے مقام پر فائز تھے، اللہ نے ان سے دین کی تجدید کا عظیم کام لیا۔

جہاں تک کتاب کے اسلوب کا تعلق ہے، ہم نے بے کم وکاست حقائق بیان کیے ہیں، اور خالص ایجابی اور تعمیری انداز سے امام شافعی کی شخصیت کو پیش کیا ہے، بہت سے موڑ ایسے تھے جہاں مقابلے وموازنے سے بات اور واضح ہو سکتی تھی، مگر ہم نے اس اسلوب سے پوری طرح گریز کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ کسی امام کی تنقیص لازم نہ آئے، تمام ائمہ اسلام قابلِ تعظیم اور واجب الاحترام ہیں، سب سے ہمارا تعلق محبت ہی کا نہیں، عقیدت کا بھی ہے، کسی کی تنقیص ہمیں گوارا نہیں، چہ جائے کہ گستاخی ہو! وہ اللہ سے جنگ مرادف ہے!! کہیں کسی واقعے کے ضمن میں اس کا احساس ہو تو ہمیں معذور سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ واقعے کو اصلی صورت میں بیان کرنا علمی امانت کا تقاضا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن برادران سے مدد ملی ہم سب کے ممنون ہیں بالخصوص مولوی محمد سفیان کے ایم ندوی اور برادرم حشمت علی کے، کہ اول الذکر نے کتاب

کی کمپوزنگ کا کام انجام دیا اور موخر الذکر نے سیٹنگ میں بھرپور تعاون کیا، اسی طرح برادر عزیز مولوی سید حسن بافقیہ ندوی، کہ ان سے بعض کتابوں سے مراجعت اور پروف پڑھنے میں بیش قیمت مدد ملی اور عزیز برادران مولوی محمد حسن گوائی ندوی اور مولوی عبدالحی اکیری ندوی ان دونوں عزیزوں کا بھی پروف پڑھنے میں تعاون حاصل رہا، اور اخیر میں برادر عزیز مولوی ضیاء الرحمٰن رکن الدین ندوی اور برادر عزیز مولوی محمد اسماعیل شاہ بندری ندوی سے کچھ ضروری اضافی مواد کی کمپوزنگ میں بھرپور مدد ملی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور ہاں برادر عزیز محمد اسامہ شاہ بندری ندوی بھی شکریے کے مستحق ہیں، بعض حوالوں کو ملانے میں ان سے بڑی مدد ملی، جزاہ اللہ خیرا۔

امید ہے کہ اس کتاب سے امام شافعی کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی، اللہ اس کو مفید بنائے اور ہمیں سلف صالحین کی قدر اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۰/رجب ۱۴۳۶ھ	فیصل احمد ندوی بھٹکلی
۲۳/اپریل ۲۰۱۵ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

باب اول

امام شافعی کی ابتدائی زندگی پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شخصیت کی تعمیر کی بنیادیں

کسی شخص کے علم میں نمایاں مقام حاصل کرنے کی چار بنیادیں ہیں، ان میں سے کوئی بھی بنیاد اس کو آگے بڑھانے میں معاون ہوتی ہے، اگر یہ سب جمع ہو جائیں تو اس کی ترقی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوتی، یہ گویا اس کی شخصیت کی تعمیر کے ارکان اربعہ ہیں:

۱- باکمال اساتذہ کی فراہمی اور ان کی ہمت افزائی

۲- خداداد قوت حافظہ

۳- فہم و ذکا اور ذہانت و طبّاعی

۴- علمی یکسوئی محنت و طلب اور جہدِ مسلسل

اگر ہم امام شافعی کی شخصیت کی تعمیر میں ان بنیادوں کو تلاش کریں تو یہ ارکان اربعہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

علمی مقام جانچنے کے پیمانے

اسی طرح چھ پہلو ہیں، جن سے ہم کسی شخصیت کے علمی مقام کا اندازہ کر سکتے ہیں، یا بالفاظ دیگر چھ پیمانے ہیں جن سے ہم کسی علمی شخصیت کے قد کو ناپ سکتے ہیں، اور اس کی جلالت شان کا اندازہ کر سکتے ہیں:

۱- معاصرین اعتراف

۲- تصانیف کی عظمت اور بلندی

۳- شاگردان باکمال

۴- بعد کے علماء کی طرف سے اس کے افکار ونظریات اور آراء کی پذیرائی

۵- علمی رسوخ، جامعیت اور وسعت

۶- اس کے حالات وکارناموں پر ہونے والے کام کی کثرت

اگر ہم ان پہلوؤں کی روشنی میں امام شافعی کی علمی عظمت اور فقہی بصیرت کو دیکھیں یا ان پیمانوں پر ان کے علمی مقام کو جانچیں تو ان سب پر امام شافعی کی شخصیت پوری اترتی نظر آتی ہے۔ مگر ان باتوں کی تفصیل سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت پر ایک نظر ڈالی جائے۔

امام شافعی کی شان میں نبوی پیشین گوئی

ایک حدیث بیان کی جاتی ہے عالم قریش یملأ الأرض علماً، یعنی قریش کا ایک عالم اپنے علم سے زمین کو بھر دے گا، یعنی پوری دنیا میں اس کا علم پھیل جائے گا اور دنیا جہاں کے لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔

یہ حدیث مختلف الفاظ میں ابوداود طیالسی، ابونعیم، خطیب بغدادی بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کی ہے، اگرچہ یہ اسانید ضعیف ہیں، مگر بیہقی اور پھر حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ متعدد طرق کی بنیاد پر اس کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس کے اصل کا پتا چلتا ہے۔ امام احمد بھی اس حدیث کو ثابت مانتے تھے اور امام شافعی کے تعلق سے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے تھے (۱)۔ بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث اگر ثابت ہے تو امام شافعی پر سب سے زیادہ صادق آتی ہے، اس لیے کہ امام شافعی کا تعلق قریش سے ہے اور دنیا بھر کے لوگوں نے آپ کے علوم سے جو فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں کسی اور قریشی عالم کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۵-۲۷، وتوالی التاسیس، ص ۴۲-۴۵، المقاصد الحسنہ ص ۳۳۴ رقم ۶۷۵ وکشف الخفاء ۲/ ۵۰ رقم ۱۶۹۹)

نام ونسب

امام شافعی کا نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپ کا خاندانی تعلق بنو مطلب سے ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ھاشم بن المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی۔

والد عام آدمی تھے، جن کا انتقال فلسطین کے شہر عسقلان میں ہوا (۱) دادا عباس بن عثمان راویانِ حدیث میں سے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے ایک حدیث مروی ہے جس کو وہ محمد بن الحنفیہ کے صاحبزادے عمر سے روایت کرتے ہیں (۲)۔

پردادا عثمان بن شافع، خاندان کے معروف آدمی تھے، خلافت عباسیہ کے آغاز تک ان کا زندہ رہنا معلوم ہوتا ہے۔

ان کے والد شافع بن السائب کا شمار نوعمر صحابہ میں ہوتا ہے، امام شافعی انھی کی طرف نسبت کرتے ہوئے شافعی سے مشہور ہوئے۔

ان کے والد سائب بن عبید معروف صحابہ میں تھے۔

ان کے والد عبید بن عبد یزید بھی صحابہ میں ہیں۔

ان کے والد عبد یزید بن ھاشم کا بھی صحابی ہونا ابوداود کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے (۳) اور ان سب کے احوال کے لیے الاصابہ سے مراجعت کریں۔

اس طرح امام شافعی کے اجداد میں چار اشخاص کا صحابی ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ بڑے شرف کی اور بہت نادر بات ہے، اس طرح قرشی مطلبی ہونے کے ساتھ یہ نسبی شرافت بھی امام شافعی کو حاصل ہوتی ہے۔

---

(۱) توالی التاسیس، ص ۵۰۔

(۲) دیکھیے سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات حدیث نمبر ۲۲۶۱۔

(۳) دیکھیے کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث رقم ۲۱۹۶۔

پیدائش، بچپن اور ابتدائی تعلیم

آپ کی پیدائش ۱۵۰ء میں ہوئی اور مشہور اور صحیح قول کے مطابق فلسطین کے شہر غزہ میں ہوئی، دو سال کی عمر میں والدہ محترمہ آپ کو اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ لے آئیں، جہاں آپ کی پرورش و پرداخت ہوئی، اس سے قبل والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ علم کا شوق بچپن ہی سے گھٹی میں پڑا تھا اس پر حافظہ خداداد اور فہم و ذکاوت بلا کی تھی، اور مکہ مکرمہ علم کا مرکز، چناں چہ سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کرنے کے بعد آپ نے مسجد حرام میں حصول علم کے لیے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا، خود فرماتے ہیں کہ میں مسجد جاتا اور علماء کی مجالس میں بیٹھتا اور حدیثیں اور مسائل یاد کرتا (۱)۔ اس طرح آپ نے وہاں کے علماء سے بھرپور استفادہ کیا اور کم عمری ہی میں وہ بہت کچھ حاصل کیا جو دوسرے لوگ عموماً حاصل نہیں کرتے۔

---

(۱) آداب الشافعی و مناقبہ لابن أبی حاتم ص ۲۰

باب دوم

امام شافعی کی شخصیت کی تعمیر کی بنیادیں

پہلی فصل

باکمال اساتذہ اوران کی ہمت افزائی

مکے کے دوعلماء جن کے فیض صحبت سے محمد بن ادریس شافعی امام شافعی ہوئے اور جن کی تعلیم وتربیت اور ہمت افزائی کا امام شافعی کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں بڑا حصہ ہے، وہ ہیں: شیخ حرم مفتی مکہ مسلم بن خالد الزنجی (وفات: ۱۷۹ھ یا ۱۸۰ھ) اور محدثِ عصر سفیان بن عیینہ (وفات: ۱۹۸ھ) اول الذکر کو امام ذہبی نے الامام اور فقیہ مکہ سے ذکر کیا ہے۔ (۱) مؤخر الذکر کو الامام الکبیر حافظ العصر شیخ الاسلام سے یاد کیا ہے (۲)۔

امام شافعی کا ذاتی رجحان زبان وادب کی طرف تھا، بچپن میں جب وہ اس کی تحصیل میں دل وجان کے ساتھ لگے ہوئے تھے تو ایک دن مسلم بن خالد زنجی کو ان کے خاندان کا علم ہوا اور ان کی سمجھ داری دیکھی تو ان سے کہنے لگے: بہت مبارک، کیا کہنے تمھاری شرافت کے! اللہ نے دنیا وآخرت میں تم کو شرف بخشا ہے، مگر یہ فہم وذکاوت تم فقہ میں لگا دو تو کیا ہی اچھا ہو! (۳)

پھر جلد ہی امام شافعی نے فقہ میں وہ مہارت حاصل کی کہ پندرہ سال کی عمر ہی میں آپ کے استاذ شیخ زنجی نے یہ کہتے ہوئے آپ کو سند عطا کی أفت یا أبا عبداللہ فقد واللہ آن لك أن تفتی (۴) یعنی ابوعبداللہ تم فتوی دینا شروع کردو، بخدا اب تم فتوی دینے کے لائق ہو چکے ہو۔ ایک معتبر فقیہ ومفتی کی طرف سے اس کم عمری میں یہ شہادت نوادرات میں سے ہے

---

(۱) دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۸/۱۷۶۔

(۲) دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۸/۴۵۴

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۹۷

(۴) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم ص ۳۰

، اس سے امام شافعی کی فطری صلاحیت اور نوعمری میں فقہی بصیرت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

امام سفیان بن عیینہ کو حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے، ان کی امامتِ حدیث کا ہر شخص قائل ہے، لیکن شاید بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوگی کہ فقہ میں بھی وہ ایک شان رکھتے تھے اور امامت کے درجے پر فائز تھے، ان کے ہم نام اور معاصر سفیان ثوری کا شمار فقہائے مجتہدین میں ہوتا تھا، عام اہل علم اس کو جانتے ہیں، مگر حدیث و علل کے ایک بہت بڑے امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ اس معاملے میں سفیان ثوری سے فائق تھے، ان کے الفاظ میں: عند ابن عيينة من معرفته بالقرآن و تفسير الحديث مالم يكن عند الثوری (۱) یعنی فہم قرآن اور فقہِ حدیث کے سلسلے میں ابن عیینہ کے پاس جو علم تھا وہ سفیان ثوری کے پاس نہیں تھا۔ اور یہ بات اہل نظر سے مخفی نہیں ہے کہ یہی دو چیزیں فقہ واجتہاد کی بنیاد ہیں۔

خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ سے بہتر حدیث کی تشریح کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان بن عیینہ صرف روایت حدیث پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ درایتِ حدیث اور تفقہ پر بھی زور دیتے تھے، وہ خود فقہ و فتاوی کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، امام شافعی نے ان کی فقیہانہ شان کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ما أد ركت أحداً جمع الله فيه من أداة الفتيا ماجمع فی سفيان بن عيينة ، أوقف عن الفتيا منه (۳) یعنی مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس میں فتوی کی پوری صلاحیت موجود ہو، اس کے باوجود وہ فتوی دینے سے بچتا ہو اور احتیاط کرتا ہو جتنا سفیان بن عیینہ ساری صلاحیت کے باوجود فتوی دینے سے بچتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے تقریب التھذیب میں ان کی شان میں فقیہ کا لفظ لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں ثقة فقيه امام حجة ۔ قابل ذکر ہے کہ حافظ نے بالکل یہی الفاظ ایک

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴۵۸/۸

(۲) آداب الشافعی ص ۱۵۸

(۳) ایضاً ص ۱۵۸

لفظ عابد کے اضافے کے ساتھ سفیان ثوری کے بارے میں لکھے ہیں۔ اس سے بھی سفیان بن عیینہ کے فقہی مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ تفصیل ہم نے امام شافعی کی فقہی بصیرت پر روشنی ڈالنے کے لئے بطور تمہید بیان کی۔ امام شافعی نے مسلم بن خالد زنجی کے بعد سفیان بن عیینہ کی صحبت سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور روایتِ حدیث کے ساتھ فقہ حدیث میں کمال بہم پہنچایا، سفیان بن عیینہ کی ہمت افزائی کو امام شافعی کی ترقی اور تفوق میں بڑا دخل ہے، بہت ایسا ہوتا کہ وہ امام شافعی سے کسی حدیث کا مطلب پوچھتے، امام شافعی بیان کرتے تو بڑی داد دیتے اور کبھی یہاں تک فرماتے تم جو بھی تشریح کرتے ہو ہمیں بہت اچھی لگتی ہے، بلکہ بسا اوقات امام شافعی کی تشریح کے بعد اپنی تشریح سے رجوع کرتے۔ (۱)

ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی نے سفیان بن عیینہ سے کہا یہاں ایک نوجوان ہیں جو کہتے ہیں کہ عليك بحديث رسول الله ﷺ ودعوا الرأي یعنی تم رسول ﷺ کی حدیث کو اختیار کرو اور رائے چھوڑ دو۔ سفیان بن عیینہ نے کہا اللہ اس نوجوان کو جزائے خیر دے (۲) اور ابن عبدالبر، ابونعیم، بیہقی نووی ابن خلکان اور متعدد لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے کہ سفیان بن عیینہ کے پاس تفسیر یا فقہ سے متعلق کوئی سوال آتا تو امام شافعی کی طرف رخ کر کے کہتے اس نوجوان سے پوچھو۔ (۳)

مسلم بن خالد زنجی اور سفیان بن عیینہ کے بعد امام شافعی کی شخصیت کی تعمیر اور ان کی شان تفقہ کو نکھارنے میں امام مالک کا بڑا حصہ ہے، دس سال کی عمر میں امام شافعی نے موطأ حفظ کر لی تھی اور جاننے والے جانتے ہیں کہ موطا صرف حدیث کی کتاب نہیں، بلکہ فقہِ سلف کا بھی اچھا خاصا نمونہ اس میں آ گیا ہے، تو امام شافعی جو بچپن سے عربی زبان کے ماہر اور فطانت و ذہانت میں سب پر فائق تھے، ان کے موطأ یاد کرنے کا مطلب صرف

---

(۱) دیکھیے آداب الشافعی ص: ۵۲، وتاریخ دمشق ۵۱/ ۳۰۵ ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۴۱-۲۴۲

(۲) الانتقاء ص ۱۲۱۔ (۳) الانتقاء ص ۷۰، والحلیۃ ۹/ ۹۲ مناقب الشافعی ۱/ ۳۳۸ و ۲/ ۲۴۰ وتہذیب الاسماء واللغات، ووفیات الاعیان ۴/ ۱۶۴

الفاظ یاد کرنا نہیں، بلکہ اس کے مندرجات اور مشمولات کو ذہن و دماغ میں اتارنا تھا، اس سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ امام شافعی نے اس ننھی سی عمر میں علم میں کتنا تبحر حاصل کر لیا ہوگا! اس کا ثبوت ہمیں اس سے بھی ملتا ہے کہ جب امام شافعی اس کے بعد براہ راست امام مالک سے علم حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو کم عمری کے باوجود اپنی صلاحیت اور خود اعتمادی کے نتیجے میں امام مالک کے حلقے میں ایک مقام حاصل کر لیا، بلکہ خود ان کے دل میں ایک جگہ بنا لی، امام مالک نے پہلی ہی نظر میں ایمانی فراست سے امام شافعی کو بھانپ لیا تھا، تعارف اور خاندانی حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا یا محمد اتق اللہ واجتنب المعاصی فانه سیکون لك شأن (اللہ سے ڈرتے رہو، اور گناہوں سے دور رہو، آیندہ تمہاری بڑی حیثیت ہوگی)، پھر اگلے دن جب عبارت سنی تو بہت داد دی اور امام شافعی نے ادب ورعب کی وجہ سے کچھ پڑھنے کے بعد بند کرنا چاہا تو مزید پڑھنے کا تقاضا کیا(۱)۔

مختلف موقعوں پر ہمت افزائی کرتے، تفقہ پر آمادہ کرتے اور بڑی دعائیں دیتے، ایک دفعہ یہاں تک فرمایا ما یأتینی قرشی أفهم من هذا الفتی (۲) یعنی اس نوجوان سے زیادہ سمجھدار کوئی قریشی میرے پاس نہیں آیا۔

امام شافعی کی زندگی کے واقعات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدینے میں قیام اور امام مالک سے تلمذ کے دوران میں وہ مکے آتے جاتے رہے، مگر امام مالک کی زندگی کے آخری چند سال مستقل مدینے میں مقیم رہے اور امام مالک سے بھرپور استفادہ کیا(۳)۔

امام شافعی امام مالک کو سرخیل علماء سمجھتے اور اپنا سب سے بڑا محسن قرار دیتے تھے فرماتے ہیں: اذا ذکر العلماء فمالك النجم، وما أحد أمنّ عليّ من مالك بن أنس۔ ایک دفعہ فرمایا مالك بن أنس معلمي و عنه أخذت العلم(٤).

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۰۳، و/ ۲۳۷

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/۲۴۴

(۳) دیکھیے الشافعی حیاتہ وعصرہ، محمد ابوزہرہ ص ۲۰

(۴) دونوں حوالوں کے لیے دیکھیے ابن عبدالبر کی الانتقاء ص ۵۵

پھر امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مایۂ ناز شاگرد اور ان کے مذہب کے مدون وناشر، فقیہِ مجتہد امام محمد بن الحسن الشیبانی سے بڑا علم حاصل کیا، ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا، مگر ان سے بہت اختلاف بھی کیا اور مناظرے بھی کیے، امام محمد ان کے جذبۂ اتباع سنت کی بڑی قدر کرتے تھے، ان کی شان میں یہاں تک فرمایا ان تکلم أصحاب الحديث يوماً فبلسان الشافعي (۱) یعنی محدثین جب بھی اپنی بات ثابت کرنے کے لیے گفتگو کریں گے تو شافعی ہی کا طرز اختیار کریں گے، یعنی امام شافعی نے محدثین کے لیے استدلال کی راہیں ہموار کیں، یہی نہیں، وہ امام شافعی کا از حد اکرام کرتے تھے، قاضی بغداد ابوحسان الزیادی (وفات:۲۴۲ھ) کہتے ہیں مارأيت محمد بن الحسن يعظم أحداً من اهل العلم تعظيمه للشافعي (۲).

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۲۸، مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب (ص:۳۰) ومراۃ الجنان ۲/ ۱۶

(۲) طبقات الفقہاء للشیرازی ص:۶۱ ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۱۶۰ وتھذیب الاسماء واللغات للنووی ۱/ ۵۷ ووفیات الأعیان ۴/ ۱۶۴ ومرآۃ الجنان ۲/ ۱۸

دوسری فصل

خداداد قوت حافظہ

حافظہ اللہ کی بڑی نعمت ہے، علمی تفوق میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے، اور علمی استحضار میں یہ چیز بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔ امام شافعی کو اس کا حصۂ وافر عطا ہوا تھا، خود فرماتے ہیں کہ میں مکتب میں پڑھتا تھا، استاذ صاحب کسی بچے کو کوئی آیت پڑھاتے تھے تو مجھے وہ یاد ہو جاتی تھی، بچے املا لکھتے تھے، استاذ کے املا سے فارغ ہونے سے پہلے ہی مجھے املا کرایا ہوا سب کچھ یاد ہو جاتا تھا۔ (۱) اور یہ بات گزر چکی ہے کہ سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی تھی اور دس سال کی عمر میں موطاً امام مالک پوری زبانی یاد کر لی تھی، خود امام شافعی نے صراحت کی ہے کہ انھوں نے صرف نو دن میں پوری موطاً حفظ کی تھی (۲) اور یہ بھی ایک قول ہے کہ صرف تین دنوں میں یاد کیا تھا (۳)۔

اور اسی عمر میں ہزاروں اشعار جو یاد تھے وہ مستزاد۔ پندرہ سال کی عمر میں انھیں دس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ ان کے حفظِ اشعار، حفظِ انساب اور حفظِ حدیث کے سلسلے میں مزید کچھ باتیں آگے آرہی ہیں۔ ان کے مناظروں سے بھی ان کے حیرت انگیز حافظے کا اور دلائل کے استحضار کی مثالیں سامنے آتی ہیں۔

اس کے باوجود ان کا جو مشہور شعر ہے شکوت الی وکیع سوء حفظی، جس میں وہ اپنے حفظ کی کمزوری کی شکایت کر رہے ہیں، وہ ان کے تواضع اور اعلی سے اعلی کی طلب کو بتاتا ہے، تاہم بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام شافعی کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے، علمی اور دینی لحاظ سے امام شافعی کا اعتبار کم کرنے لیے ان کے مخالفین نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کیے ہیں (۴)۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۹۴۔ (۲) تاریخ دمشق ۵۱/۲۸۵

(۳) الدیباج المذھب، ص: ۳۲۷ (۴) دیکھیے مجلّہ الضیاء، دبی، شمارہ ۱۲۳ امام شافعی نمبر، اداریہ

تیسری فصل

فہم وذکاوت اور ذہانت وطباعی

امام شافعی کی عقل، سمجھداری، ذہانت ذکاوت اور فطانت کا ایک عالم نے اعتراف کیا ہے، بغداد کے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں: ما رأیت رجلا أعقل من الشافعی کان کبیر الدماغ (میں نے امام شافعی سے زیادہ عقل والا کسی کو نہیں دیکھا، ان کا دماغ بہت بڑا تھا)(۱) امام احمد، یحییٰ بن معین، اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری کے شیخ اور مشہور محدث ابونعیم فضل بن دُکین کہتے ہیں: مارأینا و لاسمعنا أکمل عقلا و لاأحضر فهماً و لاأجمع علماً من الشافعی (ہم نے امام شافعی سے زیادہ عقل والا، ان سے زیادہ ذہین اور سمجھ دار اور ان سے زیادہ علم کا جامع کسی کو دیکھا نہ سنا)(۲) غور کیجیے کہ وہ دیکھنے کی نہیں بلکہ سننے کی بھی نفی کر رہے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں: ما رأیت أفصح منه و لا أفهم للعلوم منه (۳) (میں نے امام شافعی سے زیادہ فصیح اور ان سے بڑھ کر علوم کو سمجھنے والا کسی کو نہیں دیکھا)

بشر المریسی کہتے ہیں: مع الشافعی نصف عقل أهل الدنیا (آدھی دنیا کی عقل تنہا امام شافعی کے پاس ہے)(۴) نیز ان کا کہنا ہے: ما رأیت أعقل من الشافعی (میں نے شافعی سے بڑھ کر عقل والا کسی کو نہیں دیکھا)(۵)۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۲

(۲) توالی التاسیس، ص: ۹۴

(۳) توالی التاسیس، ص: ۸۶

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۰۱

(۵) ایضاً ص: ۲۰۲

مشہور محدث قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں: ما رأت عیناى أكيس منه (میری آنکھوں نے امام شافعی سے زیادہ عقل مند کسی کو نہیں دیکھا) (۱)

یونس بن عبدالاعلی کہتے ہیں: ما رأيت احداً أعقل من الشافعي، لو جمعت أمة فجعلت في عقل الشافعي، لو سعهم عقله (۲) (میں نے عقل میں امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ اگر ایک امت کو جمع کر کے امام شافعی کی عقل میں ڈالا جائے تو تنہا ان کی عقل سب کو سما جائے یعنی امام شافعی کی عقل ایک امت پر تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو جائے، بالفاظ دیگر: تنہا ان کی عقل ایک پوری امت کی عقل کے برابر ہے)۔

مزنی کہتے ہیں: لو وزن عقل الشافعي بنصف عقل أهل الأرض لرجح بهم (اگر امام شافعی کی عقل سے دنیا کے آدھے لوگوں کی عقل کا وزن کیا جائے تو امام شافعی بھاری پڑیں گے) (۳)

ربیع بن سلیمان سے بھی یہی بات مروی ہے (۴)۔

ھارون بن سعید کہتے ہیں: لو أن الشافعي ناظر على هذا العمود الذى من حجارة بأنه من خشب لغلب (اگر امام شافعی پتھر کے اس ستون کے بارے میں مناظرہ کر کے ثابت کرنا چاہیں کہ وہ لکڑی کا ہے تو ثابت کر دیں) (۵)۔

ان کی عقل و فطانت کے سلسلے مزید کچھ باتیں تفقہ کے ضمن میں آ رہی ہیں۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۵۰، و توالی التاسیس ص: ۸۰

(۲) توالی التاسیس ص ۸۸

(۳) ایضا ۲/ ۲۷۳

(۴) دیکھیے توالی التاسیس ص: ۸۹

(۵) توالی التاسیس ص: ۹۲

چوتھی فصل

علمی یکسوئی، محنت وطلب اور جہدِ مسلسل

اپنے علمی ذوق کے بارے میں خود فرماتے ہیں (جیسا کہ عمرو بن سواد نے ان سے نقل کیا ہے) كانت نهمتي في شيئين في الرمي وطلب العلم، فنلت من الرمي حتى كنت أصيب من عشرة عشرة، وسكت عن العلم فقلت له: أنت والله في العلم اكبر منك في الرمي (دو چیزوں سے مجھے دل چسپی تھی: تیراندازی اور طلب علم، تیراندازی میں میں نے اتنی مہارت پیدا کی کہ دس میں دسوں نشانے صحیح لگاتا تھا۔ اور علم کے معاملے میں خاموش رہے، کچھ نہیں کہا۔ میں نے کہا بخدا علم میں آپ تیر اندازی سے بھی بڑھ کر ہیں)۔ کبھی فرماتے جعلت لذتي في العلم حتى رزقني الله منه ما رزق (میں نے علم اور تحصیل علم میں اپنی لذت سمیٹ لی، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے عطا کیا جو کچھ عطا کیا)(۱)۔

امام مزنی فرماتے ہیں: امام شافعی سے پوچھا گیا کہ علم کی آپ کو کیسی خواہش ہے اور اس میں کیسی لذت محسوس کرتے ہیں؟ فرمایا جب میں کوئی نئی بات سنتا ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ میرے جسم کے تمام اعضاء کے کان ہوتے اور سب اعضاء اس علم کی لذت محسوس کرتے۔ پوچھا گیا کہ آپ میں علم کی حرص کیسی تھی؟ فرمایا اس شخص سے کہیں زیادہ جو مال جمع کرنے میں حریص بھی ہو اور منہمک بھی۔ عرض کیا گیا کہ آپ نے علم کیسے

---

(۱) دونوں حوالوں کے لیے دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ ص ۱۸، ۱۹

حاصل کیا؟ فرمایا اس عورت کی طرح جس کا بچہ گم ہو گیا ہو اور وہ دیوانہ وار اسے تلاش کر رہی ہو(۱)۔

بسا اوقات ایک ایک حدیث کی طلب میں کئی کئی دن اور راتوں کا سفر کرتے تھے(۲)۔

حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے علم کی طلب میں پورے عالم اسلام کے تمام مراکز علم کی خاک چھانی، اس کی تفصیل اگلے باب میں علمی جامعیت کے سلسلے میں آرہی ہے۔

یکسوئی کا یہ حال تھا کہ دنیا کی کسی چیز کی طرف توجہ نہیں تھی، خود فرماتے ہیں: لو کلفت شراء بصلة لما فهمت مسألة (اگر ایک پیاز خریدنا بھی میرے ذمے ہوتا تو میں کوئی مسألہ سمجھ نہ پاتا)(۳)۔

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۱۰۶

(۲) دیکھیے توالی التاسیس، ص: ۵۹

(۳) تذکرۃ السامع والمتکلم ص ۱۸

باب سوم

علمی مقام معلوم کرنے کے پیمانے

پہلی فصل

معاصرین کا اعتراف

معاصرین سے ہماری مراد اساتذہ اور مشائخ اور ان کی صف کے علماء بھی ہیں اور اقران اور برابر کے لوگ بھی، اور تلامذہ ومستفیدین بھی، اور قریب العہد علماء سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کے شاگردوں کے ذریعے یا ان کے قریبی زمانے میں ان کی کتابوں کے ذریعے ان کے مقام کو پہچانا۔ تو معاصر اور قریب العہد علماء نے جس عظمت و بلندی کے ساتھ امام شافعی کے علوشان، بلندی مقام اور فقہی بصیرت کا اعتراف کیا ہے ایسا کم کسی کے ساتھ ہوا ہے، ان کے اساتذہ ومشائخ میں امام مالک، امام سفیان بن عیینہ، اور امام محمد بن حسن شیبانی وہ ہیں جن کے آغوش میں امام شافعی نے تربیت پائی اور جن کے فیض صحبت سے اپنی فقہی بصیرت کو جلا بخشی، ان کے اعترافات کی کچھ جھلکیاں پیچھے گزر چکی ہیں۔

ابن عیینہ نے ایک دفعہ رقائق کی قسم کی ایک حدیث بیان کی جس کو سن کر امام شافعی پر غشی طاری ہوگئی، کسی نے کہا محمد بن ادریس کا انتقال ہوگیا، سفیان بن عیینہ نے یہ سن کر برملا کہا: ان كان قد مات فقد مات أفضل أهل زمانه (اگر ان کا انتقال ہوا ہے تو اس زمانے کے سب سے افضل آدمی کا انتقال ہوا ہے)(۱)

یحییٰ بن سعید قطان مشہور امام حدیث اور امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: ما رأيت أعقل أو افقه منه، اور بعض روایتوں میں ولا أفقه ہے، (میں نے شافعی سے زیادہ

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۴۰، تھذیب الاسماء واللغات ۱/۵۹

عقل مند یا ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا)(۱)

اور فرماتے ہیں انی لأدعو اللہ تعالی للشافعي في كل صلاة (أو في كل ليلة أو في كل يوم)، يعني لما فتح الله عليه من العلم ووفقه للسداد فيه(۲) یعنی میں ہر نماز میں (یا ہر دن یا رات) امام شافعی کے لیے دعا کرتا ہوں، وجہ اس کی یہ ہے اللہ تعالی نے بڑا علم ان پر کھول دیا ہے، اور اس میں انھیں راست روی کی توفیق دی۔ نیز فرماتے ہیں: أنا أدعو الله للشافعي أخصه (۳) یعنی میں شافعی کے لیے خصوصی دعا کرتا ہوں۔ ایوب بن سوید رملی یہ بھی امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں، کہتے ہیں: ما ظننت أني أعيش حتى أرى مثل هذا الرجل (الشافعي) ما رأيت مثل هذا الرجل قط (میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں شافعی جیسے آدمی کو دیکھنے کے لیے زندہ رہوں گا، میں نے ان کی طرح کبھی کسی کو نہیں دیکھا)۔ ابن ابی حاتم اس بات کو نقل کر کے لکھتے ہیں: وقد رأى أيوب بن سويد سفيان الثوري، ومالك بن أنس والاوزاعي وابن جريج وسفيان بن عيينة (یعنی جب کہ ایوب بن سوید نے سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، ابن جریج اور سفیان بن عیینہ جیسے بڑے بڑے ائمہ کو دیکھا ہے)(۴)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی جوان کے مشائخ کی صف کے ہیں، فرماتے ہیں: لما نظرت الرسالة للشافعي أذهلتني، لأنني رأيت كلام رجل عاقل، فقيه، ناصح فاني لأكثر الدعاء له (میں نے شافعی کی ''الرسالۃ'' دیکھی تو حیرت کی انتہا نہ رہی، اس لیے کہ اس میں آپ عقل و دانائی، شان تفقہ اور خیر خواہی سے بھر پور شخصیت کے روپ میں مجھے نظر آئے۔ میں کثرت سے ان کے لیے دعا کرتا ہوں)(۵) نیز فرماتے ہیں: وما

---

(۱) مناقب للبیہقی ۱/۲۳۳ و ۲/۲۴۳، یہ بات انھوں نے اس وقت فرمائی تھی جب الرسالۃ ان کی نظر سے گزری تھی

(۲) ایضاً ۱/۲۳۳

(۳) ایضاً ۲/۲۴۳

(۴) الجرح والتعدیل ۷/۲۰۲

(۵) تاریخ دمشق ۵۱/۲۲۴

ظننت أن الله خلق مثل هذا الرجل(١) (میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرح کوئی آدمی پیدا کیا ہو)(۲)۔

نیز فرماتے ہیں: ما أصلي صلاة الا وأدعو للشافعي فيها (۳) یعنی میں کوئی نماز ایسی نہیں پڑھتا، جس میں امام شافعی کے لیے دعا نہ کرتا ہوں۔

امام ابو یوسف سے امام شافعی کی ملاقات ثابت نہیں، اس لیے کہ امام ابو یوسف کا انتقال (۱۸۲ھ) کے دو سال بعد ۱۸۴ھ میں پہلی دفعہ امام شافعی بغداد گئے تھے، مگر ان کی شہرت اس سے پہلے وہاں ہو چکی تھی، اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کی الرسالة امام ابو یوسف کی زندگی ہی میں سامنے آ گئی تھی۔ اور وہ اس کو پڑھ کر متاثر ہو گئے تھے، جبھی تو ان کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے کہ انھوں نے امام شافعی کو سلام کہلوایا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: صنف الكتب فانك أولى من يصنف في هذا الزمان.(٤)

یعنی خوب کتابیں لکھیے، اس زمانے میں تصنیف و تالیف کا سب سے زیادہ حق آپ کو ہے۔

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للآبری، ص: ۱۱۴

(۲) یہ عبدالرحمٰن بن مہدی کون ہیں؟ حدیث و علل کے بہت بڑے امام، یہاں تک کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں علی بن المدینی سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے تھے: لو حلّفت بين الركن و المقام، لحلفت أني لم أر أحداً أعلم من عبدالرحمن بن مهدى (سنن الترمذی کتاب القدر تحت حدیث رقم ۲۱۴۳)

اور یہ علی بن المدینی کون ہیں؟ علل حدیث کے بہت بڑے امام، جن کو امام ذہبی نے الامام الحجة أمير المومنين في الحديث کہا ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۱) ان کی یہ شان تھی کہ وہ لیٹے ہوتے تھے اور امام احمد اور یحییٰ بن معین جیسے اساطین حدیث ان کے دائیں بائیں بیٹھے ان سے علم حاصل کرتے تھے (ایضاً)

- اور جن کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ما استصغرت نفسي عند أحد الا عند علي بن المديني (ایضاً)

- اور بخاری، بخاری ہیں؛ جب یہ علی بن المدینی اس درجے کے ہیں، وہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں، اس کو ذہن میں رکھیں تو امام شافعی کے بارے میں عبدالرحمٰن بن مہدی کی مذکورہ بات کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

(۳) مناقب الشافعي للبيهقي ۲/۲۴۴

(۴) تهذيب الأسماء الواقعة في الهداية والخلاصة لابن سالم الحنفي ص ١٦٦

ابوعبید القاسم بن سلّام جو حدیث وفقہ اور لغت کے امام ہیں فرماتے ہیں: مارأیت رجلا قط أعقل ولاأروع ولاأفصح ولاأنبل رأيا من الشافعي رضي الله عنه (**میں نے عقل کی پختگی میں، تقوی و پرہیزگاری میں، فصاحت میں اور رائے کی عمدگی اور شان تفقہ میں امام شافعی سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا**)(۱) **نیز فرماتے ہیں:** ما رأيت رجلا قط اكمل من الشافعي (**میں نے کبھی کسی شخص کو امام شافعی سے زیادہ کامل نہیں دیکھا**)(۲)

امام احمد نے امام شافعی کے فضل وکمال اور فقیہانہ شان کے بارے میں اتنے بلند کلمات اور اس کثرت سے بیان فرمائے ہیں کہ اس کے لیے ایک مفصل مقالے کی ضرورت ہے، کبھی فرماتے: كان الشافعي كالشمس للدنيا وكالعافية للبدن هل لهذين من خلف أو عنها من عوض (**امام شافعی کی حیثیت ایسی ہے جیسے دنیا کے لیے سورج اور جسم کے لیے عافیت کی ہے، کیا ان دونوں کا کوئی بدل ہو سکتا ہے یا ان کے عوض کوئی اور چیز ہو سکتی ہے**)(۳)۔

ایک دفعہ فرمایا: ما أحد مس بيده محبرة ولاقلماً الا وللشافعي في رقبته منة (**جس کے ہاتھ میں قلم اور دوات ہے اس کی گردن پر امام شافعی کا احسان ہے**)(۴) **نیز فرمایا:** كان الفقه قفلا على أهله حتى فتحه الله بالشافعي (**فقہ تو اہل فقہ پر بند تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس کو امام شافعی کے ذریعے کھول دیا**)(۵) **نیز فرمایا:** لولا الشافعي ما عرفنا فقه الحديث (**اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم حدیث کے معنی سمجھنے سے قاصر رہتے، یعنی اس کے فقہی پہلو اور استنباط سے واقفیت نہ ہوتی**)(۶) **بلکہ عام محدثین کی یہ کیفیت انھوں نے بیان کی ہے:** ما كان اصحاب أصحاب الحديث يعرفون معاني أحاديث رسول الله ﷺ فبيّنها لهم (**محدثین احادیث نبویہ کے معانی و**

---

(۱) مناقب البیہقی ۲/۲۵۱ (۲) وفیات الاعیان ۴/۱۶۳

(۳) وفیات الاعیان ۴/۱۶۴ و مرآۃ الجنان ۲/۱۴

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۵ (۵) ایضاً ۲/۲۵۷

(۶) توالی التاسیس، ص:۸۵

مطالب نہیں جانتے تھے، امام شافعی نے معانی ان کے سامنے واضح کیے)(۱)۔ ایک دفعہ امام شافعی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: هذا رحمة من الله لامة محمد (یعنی آپ اللہ کی طرف سے امت محمدیہ کے لیے رحمت ہیں)(۲) ایک دفعہ امام احمد نے فرمایا: ما أعلم أحدًا أعظم منةً على الاسلام في زمن الشافعي من الشافعي (میرے علم میں نہیں کہ کسی نے امام شافعی کے زمانے میں امام شافعی سے بڑھ کر اسلام پر احسان کیا ہو) ۔ اس کو سن کر امام ابوزرعہ رازی نے فرمایا: سچ کہا امام احمد نے، پھر فرمایا: ما أعلم أحداً أعظم منةً على الاسلام في زمن الشافعي من الشافعي ولا أحداً ذب عن سنن رسول ﷺ مثل ما ذب الشافعي ولا أحداً كشف عن سوء ات القوم كشفه (میرے علم میں نہیں کہ کسی نے امام شافعی کے زمانے میں امام شافعی سے بڑھ کر اسلام پر احسان کیا ہو، اور نہ کسی ایسے شخص سے واقف ہوں جس نے امام شافعی کی طرح رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا دفاع کیا ہو، اور نہ کوئی ایسا شخص نظر میں ہے جس نے لوگوں کے عیوب و نقائص کو ان کی طرح کھول کر بیان کیا ہو یعنی ان کی علمی کمزوریوں کو آشکارا کیا ہو)(۳)

امام احمد اور اسحاق بن راہویہ مکے میں تھے امام شافعی کی مجلس لگی ہوئی تھی، اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد نے کہا کہ شافعی کی مجلس میں بیٹھو، میں نے کہا: ہم ان کی مجلس میں بیٹھ کر کیا کریں وہ تو لگ بھگ ہماری عمر کے ہیں، ابن عیینہ اور مقبری کو چھوڑ کر ہم یہاں بیٹھیں! امام احمد نے کہا افسوس تم پر! یہ باتیں چھوٹیں گی تو کبھی نہیں ملیں گی، اُن کی باتیں نہیں چھوٹیں گی یعنی وہ حدیثیں کسی اور سے معلوم کر سکتے ہیں(۴) اس سے واضح طور پر یہی بات فضل بزاز کے قصے میں آئی ہے کہ اگر سند عالی چھوٹ جائے تو سند سافل سے یہی حدیث حاصل کر سکتے ہیں، اس سے دین دنیا کا کوئی نقصان نہیں، لیکن اس نوجوان کی

---

(۱) تهذیب الاسماء واللغات ۱/ ۶۱

(۲) آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۴۳

(۳) مناقب الشافعی لأبي الحسن الأبري السجستاني، ص: ۹۳

(۴) آداب الشافعی ۴۳

باتیں چھوٹ گئیں تو اندیشہ ہے کہ قیامت تک پھر تم کو کبھی نہ ملیں، پھر فرمایا: ما رأیت أحدا أفقه فی کتاب الله من هذا الفتی القرشی یعنی محمد بن ادریس الشافعی (یعنی میں نے امام شافعی سے بڑھ کر قرآن کریم کو سمجھنے والا کسی کو نہیں دیکھا) (۱)

امام شافعی خچر پر سوار تھے، امام احمد ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، یحییٰ بن معین نے ملامت کی تو کہنے لگے آپ بھی دوسری طرف آیئے، فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ احمد نے فرمایا: من اراد الفقه فلیشم ذنب هذه البغلة (یعنی جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہو وہ اس خچر کی دم سونگھے) (۲) اور ابوبکر مروزی امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: اذا جاء ت مسئلة لیس فیها اثر فأفت فیها بقول الشافعی (۳) جب کوئی مسئلہ پیش آئے اور اس میں کوئی اثر: حدیث نبوی یا کسی صحابی کا قول نہ ہو تو امام شافعی کے قول کے مطابق فتوی دو)

یہ معاصرین کے اعترافات کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، ان کے اور دیگر قریب العہد علماء کے مزید اعترافات کا تذکرہ اگلی فصل اور خاص طور پر اگلے باب میں علم کے مختلف گوشوں میں مہارت کے ضمن میں آرہا ہے۔

---

(۱) ایضا، ص: ۴۵، نیز حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۸

(۲) مناقب البیہقی ۲/ ۲۵۳

(۳) ایضا ۲/ ۲۵۸

دوسری فصل

تصنیفات کی کثرت وعظمت

تصنیفات کسی بھی علمی شخصیت کی عظمت کی تعیین میں مدد دیتی ہے، تصنیفات کی کثرت سے اس کے وفورِ علم کا اشارہ ملتا ہے، تو ان کی وقعت اور قدر و قیمت اس کی رفعتِ شان اور بلندیِ مقام کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے، ان دونوں حیثیتوں سے امام شافعی بہت اونچی چوٹی پر نظر آتے ہیں۔ امام شافعی نے بہت کم عمر پائی، صرف چون سال کی عمر میں انھوں نے انتقال کیا، مگر اس کے باوجود سو سے زیادہ کتابیں چھوڑیں۔ ابن زولاق (حسن بن ابراہیم المتوفی ۳۸۷ھ) کے بقول امام شافعی نے تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں (۱)۔

ابن الندیم نے امام شافعی کی ایک سو چھ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (الفہرست، ص: ۴۴۲-۴۴۵) اور یاقوت نے ایک سو تیں کتابوں کا ذکر کیا ہے (۲)۔

امام نووی نے قاضی حسین مروزی (وفات: ۴۶۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے تفسیر، فقہ، ادب اور دوسرے موضوعات پر ایک سو تیرہ کتابیں لکھیں (۳)۔

فواد سزگین نے لکھا ہے کہ امام شافعی کی کتابوں کی تعداد ۱۱۳ سے ۱۴۰ کے درمیان ہے، پھر انھوں نے کتاب الام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ امام شافعی کی نو کتابوں کا مجموعہ ہے جس کو امام شافعی کے شاگرد اور جانشین بویطی نے جمع کیا تھا۔ پھر انھوں نے ان

---

(۱) شذرات الذہب ۳/۲۱

(۲) معجم الادباء ۱۷/۳۲۴-۳۲۷

(۳) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۵۳

کا ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ متعدد کتابوں کے نام لکھے ہیں جن کا ذکر ابن ندیم اور یاقوت کے یہاں نہیں ہے (۱)۔

اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ اکثر کتابیں سخت بیماری کے عالم میں مصر کے آخری چار سالہ قیام کے دوران میں لکھیں۔ مشہور شاگرد اور خادم سلیمان بن ربیع مرادی کہتے ہیں: امام شافعی نے یہاں مصر میں چار سال قیام کے دوران ڈیڑھ ہزار ورق املا کرائے، دو ہزار اوراق میں کتاب الام لکھی۔ ان کے علاوہ کتاب السنن اور دوسری بہت سی چیزیں لکھیں، یہ سب چار سال میں ہوا، جب کہ شدید بیمار تھے۔ بسا اوقات سوار ہونے کی حالت میں (بواسیر کی وجہ سے) اتنا خون نکلتا کہ پائجامہ اور موزے تک بھر جاتے (۲)۔

لوگوں کو تعجب ہوتا کہ اتنی کم عمری میں اس قدر کتابیں کیسے لکھیں! امام اسحاق بن راہویہ کے صاحبزادے محمد کہتے ہیں: والد صاحب سے سوال کیا گیا کہ امام شافعی نے اتنی کتابیں کیسے لکھیں جب کہ ان کی عمر زیادہ نہیں ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا کہ کم عمری کی وجہ سے اللہ نے ان کو پہلے ہی عقل عطا کی تھی (۳)۔

یعنی کم عمر ان کے لیے مقدر تھی تو اللہ نے پہلے ہی ان سے وہ کام لیے جن کے لیے بڑی عقل وفہم اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام شافعی کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی فقہ اور اصول کی کتابیں خود لکھیں، جہاں تک امام شافعی کی کتابوں کی عظمت و وقعت اور قدر و قیمت کا تعلق ہے، بڑے بڑے علماء محدثین وفقہاء وادباء نے بہت زیادہ اس کا اعتراف کیا ہے، الرسالہ کے سلسلے میں امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی بات ابھی گزری، یحییٰ بن سعید قطان بھی اس کو پڑھ کر بہت متاثر ہوئے تھے۔ (۴) امام شافعی کے مشہور شاگرد امام مزنی جو خود مجتہد مطلق تھے،

---

(۱) دیکھیے تاریخ التراث العربی ۳/۱/ص ۱۸۳-۱۹۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۹۱ وتوالی التاسیس ص: ۱۷۷

(۳) مناقب الشافعی ۱/۲۵۸

(۴) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۴۳

فرماتے ہیں: پچاس سال سے میں امام شافعی کی الرسالۃ دیکھ رہا ہوں، میں نہیں جانتا کہ جب بھی میں نے اس کو دیکھا ہے کوئی نیا فائدہ مجھے اس سے حاصل نہ ہوا ہو (۱) نیز فرماتے ہیں: میں نے پانچ سو دفعہ کتاب الرسالۃ کا مطالعہ کیا، ہر دفعہ مجھے اس سے کوئی نئی بات معلوم ہوئی جو اس سے پہلے مطالعے میں معلوم نہیں ہوئی تھی (۲)۔ امام احمد امام شافعی کی کتابوں میں سب سے زیادہ اس کو اہمیت دیتے تھے۔

کتاب الام ایسی کتاب ہے جو اصلاً ہے تو فقہ کی کتاب، لیکن حدیث کی کتابوں میں بھی اس کا شمار کیا جاتا ہے، چناں چہ کتانی نے کتب مرتبۃ علی الابواب الفقھیۃ کے تحت اس کا تذکرہ کیا ہے (۳)، اور اہل ادب نے اس کی فصاحت و بلاغت کی بھی بڑی داد دی ہے، عہد حاضر کے مشہور صاحب طرز عربی ادیب شیخ علی طنطاوی نے ادبی لحاظ سے کتاب الام کو طالب علم کے لیے حریری اور صاحب ابن عباد کی کتابوں سے زیادہ مفید بتایا ہے (۴) علی بن المدینی امام شافعی کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتے تھے، کبھی کوئی مسئلہ پوچھتا تو کہتے علیکم بکتب الشافعی (یعنی امام شافعی کی کتابیں دیکھو) (۵) اور اپنے بیٹے کو خاص طور پر اس کی تاکید کی تھی، ان کے بیٹے محمد کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھ سے کہا: لا تترك للشافعي حرفاً واحداً الا كتبته ، فان فيه معرفة (امام شافعی کا ایک حرف بھی مت چھوڑنا، ضرور لکھ لینا، اس لیے کہ اس میں بڑا علم ہے) (٦) اور بعض روایتوں کے مطابق خود علی بن المدینی نے اپنے بارے میں یہ بات کہی: انی لا أترك للشافعی حرفاً واحدا الا كتبته، فان فيه معرفة (۷) اور امام

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للآبری، ص: ۱۱۴، مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۳٦

(۲) مناقب للبیہقی ۱/ ۲۳٦

(۳) دیکھیے الکتب المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ ص: ۴۱

(۴) دیکھیے مولانا علی میاں کی کتاب المسلمون فی الهند کا مقدمہ، نیز مختارات کے شروع میں بھی اس کو شامل کیا گیا ہے

(۵) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳٦۹

(٦) ایضاً نیز مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۴۸

(۷) مناقب الشافعی ۱/ ۲۷۰، توالی التاسیس ص: ۸۷

احمد خود تو امام شافعی کی کتابیں دیکھتے ہی تھے، اس کے ساتھ ساتھ بار بار اپنے شاگردوں کو بھی امام شافعی کی کتابیں دیکھنے اور ان سے علم حاصل کرنے پر ابھارتے تھے (۱) یہاں تک فرمایا: جب سے کتابیں لکھی جارہی ہیں امام شافعی سے بڑھ کر اتباع سنت کی حامل کتابیں کسی نے نہیں لکھیں (۲) نیز فرماتے ہیں: صاحب حدیث لایستغني عن کتب الشافعي یعنی حدیث سے اشتغال رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے بے نیاز رہ نہیں سکتا (۳)۔ اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: صاحب الحدیث لا یشبع من کتب الشافعي (حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے سیر نہیں ہوسکتا یعنی ہمیشہ اس کو ان کی ضرورت رہتی ہے) (۴)۔

امام اسحٰق بن راھویہ نے امام احمد کو لکھا کہ امام شافعی کی کتابیں مجھے بھیج دیں جن سے میرا کام چلے تو انھوں نے "الرسالۃ" بھیج دی (۵) وہ یہاں تک امام شافعی کی کتابوں کے گرویدہ تھے کہ مرو میں ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے پاس امام شافعی کی کتابیں تھیں، اس کی بیوہ سے اسحاق بن راھویہ نے صرف اس وجہ سے شادی کی کہ امام شافعی کی کتابیں مل جائیں گی (۶) وہ یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر لوگ امام شافعی کی کتابوں سے واقف ہو جائیں تو ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ چناں چہ ابو اسماعیل ترمذی جو ایک بڑے درجے کے محدث ہیں، ابوداود ترمذی اور نسائی کے مشائخ میں ہیں، وہ نیساپور تشریف لائے، ان کے ساتھ امام شافعی کی کتابیں تھیں، تو اسحاق بن راھویہ نے ان سے درخواست کی کہ جب تک آپ نیساپور میں رہیں امام شافعی کی کتابوں کے حوالے سے کوئی بات بیان نہ کریں۔

---

(۱) مثلاً دیکھیے الجرح والتعدیل ۷/۲۰۴، وآداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۴۵-۴۶

(۲) آداب الشافعی، ص: ۴۶

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۶۸

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۵۷، نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۶۴، وتھذیب الاسماء واللغات ۱/ ۶۱

(۵) الجرح والتعدیل ۷/ ۲۰۴

(۶) آداب الشافعی ص ۴۸-۴۹، وحلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۰۲، وتاریخ دمشق ۵۱/ ۳۶۹

چناں چہ انھوں نے ان کی بات مانی، اور جب تک وہاں رہے امام شافعی کی کتابوں کا ذکر نہ کیا (۱) وہ امام شافعی کی کتابیں پڑھ کر اتنے متاثر ہوے کہ فرماتے ہیں: ما تکلم أحد بالرأی وذکر الثوری والاوزاعی ومالکاً وأباحنیفة الا والشافعی أکثر اتباعا وأقل خطأ منه) (۲) (جس نے بھی قیاس اور اجتہاد کے میدان میں قدم رکھا (پھر انھوں نے امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا ذکر کیا) ان سب میں امام شافعی سب سے زیادہ سنت پر قائم اور غلطیوں سے دور رہے) ایک دفعہ ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس طرح اپنے تاثر کا اظہار کیا کہ امام شافعی امت کے چیدہ علماء میں سے ہیں (۳) امام اسحاق بن راہویہ کے امام شافعی کی کتابوں سے تاثر اور ان کے نزدیک اس کی اہمیت کے اور بھی واقعات ہیں جن کو ہم اختصاراً ترک کر رہے ہیں۔

جاحظ جیسے متعدد علوم کے ماہر اور امام ادب کا کہنا ہے: نظرت فی کتب هؤلاء النبغة الذین نبغوا فلم أر أحسن تألیفا من المطلبی کأن فاه ینظم درًا الی در (میں نے ان ماہرین فن اور اصحاب کمال کی کتابیں دیکھیں، مگر مجھے امام شافعی سے اچھا لکھنے والا کوئی نظر نہیں آیا، گویا ان کے منھ سے موتی جھڑتے ہیں) (۴) ابومنصور ازہری جو فقہ کے ماہر اور امامِ لغت ہیں، فرماتے ہیں: عکفت علی المولفات التی ألفها فقهاء الأمصار فألفیت الشافعی أغزرهم علماً، وأفصحهم لساناً، وأوسعهم خاطرًا (میں نے فقہاء کی لکھی ہوئی کتابوں کے مطالعے سے اشتغال رکھا ان میں میں نے امام شافعی کو سب سے زیادہ ذی علم، سب سے زیادہ فصیح اور سب سے زیادہ وسیع الذہن پایا) (۵) حوثرہ بن محمد

---

(۱) ایضاً

(۲) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ٦٧

(۳) مناقب الشافعی ۱/ ۲٦۵

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲٦۱

(۵) توالی التاسیس، ص: ۱۰۴، ازہری کی پوری عبارت آگے ان کی کتاب کے حوالے سے آ رہی ہے، یہاں حافظ ابن حجر نے ان کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے، ہمارا مقصود یہاں اسی سے تھا اس لیے اسی کو ہم نے نقل کر دیا

البصری (م ۲۵۶ھ) جو ابن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ کے شاگرد اور ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں، انھوں نے بہت بڑی بات کہی، انھوں نے کہا:

تتبين السنة في الرجل بشيئين حب أحمد بن حنبل و كتابة كتب الشافعي

(کسی کا اہل سنت میں سے ہونا دو چیزوں سے معلوم ہوتا ہے، امام احمد سے محبت رکھنا اور امام شافعی کی کتابوں کو لکھنا) (۱)۔

---

(۱) الانتقاء، ص: ۸۹ و مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۷۱

تیسری فصل

شاگردان باکمال

جس طرح تصنیف کسی شخص کو زندگی بخشتی ہے اور اس کو ذکرِ دوام عطا کرتی ہے، اسی طرح شاگردان باکمال کا وجود بھی اس کو زندۂ جاوید بنانے میں اہم کردار عطا کرتا ہے۔ دسیوں مثالیں اس کی پیش کی جاسکتی ہیں، بسا اوقات شاگردوں کی بے توجہی یا کوتاہی استاد کی شخصیت پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اس کی حقیقی عظمت کو اجاگر ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کی بہت واضح مثال فقیہ مصر امام لیث بن سعد مصری (وفات: ۱۷۵ھ) کی شخصیت ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: الليث افقه من مالك الا أن اصحابه لم يقوموا به (لیث، مالک سے بڑے فقیہ تھے، تاہم ان کے شاگردوں نے ان کا حق ادا نہیں کیا)(۱) امام شافعی کا یہ قول اس طرح بھی نقل کیا گیا ہے ضيعه أصحابه(۲) یعنی ان کے شاگردوں انھیں ضائع کیا۔

امام شافعی کے ساتھ جو اللہ کے خصوصی معاملات ہوئے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے نہایت لائق وفائق شاگردان کو مہیا کیے۔ ان کے کل ایک سو چونسٹھ شاگردوں اور ان سے روایت کرنے والوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جن کا حافظ ابن حجر نے حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ تذکرہ کیا ہے(۳) ان میں بارہ پندرہ وہ ہیں جو امام شافعی کی صحبت

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۵۲۴/۱

(۲) الرحمة الغيثية في الترجمة الليثية، ص: ۶

(۳) دیکھیے توالی التأسیس ص: ۱۵۸-۱۷۶

میں زیادہ رہے، اوران سے بہت فائدہ اٹھایا اور اصحاب شافعی سے معروف ہوئے۔ ان میں قابل ذکر:

امام احمد بن حنبل (وفات: ۲۴۱ھ)

حمیدی: عبداللہ بن زبیر القرشی (وفات: ۲۱۹ھ)

بویطی: یوسف بن یحییٰ ابو یعقوب (وفات: ۲۳۱ھ)

محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (وفات: ۲۶۸ھ)

ابوثور: ابراہیم بن خالد الکلبی البغدادی (وفات: ۲۴۰ھ)

مزنی: اسماعیل بن یحییٰ ابو ابراہیم (وفات: ۲۶۴ھ)

ربیع بن سلیمان المرادی (وفات: ۲۷۰ھ)

ربیع بن سلیمان الجیزی (وفات: ۲۵۶ھ)

سلیمان بن داود القرشی الهاشمی (وفات ۲۱۹ یا ۲۲۰ھ)

زعفرانی: حسن بن محمد (وفات: ۲۶۰ھ)

کرابیسی: حسین بن علی (وفات: ۲۴۸ھ)

حرملہ بن یحییٰ (وفات: ۲۴۳ھ)

ابوالولید بن الجارود (وفات نامعلوم)

حارث بن سریج النقّال (وفات: ۲۳۶ھ)

یہ امام شافعی کے وہ شاگرد ہیں، جن سے امام شافعی کے علوم منتقل ہوئے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں جن کے فضل وکمال کو زمانے نے تسلیم کیا اور جن کا زمانے پر ایک اثر رہا۔ اتنی بڑی تعداد میں ایسے باکمال شاگرد کسی کو میسر نہیں آئے، اور یہ ہماری بات نہیں کہ کوئی اس کو عقیدت پر محمول کرے بلکہ اُسی زمانے کے اہل علم کو اس کا احساس تھا، چناں چہ امام اہل ظاہر داود بن علی الاصفہانی (وفات: ۲۷۰ھ) جو امام شافعی کے بیک واسطہ شاگرد ہیں، اور داود ظاہری کے نام سے مشہور ہیں، انھوں نے امام شافعی کی خصوصیات اور کارناموں کا ذکر

کرتے ہوئے ایسے شاگردوں کی فراہمی کو بھی ان کی خصوصیات میں شمار کیا ہے اور ان میں سے اکثر حضرات کا نام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ولم یتفق لاحد من العلماء و الفقهاء من الأصحاب ما اتفق له (یعنی کسی بھی عالم اور فقیہ کو ایسے شاگرد میسر نہیں آئے جو امام شافعی کو میسر آئے) (۱)۔

ان میں امام احمد کو تو پوری دنیا جانتی ہے، مجتہد مطلق اور مستقل صاحب مذہب ہیں، جن کی امامت پر پوری دنیا متفق ہے، وہ ان چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کا مذہب آج دنیا میں رائج ہے۔

ان کے علاوہ ابوثور، مزنی اور بویطی کم سے کم تین ایسے اصحاب ہیں جن کو مجتہد قرار دیا گیا ہے۔

ابوثور کی امامت وفقاہت کے امام احمد بھی قائل تھے، کوئی مسئلہ پوچھتا تو کبھی کہتے ابوثور سے پوچھو (۲) کبھی فرماتے وہ میرے نزدیک سفیان ثوری کے درجے کے ہیں (۳) وہ مجتہد مطلق تھے ابن منذر وغیرہ ان کی منفرد اٰراء مجتہد مطلق کی حیثیت سے نقل کرتے ہیں۔

مزنی کی حیثیت بھی مجتہد مطلق کی تھی (۴) امام شافعی نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: المزنی ناصر مذهبی (۵)

نیز ان کی ذہانت، دلائل کی مضبوطی اور قوت مناظرہ کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا تھا: لو ناظره الشیطان لغلبه (یعنی اگر شیطان بھی ان سے مناظرہ کرے تو اس کو خاموش کر دیں) (۶)۔

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۳۲۵

(۲) تاریخ بغداد ۶/ ٦٧

(۳) وفیات الاعیان ۱/ ۲٦، طبقات الشافعیہ للسبکی ۲/ ۴۷

(۴) دیکھیے طبقات الشافعیہ لاسنوی، ۱/ ۲۸

(۵) وفیات الأعیان ۱/ ۲۱۷، طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی ۲/ ۹۴

(٦) طبقات السبکی ۲/ ۹۳

بویطی بھی ایک بڑے درجے کے فقیہ مجتہد ہیں، وہ امام شافعی کے جانشین اور ان کا حلقۂ درس سنبھالنے والے تھے، امام شافعی کو ان پر بڑا اعتماد تھا، بہت ایسا ہوتا کہ امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو بویطی کی طرف محول کرتے، کبھی فرماتے ”ھذا لسانی“ (یہ میری زبان ہیں) یعنی یہ وہی بات کہیں گے جو میں کہتا (۱) امام شافعی نے اپنی زندگی ہی میں ان کو اپنا جانشین مقرر کر لیا تھا اور فرمایا تھا: میری جگہ بیٹھنے کا ان سے زیادہ کوئی مستحق نہیں، نہ میرے اصحاب میں کوئی ان سے زیادہ علم والا ہے (۲)۔

ان کے علاوہ یہ تمام اصحاب، علم وفضل میں بہت ممتاز تھے، بالخصوص حمیدی جو امام بخاری کے اجل مشائخ میں سے ہیں، امام بخاری نے اپنی کتاب میں سب سے پہلی حدیث انھی سے روایت کی ہے۔ حدیث میں وہ امامت کے درجے پر فائز تھے، اسی طرح فقہ میں نمایاں مقام کے حامل تھے، ان کے فقہی مقام کا اندزہ اسی سے لگا سکتے ہیں کہ امام بخاری نے فقہ ان سے حاصل کی (۳) اپنے زمانے میں حجاز میں ان کی کم وبیش وہی حیثیت تھی جو امام احمد کی عراق میں تھی، چناں چہ حاکم کا قول ہے: الحميدي مفتي أهل مكة و محدثهم، و هو لأهل الحجاز في السنة كأحمد بن حنبل في العراق (٤).

اسی طرح سلیمان بن ربیع مرادی بڑے درجے کے محدث اور فقیہ تھے، امام شافعی کے تلامذہ میں سب سے زیادہ عمر انھوں نے پائی، امام شافعی کے بعد چھیاسٹھ (٦٦) سال زندہ رہ کر وہ امام شافعی کے علوم کی اشاعت کرتے رہے، لوگ امام شافعی کی کتابیں سننے کے لیے دور دور سے سفر کر کے ان کے پاس آتے تھے (۵)۔ بسا اوقات نو سو سواریاں ان کے دروازے پر ہوتیں، یہ سب لوگ امام شافعی کی کتابیں سننے کے لیے حاضر

---

(۱) آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص: ۲۱۰

(۲) طبقات الفقہاء للشیرازی، ص: ۱۱۰، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۳۳۷-۳۳۸

(۳) دیکھیے طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی ۲/ ۲۱۴

(۴) طبقات الشافعیۃ للسبکی ۲/ ۱۴۱

(۵) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۳۵۹ والانتقاء، ص: ۱۷۴

ہوتے تھے(۱)۔

حرملہ، فقہ کے ساتھ بڑے درجے کے محدث بھی تھے، امام مسلم اور ابن ماجہ کے شیوخ میں سے ہیں، مسلم نے دسیوں روایتیں ان سے وروایت کی ہیں، ذھبی نے ان کو راویة ابن وھب اور من اوعیة العلم کے لقب سے ذکر کیا ہے(۲)۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، بہت بڑے درجے کے عالم وفقیہ تھے، مفتی مصر تھے، ابن خزیمہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ما رایت فی فقھاء الاسلام اعرف بأقاویل الصحابة والتابعین منه من محمد بن عبد اللّٰه بن عبدالحکم(۳) اگرچہ امام شافعی کے بعد وہ خاص وجہ سے اپنے ابائی مسلک مالکی کی طرف لوٹ گئے تھے تاہم وہ ہمیشہ امام شافعی کو دوسرے بڑے بڑے مالکی فقہاء پر ترجیح دیتے رہے اور ان کے علوم کی اشاعت کرتے رہے(۴)۔

سلیمان بن داود بڑے فاضل اور عقل ومتانت میں بہت ممتاز تھے، خود امام شافعی فرماتے تھے: ما رایت اعقل من ھذین الرجلین سلیمان بن داود و احمد بن حنبل۔ امام احمد کے اس قول سے ان کے مقام ومرتبے کا اندازہ ہوسکتا ہے، فرماتے ہیں: اگر مجھ سے کہا جائے کی امت کے لیے کسی ایک آدمی کو خلافت کے لیے منتخب کروں تو میں سلیمان بن داود کا نام پیش کروں گا(۵)۔

زعفرانی اور کرابیسی حدیث اور فقہ میں نمایاں مقام کے حامل رہے، اور عرصۂ دراز تک علم ودین کی خدمت کرتے رہے۔

شاہ ولی اللہ نے فقہ شافعی کی خصوصیات اور امتیاز کے ضمن میں ان کے ان اولین شاگردان باکمال کا عمومی تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: وکان أوائل أصحابه مجتھدین بالاجتھاد المطلق (امام شافعی کے اولین اصحاب، اجتہاد مطلق کے منصب پر فائز تھے)(۶)۔

---

(۱) تھذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۸، بعض کتابوں میں تسعماۃ کے بجائے سبعماۃ ہے یعنی سات سو (دیکھیے المجموع ۱/ سبع اور تسع میں تصحیف کا بہت امکان ہے۔

(۲) الکاشف

(۳) تھذیب الکمال ۲۵/ ۴۹۹

(۴) مناب الشافعی للبیہقی ۲/ ۳۴۱-۳۴۴

(۵) طبقات الشافعیہ الکبری ۲/ ۱۳۹

(۶) الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف ص: ۸۵

چوتھی فصل

بعد کے علماء کی طرف سے ان کے افکار ونظریات اور آرا کی پذیرائی

حنفی مسلک کے پھیلنے کے بعض اسباب

فقہ حنفی کو عباسی حکومت کی سرپرستی حاصل ہوئی اور اس کے زیر سایہ اس کو آگے بڑھنے کا موقع ملا، عباسی حکومت کے تحت دور دراز علاقوں تک میں قاضی مقرر کیے جاتے تھے، اس لیے عوام کے لیے اس کو قبول کرنے کی مجبوری تھی، لہذا طبعاً بڑی تعداد میں لوگ حنفی مسلک کے پیرو ہوئے؛ فقہ مالکی کو بھی ان ہی علاقوں میں پھیلنے پھولنے کا موقع ملا جہاں حکومت نے ان کے لیے اپنا دامن وسیع کیا اور آج بھی وہ انھی علاقوں میں محدود ہے۔

فقہ شافعی کا فروغ اور اس کے متبعین کی کثرت

فقہ شافعی کو عموماً اس طرح کے مواقع حاصل نہیں ہوئے لیکن نقل وعقل کی بھرپور جامعیت اور قوت استدلال کے تحت اس کو ترقی ہوتی گئی، اور اس کے پیروکار فقہ حنفی کے متبعین کے قریب قریب پہنچ گئے (۱)۔

اگرچہ عام خیال یہ ہے کہ دنیا میں فقہ حنفی کے متبعین سب سے زیادہ ہیں (۲)

---

(۱) ابن خلدون نے لکھا ہے: وقاسموا الحنفیۃ فی الفتوی والتدریس فی جمیع الامصار (مقدمہ ابن خلدون ۳/۹۵۳

(۲) اگر ایسا ہے تو تعجب کی کوئی بات نہیں اس لیے کہ اس کے سیاسی اسباب تھے جس کا مختصراً ذکر اوپر آچکا ہے

لیکن عصر حاضر کے ایک بہت مشہور اور جہاں دیدہ عالم اور بڑے فقیہ دکتور وھبہ الزحیلی کا کہنا کہ فقہ شافعی کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا، اور دنیا میں فقہ شافعی کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔ پھر انہوں نے اس کے متعدد دلائل پیش کیے ہیں (۱)۔

علماء کی اکثریت کی مسلک شافعی سے وابستگی۔ شاہ ولی اللہ کا اعتراف حق

علماء کی اکثریت ہمیشہ فقہ شافعی سے وابستہ رہی، یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے چاروں مذاہب کی خصوصیات کے ضمن میں مذہب شافعی کی خصوصیت اور امتیاز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے وأما مذهب الشافعي فأكثر المذاهب مجتهداً مطلقاًمجتهداً في المذهب، وأكثر المذاهب أصولياً و متكلماً، و أو فرها مفسراً للقرآن و شارحاً للحديث، وأشدها اسناداً و رواية……… وكل ذلك لا يخفى على من مارس المذاهب واشتغل بها(٢).

(جہاں تک امام شافعیؒ کے مسلک کا تعلق ہے تو سب سے زیادہ مجتهد مطلق اور مجتهد فی المذهب اسی مسلک میں ہوئے ہیں، اصول فقہ کے ماہرین اور متکلمین اسلام بھی

---

(۱) دیکھیے الفقہ الشافعی المیسر ۱/۶۰ وبعد

(۲) الانصاف في بيان أسباب الاختلاف، ص: ۸۵، اور اس سے پہلے حنفی اور مالکی مسلک کے متعلق مجتہدین اور امام احمدؒ کے مذہب کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وانقرض المجتهد المطلق المنتسب في مذهب الإمام أبي حنيفة بعد المائة الثالثة، وذلك لأنه لايكون إلا محدثاً جهبذاً، واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديماً وحديثاً؛ وإنما كان فيه المجتهدون في المذهب، وهذا الاجتهاد أراد من قال أدنى الشروط للمجتهد: حفظ المبسوط. وقل المجتهد المنتسب في مذهب مالك، وكل من كان منهم بهذه المنزلة فإنه لا يعد تفرده وجهاً في المذهب: كأبي عمر المعروف بابن عبدالبر والقاضي أبي بكر بن العربي. وأما مذهب أحمد فكان قليلاً قديماً وحديثاً، وكان فيه المجتهدون طبقة بعد طبقة، إلى أن انقرض في المائة التاسعة، واضمحل المذهب في أكثر البلاد، اللهم إلا ناس قليلون بمصر وبغداد. ومنزلة مذهب أحمد من مذهب الشافعي منزلة مذهب أبي يوسف ومحمد من مذهب أبي حنيفة، إلا أن مذهبه لم يجمع في التدوين مع مذهب الشافعي، كما دون مذهبهما مع مذهب أبي حنيفة؛ فلذلك لم يعدا مذهباً واحداً فيما ترى، والله أعلم.

سب سے زیادہ اسی مسلک میں نظر آتے ہیں، قرآن کریم کے مفسرین اور حدیث کے شارحین بھی سب سے زیادہ اسی مسلک کے ماننے والوں میں ہوئے ہیں اور روایت حدیث واسناد سے تعلق رکھنے والے بھی یہیں سب سے زیادہ ہوئے ہیں، جو بھی مسالک کی تاریخ سے گہری واقفیت رکھتا ہے اس سے یہ باتیں مخفی نہیں ہیں)

اس بات کے پیش نظر ہم نے علمائے اسلام میں امام شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء کا تناسب جاننے کی کوشش کی۔ ناتمام تجزیے سے جو باتیں سامنے آئیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

مسلک شافعی سے وابستہ محدثین کا تناسب

جہاں تک مفسرین کا تعلق ہے تو ہم نے داودی (شمس الدین محمد بن علی الداودی المالکی المصری المتوفی ٩٤٥ھ) کی کتاب طبقات المفسرین کے ذریعے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ اس میں دسویں صدی ہجری کے اوائل تک کے ٧٠٤ مفسرین کا تذکرہ ہے جن میں ٣٤١ مفسرین کے مسلک کی انھوں نے صراحت کی ہے یا کسی ذریعے سے علم ہمیں ہوسکا، ان میں ٦٤ حنفی، ٨٢ مالکی اور ١٥٥ شافعی اور ٤٠ حنبلی مسلک سے تعلق رکھنے والے مفسرین ہیں۔

مسلک شافعی سے وابستہ محدثین کا تناسب

محدثین کے لیے ہم نے امام سیوطی (جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ٩١١ھ) کی کتاب طبقات الحفاظ سے رجوع کیا، ان میں نویں صدی کے وسط تک کے کل: ١١٨٨ حفاظِ حدیث کا تذکرہ ہے، ابتدائی تین سو حفاظ حدیث اس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں جب مسالک کی طرف انتساب کی بات عام نہیں ہوئی تھی اور ابھی مسالکِ فقہ تدوین کے مراحل سے گزر رہے تھے، بقیہ تقریباً نو سو حفاظِ حدیث میں ایک سو پچاسی حفاظ حدیث کے مسالک اربعہ میں سے کسی متعین مسلک کی طرف انتساب کا علم ہوسکا (١)۔ ان

---

(١) سیوطی کی تصریح سے یا حاشیے میں دیے ہوئے مصادر کے اشارے سے۔

میں دس حنفی، تینتیس مالکی، ایک سو آٹھ شافعی اور چونتیس حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسلک شافعی سے تعلق رکھنے والے مجتہدین کی کثرت (۱)

اسی طرح دوسرے علوم کا حال ہے، اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے۔

اپنا مسلک تبدیل کر کے شافعی مسلک اختیار کرنے والوں کا تناسب

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مختلف اوقات میں مذاہب اربعہ سے وابستہ علماء نے ایک مسلک چھوڑ کر دوسرا مسلک اپنایا۔ تاریخ وسیر اور تراجم وطبقات کی کتابوں کی ورق گردانی اور تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو سو کے قریب علماء نے تاریخ کے مختلف ادوار میں واضح طور پر اپنا مسلک تبدیل کیا (۲)۔ ان میں سو کے قریب علماء وہ ہیں جنھوں دوسرے مسالک چھوڑ کر شافعیت اختیار کی تھی، بقیہ تعداد تینوں مسالک اختیار کرنے والوں میں بٹی ہوئی ہے۔ عموماً علمی تحقیق اس کا سبب رہی، اس سے قطع نظر ذاتی اغراض کا ہونا بھی بعید نہیں۔

اپنا مسلک ترک کر کے شافعی مسلک اختیار کرنے والے علماء

اور یہ واقعہ ہے کہ اپنا مسلک چھوڑ کر شافعی مسلک اختیار کرنے والوں میں علماے

---

(۱) فقہاء تو ہر مسلک میں کثرت سے ہوئے، لیکن مجتہدین سب سے زیادہ شافعی مسلک میں ہوئے ہیں۔ پانچویں صدی تک تقریباً ایک سو مجتہدین کا تذکرہ ملتا ہے (دکتور شیخ محمد حسن ھیتو نے الاجتہاد وطبقات مجتہدی الشافعیة (کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انھوں نے فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے چوراسی (۸۴) مجتہدین کا تذکرہ کیا ہے، جن کا سنہ وفات معلوم ہے ان میں ان کے بیان کے مطابق آخری مجتہد ابو خلف الطبری ہیں، جن کا ۴۸۰ھ میں انتقال ہوا، قابل ذکر ہے کہ ان میں امام غزالی (م ۵۰۵ھ) بھی شامل نہیں ہیں، چہ جائے کہ رافعی (م ۶۲۳ھ) اور نووی (م ۶۷۶ھ) کا ذکر ہو، اگر آگے تک کا جائزہ لیا جائے تو ان مجتہدین کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۲) شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید نے اس سلسلے میں ایک کتاب لکھی ہے العلماء الذین تحولوا من مذھب الی اخر و اسباب التحول (الطبعة الاولی ۱۴۰۵ھ الریاض) اس میں انھوں نے ۱۱۹ ایسے افراد کا ذکر کیا ہے، پھر انھوں نے اس میں خاصا اضافہ کر کے ۲۵۸ تک یہ تعداد پہنچائی اور اپنی کتاب النظائر میں اس کو شامل کیا (النظائر (ص: ۱۷۰-۱۷۱) دار العاصمہ، الریاض، الطبعة الاولی ۱۴۱۳ھ) انھوں نے فقہی اور عقائدی دونوں لحاظ سے تبدیلی مذہب کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے، جن میں فقہی مسلک تبدیل کرنے والے تقریباً دو سو افراد ہیں، ان کے بیان کردہ افراد کے علاوہ چند اور نام بھی تاریخ میں ملتے ہیں۔

کبار کی تعداد دوسرے مسالک اختیار کرنے والوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے، ان میں تینوں مسالک کے علاوہ ظاہری مذھب ترک کر کے شافعیت اختیار کرنے والے بھی شامل ہیں۔ جن میں بہت بڑے اور نہایت مشہور علماء میں ابو ثور (م ۲۴۰ھ) ابو علی کرابیسی (م ۲۴۵ھ) ابو حیان توحیدی (م ۴۱۴ھ) خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) ابو المظفر السمعانی (م ۴۸۹ھ) سیف الدین آمدی (م ۶۳۱ھ) علم الدین السخاوی (م ۶۴۳ھ) زکی الدین عبد العظیم المنذری (م ۶۵۶ھ) ابن مالک الاندلسی النحوی (م ۶۷۲ھ) ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) ابو حیان الاندلسی المفسر (م ۷۴۵ھ) ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) مقریزی (م ۸۴۵ھ) اور برھان الدین البقاعی (۸۸۵ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے امام شافعی کی فقہی بصیرت کی کہ اتنے بڑے علماء نے اپنے موروثی مسلک کو ترک کر کے ان کے مذہب کو اختیار کیا اور اس کو عقل و نقل کے زیادہ مطابق پایا۔

باب چہارم (۱)

علمی رسوخ، جامعیت اور وسعت

---

(۱) یہ دراصل باب سوم کی پانچویں فصل ہے، مگر یہ فصل خود متعدد فصلوں پر مشتمل ہے، اس لیے اس کو مستقل باب کی صورت دی گئی، جس کے تحت کئی فصلیں ہیں۔

تمہید

علمائے سلف کا علمی رسوخ

کبارِ علمائے اسلام اور بالخصوص ائمہ مجتہدین کے علمی رسوخ کے بارے میں کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، اسی علمی رسوخ اور کتاب وسنت کے تفقہ نے ان کو اس بلندی پر پہنچایا کہ دنیا ان کا لوہا ماننے پر مجبور ہوئی، اسی نے ان کو دوام بخشا اور حیات جاودانی عطا کی، اور اسی وجہ سے بجا طور پر امت ان پر فخر کرتی ہے۔

امام شافعی کے تین علمی امتیازات

لیکن ہمارے نزدیک تین چیزیں امام شافعی کو سب سے ممتاز کرتی ہیں:

پہلا امتیاز بچپن کی علمی مہارت

اول یہ کہ امام شافعی کے رسوخ اور کمال مہارت کا اظہار پہلے ہی دن سے ہونے لگا تھا، جب وہ مکتب میں پڑھتے تھے، تو استاد کی غیر موجودگی میں طلبہ کو پڑھانے لگے تھے، استاد نے یہ منظر دیکھ کر کہا تھا کہ اس بچے سے فیس لینا میرے لیے جائز نہیں (۱)۔

تیرہ سال کی عمر میں امام مالک نے کہا تھا ”ان یك احد یفلح فهذا الغلام“ (۲) (اگر کوئی کامیاب ہوسکتا ہے تو یہ بچہ ضرور کامیاب ہوگا) یعنی کامیابی ضرور اس بچے کے قدم چومے گی۔ امام شافعی کو خطاب کر کے یہ بھی فرمایا تھا کہ مستقبل میں تمھاری بڑی شان ہوگی۔ اور ایک دفعہ امام شافعی کے سوالات سے متاثر ہو کر فرمایا تھا، تمھیں

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۹۴/۱، وتاریخ دمشق ۲۸۵/۵۱

(۲) طبقات الفقہاء للشیرازی، ص: ٦١

تو قاضی ہونا چاہیے (۱) اس بات کو نقل کر کے ابن الاثیر جزری فرماتے ہیں: قضاءت اس زمانے میں سب سے اونچا مقام اور سب سے اعلیٰ مرتبہ تھا اور چند ہی لوگ اس کے لائق ہوتے تھے (۲)، پندرہ سال کی عمر میں مفتی مکہ شیخ حرم مسلم بن خالد زنجی نے فتوی دینے کی اجازت دی تھی (۳) امام ابن عیینہ، امام عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام یحییٰ بن سعید قطان کے اعترافات اس وقت کے ہیں جب امام شافعی نوجوان تھے (۴)۔

دوسرا امتیاز: تمام مراکز علم کا علم جمع کرنا

دوسرا امتیاز اس سلسلے میں امام شافعی کا یہ ہے کہ اس وقت عالم اسلام کے تمام مراکزِ علم کا علم جمع کرنے کے اللہ نے انھیں مواقع عطا فرمائے (اس وقت عالم اسلام کے پانچ علمی مراکز تھے: حجاز، عراق، مصر، شام اور یمن) اور یہ سب علم انھوں نے حاصل کیا، برخلاف دوسرے ائمہ کے، ان کو اس کے مواقع حاصل نہیں ہوئے۔ امام ابوحنیفہ کے اسفار عراق اور حجاز تک محدود رہے، امام مالک تو تحصیل علم کے لیے مدینے سے نکلے ہی نہیں، اس لیے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے علوم وہ حاصل نہ کر سکے، بلکہ حضرت ابن عباس کے علوم بھی ان تک منتقل نہ ہو سکے، موطا سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے (۵)۔ ہاں البتہ امام احمد نے تمام مراکز علم کا سفر کیا اور وہاں کے محدثین سے حدیثیں حاصل کیں لیکن ان کے بھی مصر جانے کا تذکرہ نہیں ملتا۔

مگر جہاں تک امام شافعی کا تعلق ہے، مکے اور مدینے میں ایک عرصہ گزار کر حجاز کا پورا علم حاصل کیا، پھر عراق جا کر اہل عراق کا سب علم حاصل کیا، اسی طرح مصر کا علم فقیہ مصر

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۰۱

(۲) مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر الجزری ص: ۱۱۹

(۳) بچپن میں علمی کمال کے سلسلے میں کچھ باتیں آگے فقہی مقام کے سلسلے میں آ رہی ہیں:

(۴) یہ اعترافات پیچھے گزر چکے ہیں۔

(۵) ہارون رشید نے حضرت علی اور حضرت ابن عباس کی روایتیں موطا میں کم ہونے کا سبب پوچھا تھا تو امام مالک نے جواب دیا: لم یکونا ببلدی ولم ألق رجالھما یعنی وہ دونوں حضرات ہمارے شہر میں نہیں تھے، نہ ان کے شاگردوں سے ہماری ملاقات ہو سکی۔ (دیکھیے شاہ ولی اللہ کی المصفی شرح الموطا کا مقدمہ ۱/۱۲۲)

امام لیث کے شاگردوں سے اور شام کا علم فقیہ اھل الشام امام اوزاعی کے شاگرد ابو حفص عمر بن ابی سلمہ التنیسی سے، اور یمن کا علم قاضی صنعاء ہشام بن یوسف وغیرہ سے حاصل کیا، اس طرح پورے عالم اسلام کا علم ان کے پاس جمع ہو گیا۔

خطیب بغدادی نے امام شافعی کے پورے عالم اسلام کے علوم حاصل کرنے کا ذکر ذرا تفصیل سے اور بہت خوب کیا ہے، ہم حواشی میں ضروری معلومات کے اضافے کے ساتھ یہ پورا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: مدینہ منورہ کا سب علم فقہاے سبعہ کے پاس سمٹ کر جمع ہو گیا تھا، اور فقہاے سبعہ یہ ہیں:

(۱) سعید بن المسیب (۲) عروۃ بن الزبیر (۳) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ [بن مسعود] (۴) ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام (۵) خارجۃ بن زید بن ثابت (۶) سلیمان بن یسار (۷) اور قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ (یہ سب بہت بڑے فقیہ تھے، فقہاے سبعہ سے یہی مراد ہوتے ہیں، البتہ بعض لوگوں نے ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ھشام کے بجاے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو اور بعض نے ان کے بجاے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن عوف کو اس میں شامل کیا ہے، بقیہ چھ میں اتفاق ہے) ان فقہاے سبعہ سے ان کا علم محمد بن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ بن عبد الرحمٰن (ربیعہ الرائی) اور ابو الزناد نے حاصل کیا، اور ان چاروں کا علم امام شافعی نے ان کے شاگردوں سے حاصل کیا۔

جہاں تک زہری کے علم کا تعلق ہے تو اس کو امام مالک، سفیان بن عیینہ، ابراہیم بن سعد، مسلم بن خالد زنجی اور اپنے چچا محمد بن علی بن شافع سے حاصل کیا، اور یحییٰ بن سعید، ربیعہ الرائی اور ابو الزناد، ان تینوں کا علم مالک اور سفیان بن عیینہ سے حاصل کیا (۱)۔

مدینہ منورہ کے فقہاء اور محدثین میں محمد بن عبد الرحمٰن بن اُبی ذئب بھی بہت نمایاں تھے، امام شافعی ان سے ملاقات نہ کر سکے (۲)، لیکن ان کا علم ان کے دو شاگردوں محمد بن اسماعیل بن اُبی فدیک اور عبد اللہ بن نافع الصائغ سے حاصل کیا۔

---

(۱) امام شافعی فرماتے ہیں: مالك وسفيان قرينان یعنی مالک اور سفیان برابر کے ہیں، نیز فرماتے ہیں: لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز یعنی اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا (دیکھیے آداب الشافعی، ص ۱۵۷)

(۲) اس لئے کہ امام شافعی کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

مکے کا سارا علم عطاء، طاوس، مجاہد، عمرو بن دینار اور ابن ابی ملیکہ کے پاس آ گیا تھا، امام شافعی نے عطا کا علم مکے میں ابن جریج کے شاگردوں: مسلم بن خالد، عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی روّاد اور سعید القداح سے حاصل کیا۔

اور یمن کا سفر کر کے قاضی صنعاء ہشام بن یوسف اور مطرف بن مازن سے علم حاصل کیا، یہ دونوں ابن جریج کے ممتاز تلامذہ میں تھے، اور ابن جریج نے براہ راست عطاء سے علم حاصل کیا تھا۔

جہاں تک طاوس اور مجاہد کا تعلق ہے تو ان دونوں کا علم ابن جریج کے پاس پہنچ گیا تھا، جس کو انھوں نے ابن طاوس، حسن بن مسلم بن ینّاق اور ابراہیم بن میسرہ سے حاصل کیا تھا، اسی طرح ابن عیینہ نے بھی ان دونوں کا علم ابن طاوس اور ابراہیم بن میسرہ سے حاصل کیا تھا، تو امام شافعی نے ابن جریج کا یہ سب علم ان کے مذکورہ شاگردوں سے حاصل کیا اور ابن عیینہ کے پاس بھی ان حضرات کا جو علم تھا حاصل کیا، اور ابن عیینہ سے عمرو بن دینار اور ابن ابی ملیکہ کا علم بھی حاصل کیا، اور یہ کچھ علم داود بن عبد الرحمٰن العطار سے بھی حاصل کیا جن کی عمر خاصی ہو چکی تھی۔

اور رہے اہل شام تو ان حضرات کے علم کا منتہیٰ امام اوزاعی تھے، ان کا علم امام شافعی نے ان کے شاگرد عمرو بن أبی سلمہ التنیسی سے حاصل کیا (۱)۔

اور اہل مصر کے علم کا خزانہ لیث بن سعد تھے، تو سب علم امام شافعی نے ان کے متعدد شاگردوں اور بالخصوص یحییٰ بن حسان سے حاصل کیا۔

اور جہاں تک عراق کی بات ہے تو وہاں دو بڑے مراکز تھے: کوفہ اور بصرہ۔ کوفے کا علم ابو اسحاق السبیعی، منصور بن المعتمر، اعمش اور اسماعیل بن أبی خالد الاحمسی میں منحصر ہو گیا

---

(۲) اسی طرح ان کے دوسرے شاگرد بشر بن بکر البجلی الدمشقی التنیسی سے حاصل کیا۔ حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر نے توالی التاسیس میں ان کو امام شافعی کے شیوخ میں ذکر نہیں کیا ہے، جب کہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۰/۱۷۳) میں، مزی نے تھذیب الکمال (۴/۹۶) میں اور ذہبی نے تذھیب تھذیب الکمال (۲/۲۲) اور سیر أعلام النبلاء (۹/۵۰۷) میں اور خزرجی نے خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال (۱/۱۳۹) میں، بلکہ ذہبی نے الکاشف تک میں جہاں ان سے روایت کرنے والے صرف تین افراد کا ذکر کیا ہے، وہاں بھی امام شافعی کا نام لکھا ہے بلکہ خود حافظ ابن حجر تھذیب التھذیب میں ان سے......... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھا۔ امام شافعی نے ان حضرات کا علم ابن عیینہ، حماد بن اسامہ اور وکیع سے حاصل کیا اور اہل بصرہ کے پاس جو علم تھا، وہ اسماعیل ابن علیہ اور عبدالوہاب الثقفی سے حاصل کیا (۱)۔

اس طرح امام شافعی نے تمام شہروں کے علوم اور تمام علاقوں کے علماء کے احوال و آراء سے واقفیت حاصل کی (۲)۔

تمام علوم میں کمال

تیسرا علمی امتیاز امام شافعی کا یہ ہے کہ علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ تمام علوم میں انھیں دسترس حاصل تھی۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ......) روایت کرنے والوں میں امام شافعی کا ذکر کیا ہے (۱/۴۴۳) اور ظاہر ہے کہ امام شافعی نے ان سے امام اوزاعی کی حدیثیں ہی نہیں بلکہ ان کی فقہ بھی حاصل کی تھی اور قابل ذکر ہے کہ خود انھوں نے امام شافعی سے بہت کچھ حاصل کیا اور بہت سے مسائل میں ان کی تقلید کی تھی۔ (الانتقاء، ص/ ۱۷۷، نیز دیکھیے المدخل الی مذہب الامام الشافعی للقواسمی، ص: ۱۸۲-۱۸۵) اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر نے اپنے کتاب الشافعی وأثره فی الحدیث وعلومه میں حافظ ابن حجر کی بیان کردہ تعداد پر استدراک کرتے ہوئے چند شیوخ کے ناموں کا اضافہ کیا ہے، اس میں بھی بشر بن بکر کا ذکر نہیں کیا اور اسی بات کو انھوں نے مناقب الامام الشافعی لابن الأثیر پر اپنی تعلیق میں نقل کیا ہے (ص: ۸۸) ان دونوں سے بظاہر امام شافعی نے مصر میں امام اوزاعی کے علوم حاصل کیے تھے، لیکن امام شافعی کا شام جانا بھی ثابت ہے، ابن عساکر کے مطابق شام کے مشہور شہر حران اور بیت المقدس جانا بھی معلوم ہوتا ہے (دیکھیے تاریخ دمشق ۵۱/ ۲۷۱)

(۱) اہل عراق کے علم کے سلسلے میں بہت اہم بات رہ گئی ہے، وہ یہ کہ اخیر میں تمام اہل عراق کے علم کے حامل امام ابوحنیفہ ہوگئے تھے، یہ سارا علم امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مایۂ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے حافظ اور مدون و ناشر امام محمد سے حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں: حملت عن محمد بن الحسن وقر بعیر لیس علیه الا سماعی منه (دیکھیے الانتقاء لابن عبدالبر، ص/ ۱۱۹، وآداب الشافعی لابن ابی حاتم ص: ۲۶، ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۱۶۲، وتاریخ دمشق ۵۱/ ۲۹۶، وحلیۃ الاولیاء ۹/ ۷۸، وتاریخ بغداد ۲/ ۱۷۶) یعنی میں نے امام محمد سے اتنی کتابوں کا علم حاصل کیا جو ایک اونٹ پر لادی جاسکتی ہیں، یہ سب میں نے ان سے سنا تھا، بعض روایتوں میں حملت کے بجائے کتبت ہے، یعنی ایک اونٹ پر لادی جانے والی کتابوں کے بقدر میں نے ان سے کتابیں لکھی ہیں، اور بعض نے بعیر کے بجائے بختی کا لفظ ذکر کیا ہے، اس کے معنی بھی اونٹ کے ہیں۔

(۲) مسالة الاحتجاج بالشافعی فیما أسند الیه والرد علی الطاعنین بعظم جهلهم علیه (ص: ۷۰-۷۹) تحقیق ابراہیم خلیل ملا خاطر۔

پہلی فصل

امام شافعی اور فقہ

مگر امام شافعی کی وسعت علمی پر روشنی ڈالنے سے پہلے ان کی فقیہانہ شان کا نمایاں کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ان کا اصل میدان کتاب وسنت کا تفقہ ہے، اسی کے ذریعے علمائے معاصرین سے انھوں نے اپنا لوہا منوایا تھا، اور ان کے امتیازی تفقہ ہی نے زمانے پر انمٹ نقوش چھوڑے، بلکہ زمانے کا رخ ہی موڑ دیا، اور ہمیشہ کے لیے ان کی امامت تسلیم کی گئی۔

امام شافعی کی فقہی تجدید کا پس منظر

امام شافعی نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں، اس وقت عالم اسلام کے گوشے گوشے میں علم کا چرچا تھا، پھر احادیث کی کثرت اور مختلف علاقوں میں اپنے اپنے علماء کی احادیث وآثار پر عمل اور ان پر اصرار اور استنباط کے لیے بعض مختلف فیہ اصول کو اختیار کرنے کی وجہ سے اختلافات بھی رونما ہونے لگے، یہاں تک کے یہ اختلاف اصحاب الحدیث اور اصحاب الرأی کے نام سے دو الگ الگ مدرسۂ فکر کی صورت میں سامنے آیا، اہل حدیث کا مرکز حجاز یا بالفاظ دیگر مکہ ومدینہ تھا تو اہل الرأی کا سرا اہل عراق کے ہاتھ میں تھا۔

شریعت کے اصول چہارگانہ: قرآن وحدیث اجماع اور قیاس تمام اہل حق میں مسلّم اور فی الجملہ ہر جگہ رائج تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ کچھ باتیں ایسی عمل میں آ گئی تھیں جن کی وجہ سے بہت سی احادیث متروک ہوئی جا رہی تھیں، اور لوگوں کے سوچنے کے انداز

بدل رہے تھے، اہل عراق نے صرف اپنے علاقے کی احادیث وآثارِ صحابہ پر اعتماد کر کے اپنی فقہ کو مرتب کیا تھا، اور بہت ایسا ہوتا تھا کہ قیاس سے قطعِ نظر کر کے استحسان (۱) کو عمل میں لایا جاتا تھا، دوسری طرف امام مالک مصالحِ مرسلہ کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے۔ (۲)

امام مالک صرف اہل مدینہ کی روایات اور ان کے قضایا واحکام کو قابل عمل قرار دیتے تھے، عمل اہل مدینہ کو اس شدت سے حجت سمجھتے تھے کہ اس کے سامنے دوسری صحیح حدیث کی بھی وہ اہمیت نہیں تھی اور ان دونوں کے نزدیک مرسل، منقطع اور موقوف روایتوں پر عمل کر لینا غیر مناسب نہیں تھا۔ محدثین کبار کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر یہی صورت حال رہی تو آگے کیا ہوگا! بہت سی حدیثیں صحت کے باوجود متروک ہو جائیں گی، اور بہت سے نا اہل لوگ شریعت کے ٹھیکیدار ہو جائیں گے، اس لیے حدیث کے ردّ وقبول کے کچھ قاعدے ہونے چاہیے، اصول شریعت کو برتنے کی کوئی میزان ہونی چاہیے، لیکن یہ نازک کام کون انجام دیتا!

---

(۱) استحسان اصول فقہ کی مشہور اصطلاح ہے، مگر یہ جتنی مشہور ہے اتنا ہی اس کی تعریف میں اختلاف پایا جاتا ہے، خود احناف نے اس کی جو مختلف تعریفیں کی ہیں، آمدی نے ان کو نقل کیا ہے، انھی میں ایک تعریف کرخی سے نقل کی ہے، جو اقرب ترین تعریف سمجھی جاتی ہے، وہ یہ ہے: الاستحسان : هو العدول في مسئلة عن مثل ما حكم به في نظائرها الى خلافه لوجه هو أقوى (الاحکام فی أصول الأحکام ۴/۲۱۲) یعنی کسی مسئلے میں اس جیسی صورتوں کے خلاف، بالفاظِ دیگر: قیاس سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی مصلحت کی بنیاد پر حکم لگانے کو استحسان کہتے ہیں۔ اس تعریف کو عصر حاضر کے فقہاء: شیخ مصطفیٰ زرقاء اور شیخ محمد ابوزہرہ وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (استحسان کی تعریف اور اس کی اقسام کو مع امثلہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب ''قاموس الفقہ'' میں مفصل بیان کیا ہے، دیکھیے جلد دوم ص: ۹۴-۱۰۳۔

(۲) مصالح مرسلہ یعنی وہ مصلحتیں جو فی الجملہ تو شارع کے مقاصد میں داخل ہیں، لیکن اس خاص مصلحت یا اس نوع کی مصلحت کے معتبر ہونے پر نص موجود نہ ہو، اور نہ ہی نصوص اس کو غیر معتبر قرار دیتے ہوں (تفصیل کے لیے دیکھیے قاموس الفقہ، ج ۵، ص: ۱۰۵-۱۱۶) مصالح مرسلہ کا بہت سے احکام میں اعتبار کیا گیا ہے، لیکن مالکیہ قیاس کے مقابلے میں بھی اس کو کبھی استعمال کرتے تھے، اور اس کے ڈانڈے استحسان سے مل جاتے تھے، یہیں سے امام شافعی کو اس سے اختلاف تھا، وہ استحسان کو نئی شریعت کے مرادف قرار دیتے تھے، انھوں نے الرسالہ میں اس کی تردید پر اکتفا نہیں کی، بلکہ ''کتاب ابطال الاستحسان'' کے نام سے پوری کتاب لکھی جو ''الأم'' میں ضمیمے کے طور پر شامل ہے۔ استحسان کے رد میں ان کے دلائل کو شیخ محمد ابوزہرہ نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (دیکھیے ان کی کتاب تاریخ المذاہب الاسلامیہ، ۲/ ۲۶۷-۲۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء کے تحت دونوں مدارس فقہ: اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائی کے نقطہاے نظر کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے امام شافعی کی فقہی تجدید کے پسِ منظر اور ان کے کام کی عظمت کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے(۱)۔

الرسالہ کی تصنیف اور اس کے انقلابی مضامین

امام شافعی کا آفتابِ علم وفضل افق پر نمودار ہو چکا تھا، قرآن وحدیث میں ان کی مہارت، اتباعِ سنت کا جذبہ اور شان تفقہ کا چرچا دور دور ہونے لگا، بڑے بڑوں کی نگاہیں ان پر پڑنے لگیں، یہاں تک کہ امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی جو عمر میں امام شافعی سے پندرہ سال بڑے تھے، انھوں نے امام شافعی کو خط لکھا جب کہ امام شافعی ابھی نوجوان تھے کہ ایک ایسی کتاب لکھیں جس میں قرآن کریم کے معانی اور طرح طرح کی حدیثوں کو سمجھنے کے اصول بیان کیے جائیں، اجماع کے حجت ہونے کو واضح کیا جائے، کتاب وسنت میں ناسخ ومنسوخ کو سمجھنے کے گُر معلوم ہوں (۲)۔

اس محدث جلیل کی فرمائش کی تکمیل کرتے ہوئے آپ نے اپنی بے نظیر کتاب ''الرسالۃ'' تصنیف کر کے ان کی خدمت میں بھیجی، اس کتاب میں امام شافعیؒ نے کتاب وسنت کی عظمت، ان کے سمجھنے کے بنیادی واصول، قابل عمل اور نا قابل عمل حدیثوں کا بیان خبر آحاد کا مقام اور اس کی ضرورت، اور اجماع اور قیاس کی حجیت اور ان کے دلائل الفاظ کی محدودیت اور معانی ومفاہیم کی وسعت وغیرہ مباحث کو جس قوت وپختگی کے ساتھ پیش کیا تھا، اس کو دیکھ کر امام عبدالرحمن بن مہدی اس رفعتِ شان اور علو منزلت کے باوجود دنگ رہ گئے، امیر المؤمنین فی الحدیث یحییٰ بن سعید القطان بھی حیرت میں پڑ گئے (۳)۔

---

(۱) دیکھیے حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۴۱۵-۴۲۴، دار احیاء العلوم، بیروت

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۲۳-۳۲۴

(۳) ان دونوں کے تاثرات ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں

امام شافعی کی دوسری بعض اصولی کتابیں

امام شافعی الرسالۃ کے علاوہ إبطال الاستحسان اور کتاب جماع العلم اور کتاب اختلاف الحدیث وغیرہ ناموں سے الگ الگ کتابیں بھی لکھی ہیں، نیز کتاب الام کے صفحات میں بھی بہت سے اصولی مباحث آ گئے ہیں۔

امام شافعی کے پیش کردہ بنیادی اصول

ان اصولوں کو وضاحت سے پیش کرنے کے لیے کئی صفحات درکار ہیں، خطرہ ہے اس سے ہم اپنے موضوع سے دور نہ چلے جائیں، تاہم مختصراً ہم ان کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ ان کی ایک جھلک سامنے آ جائے:

۱) دین میں اصل بنیاد قرآن وحدیث ہے، اگر ان میں دلیل واضح نہیں تو پھر کتاب وسنت کی بنیاد پر قیاس ہے، بالفاظِ دیگر وہ قیاس جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔

۲) رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بسند صحیح متصل ثابت ہو جائے، تو اس پر عمل ضروری ہے، اور اسی کا نام سنت ہے۔

۳) قرآن کریم، حدیث متواتر اور صحیح ثابت خبر آحاد کے درمیان وجوب عمل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے(۱)۔

۴) اجماع، خبر آحاد سے بالاتر ہے۔

۵) حدیث کا ظاہری مفہوم لیا جائے گا، اگر کئی معانی کا احتمال ہو تو جو معنی ظاہر حدیث کے قریب ہوں گے وہ لیے جائیں گے۔

۶) جب حدیثوں میں تعارض ہو تو جس حدیث کی سند سب سے زیادہ صحیح ہو،

---

(۱) اس میں جزوی تفصیل ہے، جس کو شیخ محمد ابوزہرۃ نے وضاحت سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو ان کی کتاب (الشافعی، حیاتہ وعصرہ وفقہہ وآراؤہ) (ص۱۹۲-۱۹۳)

اسے اختیار کیا جائے گا (۱)۔

۷) ایک اصل کو دوسری اصل پر قیاس نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہر اصل کی مستقل حیثیت ہوگی اور کسی خاص معاملے کی بنیاد پر قیاس نہیں کیا جائے گا (اس میں دراصل استحسان کا رد ہے)

۸) مرسل کو مطلق قبول نہیں کیا جائے گا، نہ مطلقاً رد کیا جائے گا، بلکہ چار باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے تو قبول کیا جائے گا (۲) اس کی تائید میں کوئی مرفوع متصل روایت ہو (ب) دوسری مرسل روایت اس کی تائید میں ہو (ج) کسی صحابی کا فتوی اس کے مطابق ہو (د) اکثر اہل علم کی رائے اس کے مطابق ہو، ہاں! البتہ کبار تابعین کے مراسیل قبول کیے جائیں گے (۱)

۹) اگر کسی معاملے میں نص نہ ہو تو صحابہ کے اقوال دیکھے جائیں گے، اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے:

(الف) اگر صحابہ کا اجماع ہے، تو اس میں اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں، اس کو پوری طرح اختیار کیا جائے گا۔

(ب) اگر کسی ایک صحابی کا قول ہے اور اس کے موافق یا مخالف کوئی قول نہیں ہے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک یہ قول لیا جائے گا۔

(ج) اور اگر صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں، تو کتاب وسنت سے قریب تر قول کو اختیار کیا جائے گا۔

۱۰) دو حکم ایک طرح کے ہوں، مگر ایک جگہ مطلق اور ایک جگہ مقید تو مطلق کو مقید

---

(۱) اس میں جو تفصیل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں

(۲) مرسل کے سلسلے میں یہ تفصیل (الرسالۃ ص ۴۶۱/۴۶۵) کے مطابق ہے، امام شافعیؒ سے یہ بات ثابت ہے کہ مراسیل صرف سعید بن مسیب کے حجت ہیں، اس لیے کہ استقرا سے ان کا متصل ہونا معلوم ہے، ڈاکٹر شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر نے حجیۃ المرسل عند الامام الشافعی کے نام سے پوری کتاب لکھی ہے، جو مطبوع ہے، اس کے سلسلے میں تفصیلی معلومات کے لیے اس سے رجوع کرنا چاہیے۔

پر محمول کیا جائے گا(۱)۔

اصحاب الحدیث اور اصحاب الرأی کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کے لیے امام شافعی کی کامیاب کوشش

ان میں سے بہت سے اصول وہ تھے جو ان کے زمانے میں عام اہل علم وفقہ کے درمیان رائج اصولوں اور طرز استدلال کے خلاف اعلانِ جنگ کے مرادف تھے، امام شافعی نے صرف علمی طور پر ان کو پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ عملی میدان میں کود پڑے اور تمام مراکز علم میں پہنچ کر صورت حال کا مقابلہ کیا، اور اصحاب الحدیث اور اصحاب الرأی کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ محدثین اور اصحاب الرأی کے درمیان کوئی معمولی خلیج حائل نہیں تھی بلکہ دو مستقل محاذ جنگ تھے۔ امام احمد کے اس جملے سے صورت حال کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں: ما زلنا نلعن أهل الرأي و يلعنو ننا ، حتى جاء الشافعي فمزج بيننا (ترتیب المدارک ۹۵/۱) یعنی ہم اصحاب الحدیث مسلسل اہل الرأی کو لعنت کرتے تھے اور وہ ہمیں لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ امام شافعی تشریف لائے تو ہمارے درمیان جوڑ پیدا کیا۔

قاضی عیاض اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی امام شافعی نے صحیح احادیث کو اختیار کیا اور ان کو برتا، اور محدثین کو سمجھایا کہ عقل وقیاس سے بھی مفر نہیں اس کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اور شرعی احکام کی ان پر بنیاد ہوتی ہے، اور قیاس قرآن وسنت ہی سے اخذ ہوتا ہے، تو قیاس کس طرح کیا جاتا ہے، علت ومعلول کے درمیان تعلق کی کیا حدیں

---

(۱) یہ سب باتیں الرسالۃ میں پھیلی ہوئی ہیں، ان میں سے اکثر باتوں کو اپنی سند کے ساتھ ابن ابی حاتم نے قول الشافعی فی اصول العلم کے عنوان کے تحت اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے آداب الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۱۷۷-۱۸۱)، شیخ محمد ابو زہرہ نے امام شافعی سے متعلق اپنی کتاب میں ان اصولی مباحث کو خاصی تنقیح اور وضاحت کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے (ص: ۱۸۶-۳۴۶) اردو میں مولانا خالد انصاری بھوپالی نے اپنی کتاب سیرت امام شافعی میں بڑی تفصیل کے ساتھ امام شافعی کے اصول کو احناف اور مالکیہ کے اصولوں کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے اور ان پر فروع کو منطبق کرتے ہوئے عالمانہ بحث کی ہے۔ (ص: ۱۳۴-۲۹۶)

ہیں، تو اصحاب حدیث کو یہ باتیں سمجھائیں اور ان کے ذہن میں یہ بات بٹھائی کہ صحیح قیاس، اصل ہی کی فرع ہے اور اصحاب الرائی کو سکھایا کہ اصل کے بعد ہی قیاس ہو سکتا ہے، سنت اور ثابت شدہ آثار کو اولیت دیے بغیر چارہ نہیں (۱)۔

محدثین کی نگاہ میں امام شافعی کی عظمت

چناں چہ محدثین نے آپ کی شخصیت کو غنیمت سمجھا اور آپ سے درخواست کی کہ امام ابوحنیفہ کی تردید میں کتابیں لکھیں، مگر آپ نے جلدی نہیں کی، ایک سال تک امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کیا، اور ان کو ذہن و دماغ میں اچھی طرح محفوظ کیا، پھر کتاب الحجہ لکھ کر اپنے اختلافات واضح کیے (۲)۔

حجاز کے محدثین کے امام، حمیدی جو امام بخاری کے بڑے مشائخ میں ہیں وہ فرماتے ہیں: كنا نريد أن نرد على أصحاب الرأى، فلم نحسن كيف نرد عليهم، حتى جاء نا الشافعي ففتح لنا (۳) (ہم اصحاب الرائی کا رد کرنا چاہتے تھے مگر اچھی طرح رد کرنا نہیں آتا تھا یہاں تک کہ امام شافعی نے آکر ہمیں راستہ دکھایا)

امام احمد فرماتے ہیں: كانت أقضيتنا في ايدي اصحاب أبي حنيفه ما تنزع، حتى رأينا الشافعي، فكان أفقه الناس في كتاب الله وسنة رسول الله ﷺ (٤).

یعنی ہمارے فیصلے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے ہاتھوں میں تھے، یعنی ہم ان کے تفقہ کی وجہ سے اس کے لیے مجبور تھے، وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے تھے، یہاں تک کے امام شافعی کو ہم نے دیکھا تو پھر کیا تھا وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ

---

(۱) ترتیب المدارک ۱/۹۵

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۶۳ و توالی التاسیس، ص: ۱۴۷

(۳) آداب الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۳۲ و مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۸

(۴) آداب الشافعی، ص: ۴۲ و حلیۃ الاولیاء (۹/۹۸) و تھذیب الاسماء و اللغات ۱/۶۳، بعض روایتوں میں اقضیتنا کے بجائے أقفیتنا ہے، یعنی ہماری گردنیں، اور بعض کے یہاں أنفس کا لفظ ہے)

کے تفقہ میں سب سے بڑھ کر تھے۔

نیز فرماتے ہیں: لو لا الشافعي ما عرفنا فقه الحديث (۱) (اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم فقہ حدیث سے واقف نہ ہوتے یعنی حدیث سے استنباط کے طریقے سے ہم نا آشنا رہتے)

اہل الرای کا رویہ اور امام شافعی کے ان پر اثرات

جہاں تک اہل الرائی کا تعلق ہے، وہ چوں کہ محدثین کا مذاق اڑاتے تھے، جیسا کہ امام احمد خود فرماتے ہیں: ان اصحاب الرأى كانوا يهزأون بأصحاب الحديث ، حتى علمهم الشافعي و أقام الحجة عليهم (الانتقاء ص:۱۲۹) یعنی اصحاب الرائی اصحاب الحدیث کا مذاق اڑاتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے ان کو سکھایا اور ان پر حجت قائم کی۔

اس لیے پہلے انھوں نے مذاق بنانے ہی کی کوشش کی جیسا کہ ابوثور نے بیان کیا ہے، وہ امام محمد کے شاگردوں میں تھے، کہتے ہیں کہ جب امام شافعی عراق تشریف لائے تو حسین بن علی کرابیسی میرے پاس آئے، ہم دونوں ایک ساتھ اہل الرائی کے پاس جایا کرتے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا: اصحاب حدیث میں سے ایک صاحب تشریف لائے ہیں، فقہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں، چلیے تھوڑی تفریح کر آتے ہیں، چناں چہ ہم لوگ ان کے پاس گئے، حسین نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا، وہ جواب میں برابر قال اللہ اور قال الرسول کہتے رہے، یہاں تک کہ پورا کمرہ ہمیں تاریک نظر آنے لگا (یعنی جو کچھ ہم جانتے تھے اس میں تاریکی نظر آنے لگی) تو ہم نے اپنی بدعت سے باز آ کر امام شافعی کی پیروی کی (۲) یاقوت نے یہ واقعہ ذرا مختلف انداز سے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں امام محمد کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھا، امام شافعی کے آنے کی خبر پا کر میں تفریح کی غرض سے ان

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۸۵

(۲) آداب الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۵۱۔ بدعت پر محقق کتاب شیخ عبدالغنی عبدالخالق نے حاشیے میں لکھا ہے یعنی ہم جو محدثین کا مذاق اڑاتے تھے، ان کو جو حقیر سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ جس کٹ حجتی سے پیش آتے تھے، اور رائی میں جو غلو اور اصرار تھا، اس سے باز آئے۔

کے پاس گیا، اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا، انھوں نے جواب دینے کے بجائے مجھ ہی سے ایک سوال کر دیا جس کا میں صحیح جواب نہیں دے سکا، انھوں نے اس کے جواب میں مجھے ایک حدیث سنائی، جس سے میرے دل پر بڑا اثر پڑا، اور میں ان کے پاس کثرت سے آنے جانے لگا، اور امام محمد کے پاس آنے جانے کا سلسلہ کچھ کم ہونے لگا، ایک دن امام محمد نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے پوری تفصیل سنا دی، اور یہ بھی کہا کہ حق ان کے ساتھ ہے پھر جب امام شافعی کی خدمت میں حاضری دیتے ایک مہینہ گزر گیا تو میرے پہلے دن کے سوال کا جواب دیا اور یہ بھی فرمایا اس دن اس لیے جواب نہیں دیا تھا کہ تم کٹ حجتی کرنے آئے تھے (۱)۔

نیز ابو ثور فرماتے ہیں: میں، اسحاق بن راہویہ، حسین کرابیسی (اور بہت سے علمائے عراق کا نام لیا) ہم لوگوں نے اپنی بدعت نہیں چھوڑی جب تک کہ امام شافعی کو دیکھ نہ لیا (۲)۔

ایک شخص نے کرابیسی سے سوال کیا، آپ امام شافعی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہوں جس نے سب سے پہلے لوگوں کی زبانوں پر کتاب وسنت اور اجماع کے الفاظ جاری کیے، ہم نہیں جانتے تھے، نہ ہم نہ ہم سے پہلے کے لوگ کہ کتاب وسنت کیا ہے، یعنی ان سے استدلال کس طرح کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہم نے امام شافعی سے کتاب وسنت اور اجماع کے الفاظ سنے (۳)۔

نیز کرابیسی فرماتے ہیں: ما فهمنا استنباط اكثر السنن الا بتعليم الشافعي ايانا (٤) (اکثر سنتوں کا استنباط امام شافعی کی تعلیم ہی کے نتیجے میں ہم سمجھ پائے)

امام احمد کا تاثر

یہاں تک کہ امام محمد جو اس وقت اصحاب الرائی کے نمایندہ سمجھے جاتے تھے، اور

---

(۱) معجم الادباء ۱۷/۳۰۲

(۲) آداب الشافعی، ص: ۴۹ ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۴

(۳) آداب الشافعی، ص: ۴۳

(۴) تهذيب الأسماء واللغات ۱/۶۳

امام شافعی باقاعدہ ان کے شاگرد تھے، لیکن امام شافعی کے طرز استنباط اور طرز استدلال اور جذبۂ اتباع سنت سے متأثر ہو کر انھوں نے کہا ان تکلم اصحاب الحدیث یوماً فبلسان الشافعی (۱) یعنی اصحاب حدیث کو اپنی طرف سے دفاع کرنے والا مل گیا، اگر وہ اب کسی دن زبان کھولیں گے تو شافعی ہی کا انداز انھیں اختیار کرنا پڑے گا۔

بغداد میں امام شافعی کا غیر معمولی اثر اور انقلابی کام

امام شافعی جس وقت بغداد تشریف لے گئے اس وقت وہاں کی صورت حال یہ تھی کہ ہر جگہ قال أصحابنا (ہمارے حضرات نے فرمایا) کی گونج تھی، جامع مسجد میں تقریباً پچاس حلقے، تھے آپ ایک ایک حلقے میں تشریف لے گئے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدا لگائی اس صدا کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کے حلقے کے علاوہ کوئی حلقہ باقی نہ رہا (۲)۔

محدثین اور فقہاء کے درمیان امام شافعی کی خصوصیت

اصل بات یہ تھی کہ یا تو محدثین تھے جن کی توجہ صرف روایت اور اسناد پر تھی اور تفقہ اور استنباط پر ان کی کوئی توجہ نہیں تھی، یا پھر اصحاب الرائی تھے جن کا سارا زور رائی و قیاس پر تھا، حدیث کا ذکر برائے نام تھا۔ دونوں حلقے اپنے میں مگن اور دوسرے سے نالاں تھے۔ امام شافعی محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، اس لیے لوگوں نے آپ کو نعمت غیر مترقبہ گردانا اور سارے حلقے سمٹ سمٹا کر آپ کے حلقے میں ضم ہو گئے۔ امام احمد نے کیسی حقیقت پسندانہ بات ارشاد فرمائی ہے: کان الفقہاء أطباء، و المحدثون صیادلۃ، فجاء محمد بن ادریس طبیباً صیدلانیاً، ما مقلت العیون مثلہ ابداً (۳) یعنی فقہاء طبیب تھے اور محدثین عطار (یعنی وہ جو دوائیں رکھتا ہے) شافعی اس شان سے جلوہ گر ہوئے کہ طبیب و عطار دونوں تھے، آنکھوں نے آپ جیسا آدمی کوئی نہیں دیکھا۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۲۸ و مرآۃ الجنان ۲/ ۱۶

(۲) تاریخ بغداد ۲/ ۶۸-۶۹ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۴۳

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۴۴

امام شافعی کے وضع کردہ اصول کا مستشرقین کی طرف سے اعتراف

امام شافعی نے فقہ واجتہاد کے جو اصول وضع کیے، اور استنباط وقانون سازی کا جو راستہ دکھایا، اس نے سب کو متاثر کیا، اور سب اس کی اہمیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے، یہاں تک کہ مستشرقین بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چناں چہ مشہور مستشرق گولڈ زیہر نے ''انسائیکلو پیڈیا اف اسلام'' میں لفظ ''فقہ'' کے تحت اس کا اس طرح اعتراف کیا ہے:

محمد بن ادریس الشافعی کی خصوصیات میں سے ہے کہ انھوں نے مسائل شرعیہ کو مستنبط کرنے کے خوابط وضع کیے، اور تمام اصولوں کی حد بندی کی، اپنے ''رسالہ'' میں قیاس عقلی کے ایسے اصول ایجاد کیے، جن کی طرف قانون سازی کے وقت رجوع کرنا نہایت ضروری ہے(۱)۔

امام شافعی کے فقہی کمال کی ایک جھلک

امام شافعی کی فقیہانہ شان اور ان کے علمی مقام کا اندازہ لگانے کے لیے دو تین مثالیں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جب کہ اس کے منہ میں کھجور تھی: اگر کھاؤ تو طلاق اور پھینکو تو طلاق۔ تو اب وہ کیا کرے؟ امام شافعی نے کہا: آدھی کھائے اور آدھی پھینک دے، طلاق نہیں پڑے گی(۲)۔

یہ تو محض ذہانت کا واقعہ ہے، اب ہم دو ایسے واقعات پیش کرتے ہیں جن سے امام شافعی کی حضور دماغی، زور بیانی، دلائل کے استحضار اور طرز استنباط کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ جب عورت خلع لے تو وہ چوں کہ بائنہ ہو جاتی ہے، اس لیے اب شوہر کو عدت کے دوران میں طلاق دینے کا حق نہیں ہے، اگر وہ طلاق دے تو طلاق کے احکام لاگو نہیں ہوں گے، بلکہ خلع کے احکام ہی نافذ ہوں گے، بعض لوگوں نے

---

(۱) بحوالہ تبع تابعین ج ۲، ص: ۳۴۰

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۳۴۰

امام شافعی کی مخالفت کی اور کہا، نہیں، بلکہ طلاق لاگو ہوگی، اور طلاق کے احکام لاگو نہ ہونے پر امام شافعی سے دلیل کا مطالبہ کیا، امام شافعی کا اس سے مباحثہ ہوا۔

امام شافعی: میری دلیل قرآن میں ہے، اثر میں ہے اور اجماع میں ہے کہ اس کو طلاق لاگو نہیں ہوگی۔

فریق مخالف: قرآن میں دلیل کہاں ہے؟

امام شافعی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ☆ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (سورۃ النور ۶-۷) اور فرماتا ہے لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاؤُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۶) نیز ارشاد باری ہے: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ (سورۃ النساء: ۱۲) اور یہ بھی اس کا فرمان ہے: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (النساء: ۱۲)

تو اب فرمائیے کہ اگر وہ اس پر زنا کا الزام لگائے تو کیا لعان کرے گا، یا اگر ایلاء کرے تو کیا ایلاء کا لزوم ہوگا، یا ظہار کرے تو ظہار کا حکم نافذ ہوگا، عورت مر جائے تو کیا یہ مرد اس کا وارث ہوگا، یا اگر یہ شخص مر جائے تو کیا عورت اس کی وارث ہوگی؟

فریق مخالف: نہیں۔

امام شافعی: تو یہ پانچوں احکام الٰہی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ عورت اس کی بیوی نہیں ہے۔

فریق مخالف: جی ہاں۔

امام شافعی: اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ طلاق بیوی کو دی جاتی ہے، چناں چہ ارشاد ربانی ہے، إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ (سورۃ الاحزاب: ۴۹)

فریق مخالف: آپ کی بات صحیح ہے۔

امام شافعی: تو کتاب اللہ جیسا کہ ہم نے دلیل دی اور آپ نے بھی تسلیم کیا۔ اس

بات کو بتا رہی ہے کہ یہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور یہ آپ کے قول کے خلاف ہے۔ اور اثر سے دلیل یہ ہے کہ مسلم بن خالد نے ہم سے بیان کیا ابن جریج کے حوالے سے کہ عطاء نے ابن عباس اور ابن زبیر کا یہ فتوی ان کو بتایا کہ انھوں نے خلع لینے والی عورت کے سلسلے میں یہ فرمایا تھا کہ پھر اگر شوہر طلاق دے تو طلاق کا حکم اس کو لاگو نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ طلاق مالا یملك ہے یعنی اس نے ایسی عورت کو طلاق دی جس پر اس کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

امام شافعی: اور آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ کسی صحابی کی مخالفت نہیں کرتے، جب تک کہ اسی درجے کا قول کسی دوسرے صحابی کا نہ ہو، لیجیے آپ نے یہاں ابن عباس اور ابن زبیر دو دو صحابیوں کی ایک ساتھ مخالفت کی، اور بہت سی قرآنی آیات کی بھی مخالفت کی، میں نہیں سمجھتا کہ اگر کوئی آپ کی طرح بات کرے تو آپ اس سے یہ نہ کہہ دیں کہ تم کو اللہ کے احکام سے اس درجہ ناواقف ہو کر علمی مسئلے میں زبان کھولنے کا حق نہیں ہے!

پھر آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر بہ تکلف بھی آپ اس غلطی کا مظاہرہ کرتے تو ہم کہتے کہ آپ نے بڑی اچھی غلطی کی ہے جب کہ آپ اپنے تئیں نظر و اجتہاد والا سمجھتے ہیں۔

فریق مخالف: کیا مطلب؟

امام شافعی: آپ نے یہ قرار دیا کہ اگر خلع لینے والی عورت سے طلاق کی نیت سے شوہر کہے انت بتة، برية، خلية تو طلاق کے احکام اس پر لاگو نہیں ہوں گے جب کہ بیوی سے اس طرح کہے تو یہ لاگو ہوں گے، اور اگر خلع لینے والی سے ایلاء کرے یا ظہار کرے اور تہمت لگائے تو کوئی چیز اس پر لاگو نہیں ہوگی جو بیوی پر لاگو ہوتی ہے، اور اگر کہے میری ہر بیوی کو طلاق، لیکن اس کی نیت نہ اس کی ہو نہ اس کے علاوہ کسی اور بیوی کی، تو سب بیویوں کو طلاق ہو جائے گی، مگر اس خلع والی عورت پر یہ حکم لاگو نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ اس کی بیوی نہیں رہی ہے، پھر آپ کہہ رہے کہ اگر وہ شوہر اس سے کہے کہ تم کو طلاق تو طلاق پڑ جائے گی! تو کیسے اس عورت کو طلاق دے سکتا ہے جو اس کی بیوی ہی نہیں؟!!

اور اللہ تعالیٰ نے بیوی پر عدتِ وفات واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً (سورة البقرة: ۲۳۴) یعنی چار مہینے دس دن وہ عورت عدت گزارے گی، اور خلع لے کر عدت گزارنے والی عورت عدت وفات کی مکلّف نہیں، اس طرح متعدد دلائل دے کر انھوں نے فریق مخالف کو لاجواب کر دیا (۱)۔

امام شافعی کی فقہی بصیرت اور خود اعتمادی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

اس سے حیرت انگیز وہ واقعہ ہے جس کو بیہقی اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کی عمر ابھی چودہ سال بھی نہیں ہوئی تھی، وہ امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک تھے ایک شخص نے آکر امام مالک سے عرض کیا کہ میں قمریاں بیچا کرتا ہوں، آج میں نے ایک شخص کو ایک قمری فروخت کی، شام کو اس شخص نے یہ کہتے ہوئے مجھے قمری لوٹا دی کہ یہ قمری تو بولتی نہیں، میری اور اس کی بحث شروع ہوگئی، دوران بحث میں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ قمری مستقل بولتی رہتی ہے خاموش نہیں رہتی، اگر خاموش رہتی ہے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ فرمائیے میری بیوی کو طلاق تو نہیں ہوئی؟ امام مالک نے اس پوچھا وہ خاموش بھی رہتی تھی؟ اس نے کہا ہاں، امام مالک نے فرمایا تب تو تمھاری بیوی کو طلاق ہوگئی، وہ شخص رنجیدہ گھر واپس چلا گیا، امام شافعی اس کے پیچھے گئے اور اس سے دریافت کیا: کہو تمھارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے ویسے ہی بیان کیا جس طرح امام مالک کے سامنے عرض کیا تھا۔ امام شافعی نے اس پوچھا: تمھاری قمری بولتی زیادہ ہے یا چپ زیادہ رہتی ہے؟ اس نے کہا: بولتی زیادہ ہے۔ امام شافعی نے کہا مطمئن رہو، جاؤ تمھاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ اس نے کہا: امام مالک کے فتوے کے بعد اب میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے؟ امام نے شافعی کہا: کل امام مالک کی مجلس میں آکر بتانا کہ آپ کے حلقۂ درس میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، پھر میری طرف اشارہ کرنا، میں خود بات کروں گا، یہ کہہ کر امام شافعی امام مالک کے حلقے میں آکر شریک ہوگئے۔ دوسرے دن وہ آیا اور امام مالک سے کہنے لگا: حضرت!

---

(۱) (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۳۴۰-۳۴۳)

میرے معاملے میں پھر غور فرمائیے۔ امام مالک نے کہا میں تو کہہ چکا ہوں کہ تمھاری بیوی کو طلاق ہو چکی ہے، پھر تم کیوں آئے؟ اس نے کہا خود آپ کے حلقۂ درس میں ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی؟ امام مالک نے پوچھا وہ کون ہے؟ کس نے تم کو یہ فتوی دیا ہے؟ اس نے امام شافعی ی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ نوجوان ہے! امام مالک نے عتاب آمیز لہجے میں امام شافعی سے پوچھا: تم نے میرے فتوے کے خلاف یہ فتوی کیسے دیا؟ کیا تمھاری دلیل ہے؟ امام شافعی نے عرض کیا میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا تمھاری قمری زیادہ تر بولتی ہے یا زیادہ تر خاموش رہتی ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ وہ زیادہ تر بولتی ہے، اس پر میں نے اس کو یہ فتوی دیا۔ امام مالک کو اس پر اور غصہ آ گیا کہ یہاں فتوے کے لیے قلت اور کثرت کی کیا بحث ہے؟ امام شافعی نے جواب دیا آپ ہی نے خود اپنی سند سے یہ روایت مجھ سے بیان کی ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ، ابوجہم اور معاویہ یہ دونوں نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے، اب میں دونوں میں سے کس سے نکاح کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے چارے معاویہ کے پاس تو کچھ مال نہیں، وہ تنگدست ہے، اور ابوجہم تو کبھی کاندھے سے لکڑی ہی نہیں اتارتا (یعنی بیویوں کو مارتا ہے) حالاں کہ حضور ﷺ خوب جانتے تھے کہ ابو جہم کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے، آرام کرتا ہے، اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ اکثر و بیشتر چھڑی اپنے ساتھ رکھتا ہے، یہ نہیں کہ چھڑی کاندھے سے اتارتا ہی نہیں، یہ تعبیر آپ ﷺ نے مجازاً استعمال کی، جیسا کہ عرب ایسے موقعوں پر استعمال کرتے ہیں، اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے میں سمجھا کہ اس شخص کے کہنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ قمری اکثر بولتی رہتی ہے، یہ نہیں کہ کبھی خاموش ہی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر میں نے اس کو یہ فتوی دیا۔ امام مالک کو تعجب ہوا اور تبسم کے بعد فرمایا ہاں بھائی، تمھاری بات صحیح ہے، واقعی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔

اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام شافعی کے اندر فطری طور پر کیسی فقہی

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۳۸-۲۳۹ و تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۱/ ۳۰۴

بصیرت تھی، اور بچپن ہی سے کیسی قوت استنباط اور زور استدلال سے اللہ نے ان کو نوازا تھا، نیز اس سے پتا چلتا ہے کہ امام شافعی کے اندر بچپن ہی سے کیسی علمی جرأت اور خود اعتمادی تھی۔ امراء اور وزراء تک امام مالک کے سامنے بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے، لیکن امام شافعی پوری خود اعتمادی، قوت اور ہمت کے ساتھ بات کرتے تھے۔

امام شافعی کی فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ امام شافعی نے بڑے بڑے فقہاء عصر: امام محمد، ابو عبید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ اور بعض مالکی فقہاء سے دسیوں مناظرے کیے اور ہمیشہ اپنی حجت میں غالب رہے، کبھی کسی کے سامنے نہیں پڑے اور ان سب نے ان کی امامت تسلیم کی (یہ مناظرے ابن ابی حاتم، امام بیہقی، ابن عساکر اور امام فخر الدین رازی نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں)

کتاب وسنت کے سب سے بڑے فقیہ

امام شافعی کے تفقہ نے زمانے پر اتنا زبردست اثر ڈالا کہ علمائے عصر پہلے کے فقہائے کبار پر بھی ان کو علانیہ ترجیح دینے لگے۔

امام احمد صاف فرماتے تھے کہ اگر کسی مسئلے میں کوئی صحیح حدیث نہ ہو تو امام شافعی نے جو بات کہی ہے وہی قابل عمل ہوگی، ان کے پاس سب سے مضبوط دلیل ہوتی ہے(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: إذا سئلت عن مسألة لا أعرف فيها خبراً، قلت فيها بقول الشافعي، لأنه إمام عالم من قريش، وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: عالم قريش يملأ الأرض علماً. (۲) یعنی اگر کسی مسئلے میں مجھ سے سوال کیا جائے جس میں کوئی حدیث میرے علم میں نہیں تو پھر میرا فتویٰ امام شافعی کے قول کے مطابق ہے؛ اس لیے کہ وہ علم میں امام ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔

---

(۱) دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۶۴، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۵۴

(۲) مناقب الشافعی، ۱/۵۴

اپنے شاگردوں کو بھی تاکید کرتے تھے کہ کسی مسئلے میں کوئی حدیث معلوم نہ ہو تو امام شافعی کے قول کے مطابق فتویٰ دے دینا (۱)۔

بلکہ امام احمد تو یہاں تک فرماتے تھے: كان الفقه قفلاً على أهله حتى فتحه الله بالشافعي. (۲) (فقہ تو اہل فقہ پر بھی بند تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے ذریعے اس کو کھول دیا۔) (۳)

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: ما تكلم أحد بالرأي (وذكر الثوري، والأوزاعي ومالكاً وأبا حنيفة) إلا والشافعي أكثر اتباعاً وأقل خطأ منه (٤) یعنی جس نے بھی اجتہاد سے کام لیا (پھر انھوں نے امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا تذکرہ کیا) (۵) ان میں امام شافعی سب سے زیادہ اتباع سنت کے قریب ہیں اور سب سے کم غلطیاں ان سے ہوئیں)

سعید بن عمرو البرذعی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابوعبید ہمارے نزدیک فقیہ نہیں ہیں (٦)۔ میں نے پوچھا: کیوں آپ یہ بات کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس لیے کہ وہ لوگوں کے اقوال جمع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک قول اختیار کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا تو پھر فقیہ کون ہے؟ فرمایا: جو خود سے کتاب یا سنت سے کوئی اصل مستنبط کرے جس کو پہلے کسی نے نہ کہا ہو، پھر اس اصل سے سو شاخیں نکالے۔ میں نے پوچھا: کون اس پر قادر ہے؟ فرمایا: محمد بن ادریس الشافعی (۷)۔

---

(۱) ایضاً ۲/ ۲۵۸ (۲) مناقب الشافعی ۲/ ۲۵۷

(۳) امام شافعی سے پہلے بڑے بڑے فقہاء گزر چکے تھے ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس قول پر کوئی غور کرے تو امام شافعی کی فقہی عظمت کا اندازہ ہو جائے گا۔

(۴) آداب الشافعی، ص: ٦٧، حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۰۲، تاریخ بغداد ۲/ ٦۵، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۵۵

(۵) پیش رو فقہاء میں یہ سب سے بڑے لوگ تھے۔

(٦) ابوعبید القاسم بن سلام کا شمار کبار فقہائے عصر میں ہوتا تھا۔ علمائے حدیث میں بھی تھے، اور لغت میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، امام شافعی کے معاصر تھے ۲۲۴ھ میں انتقال ہوا۔ (دیکھیے سیر اعلام النبلاء، ۱۰/ ۴۹۰)

(۷) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۷۳

لوگ کہیں کسی بڑے فقیہ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنتے کہ وہ شافعی سے بڑے فقیہ ہیں تو انھیں تعجب ہوتا، اس لیے کہ جنھوں نے امام شافعی کو دیکھا تھا، ان کے نزدیک امام شافعی سے بڑا کوئی فقیہ ہو نہیں سکتا تھا۔ ایسا ہی ایک واقعہ امام داوود ظاہری نے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں: میں ابو ثور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص نے آ کر عرض کیا: ابو ثور! کیسی مصیبت لوگوں پر پڑی ہے۔ آپ نہیں دیکھ رہے ہیں؟ انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: لوگ کہہ رہے ہیں کہ ثوری، شافعی سے بڑے فقیہ ہیں۔ ابو ثور نے بڑے تعجب سے پوچھا: سبحان اللہ! کیا ایسا کہا لوگوں نے؟ اس نے کہا: جی ہاں، ابو ثور اس پر کہنے لگے: ہم تو کہتے ہیں: شافعی تو ابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگوں سے بھی بڑے فقیہ ہیں۔ یہ ثوری کی بات کر رہے ہیں!!۔ (۱)

حمیدی، امام شافعی کو سب سے بڑا فقیہ قرار دیتے تھے اور سید الفقہاء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ جب ان کے سامنے امام شافعی کا ذکر آتا تو فرماتے: حدثنا سيدالفقهاء الشافعي (۲).

ماضی قریب کے مشہور عالم و محقق، محدث و فقیہ شیخ احمد شاکر (ت ۱۹۵۸ء) نے جن زبردست الفاظ میں امام شافعی کی فقہی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو خراج عقیدت پیش کیا ہے ان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ کتاب وسنت میں ایسی گہری نظر رکھنے والا اور ایسے دقیق استنباط پر قادر فقیہ علمائے اسلام میں کوئی نہیں ہوا۔ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ ان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”ولو جاز لعالم أن يقلد عالماً كان أولى الناس عندي أن يقلَّد: الشافعي. فاني أعتقد – غير غال ولا مسرف – أن هذا الرجل لم يظهر مثله في

---

(۱) مناقب الشافعی ۲/ ۲۷۷، توالی التاسیس میں ذرا مختلف انداز سے یہ واقعہ لکھا ہوا ہے کہ کسی نے کہا شافعی ثوری سے بڑے فقیہ ہیں، ایک شخص نے آ کر ابو ثور سے یہ بات بیان کی۔ اس پر ابو ثور نے کہا تمھیں اس پر تعجب ہو رہا ہے، ہمارے نزدیک تو وہ ثوری اور نخعی سب سے بڑے فقیہ ہیں!۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۴، مناقب الشافعی ۲/ ۲۶۹، تاریخ بغداد ۲/ ۶۸، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۶۰

علماء الإسلام فى فقه الكتاب والسنة، ونفوذ النظر فيهما ودقة الإستنباط. مع قوة العارضة ونور البصيرة ،والإبداع فى إقامة الحجة، وإفحام مناظره. فصيحُ اللسان ناصع البيان، فى الذروة العليا من البلاغة، تأدب بأدب البادية، وأخذ العلوم والمعارف عن أهل الحضر،حتي سما عن كل عالم قبله وبعده. نبغ فى الحجاز، وكان الى علمائه مرجعُ الرواية والسنة، وكانوا أساطين العلم فى فقه القرآن، ولم يكن الكثير منهم أهل لسن وجدل، وكادوا يعجزون عن مناظرة أهل الرأي، فجاء هذا الشاب يناظر وينافح، ويعرف كيف يقوم بحجته، وكيف يُلزم أهلَ الرأي وجوب اتباع السنة، وكيف يُثبت لهم الحجة فى خبر الواحد، وكيف يفصل للناس طرق فهم الكتاب على ما عرف من بيان العرب وفصاحتهم، وكيف يدلهم على الناسخ والمنسوخ من الكتاب والسنة، وعلى الجمع بين ما ظاهره التعارض فيهما أو في أحدهما. حتي سماه أهل مكة "ناصر الحديث"، وتواترت أخباره الى علماء الإسلام في عصره، فكانوا يفدون الى مكة للحج ،يناظرونه ويأخذون عنه فى حياة شيوخه"(١).

یعنی اگر کسی عالم کے لیے کسی عالم کی تقلید جائز ہو تو میرے نزدیک وہ عالم جو تقلید کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، وہ امام شافعی ہیں۔ میں بغیر کسی غلو اور زیادتی کے دل سے یہ سمجھتا ہوں کہ کتاب وسنت کا صحیح فہم، ان میں گہری نظر اور لطیف استنباط کی صلاحیت کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو علمائے اسلام میں امام شافعی جیسی شخصیت ظاہر نہیں ہوئی، ساتھ ساتھ ان کے اندر بات کو پوری قوت کے ساتھ پیش کرنے کی بڑی صلاحیت تھی، لاجواب طریقے سے اپنی حجت قائم فرماتے ہیں، مدمقابل کے پاس چپ رہنے کے سوا کچھ نہ ہوتا، نورِ بصیرت اس پر مستزاد (جس سے حقیقت تک پہنچنا بہت آسان)، زبان کے نہایت فصیح، بیان کی طاقت اظہر من الشّمس، بلاغت کی بلند ترین چوٹی

---

(۱) الرسالة، مقدمه ص: ٥-٦

پر فائز، دشتِ عرب کے پروردہ، عربی قبائل کی تہذیب اوران کی زبان وادب سے آراستہ، عرب کے مشہور شہروں کے علوم ومعارف کے وارث وامین، اپنے سے پہلے اور بعد کے تمام اہلِ علم پر فائق، سرزمینِ حجاز میں پھلے پھولے اور باکمال بنے، وہاں کے علماء کتاب وسنت کا اصل مرکز تھے، فہم قرآن کے لحاظ سے زبردست علمی معیار رکھتے تھے، لیکن سرزمینِ حجاز کے علماء بحث ومباحثے اور مناظرے کے لوگ نہیں تھے؛ اس لیے یہ حضرات، اصحاب رائے سے مناظرہ نہیں کرپاتے تھے، یہ نوجوان شخصیت حجاز کی خاک سے اٹھی، جس نے مناظرے بھی کیے، اوراہل حجاز کا دفاع بھی کیا، اپنے دلائل پیش کرنے کے طریقے سے خوب واقف، اصحابِ رائے کواتباعِ سنت کے وجوب کا قائل کس طرح کیا جائے؟ یہ سارے انداز آپ کو پورے طور پر معلوم، خبرواحد کی حجیت کوثابت کرنے کے تمام طریقوں کی خوب پہچان رکھنے والے، اس سے بھی باخبر کہ کتابِ الٰہی کوسمجھنے کے طریقے عرب کی مشہور ومعروف فصاحت وبیان کی روشنی میں کس انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کیے جائیں؟ یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ کتاب وسنت میں ناسخ ومنسوخ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کس طرح کی جائے؟ قرآن وحدیث یا کسی ایک میں واقع تعارض کوکیسے دور کیا جائے؟ (اپنے علم وفضل اور زبان وبیان کے کمالات سے آپ یہ ساری باتیں ثابت کرتے رہے) یہاں تک کہ اہل مکہ نے آپ کو ''ناصرالحدیث'' کا لقب دیا، آپ کے زمانے ہی میں عالم اسلام کے علماء کے پاس آپ کی خبریں تواتر کے ساتھ پہنچتی رہیں، علمائے کرام کا حج کے لیے مکہ مکرمہ آنا ہوتا رہا، آپ سے مناظرے بھی ہوئے، اورآپ کے اساتذہ کی موجودگی کے زمانے ہی سے آپ سے استفادہ کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا۔ (۱)

---

(۱) اس پر حاشیے میں شیخ احمد شاکر لکھتے ہیں: میری باتوں سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں تعصب کی بنیاد پر ایسی باتیں لکھ رہا ہوں۔ جیسا کہ صدیوں سے لوگ اس کے عادی ہوگئے ہیں کہ تعصب میں بے سروپا باتیں کرتے ہیں، بلکہ صدق دل سے اپنی تحقیق کے مطابق یہ باتیں کہہ رہا ہوں اور تعصب کیوں کرہو کہ میں نے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی، فقہ حنفی میں ڈگری حاصل کی، تیس سال تک فقہ حنفی کے مطابق قضا کی خدمت انجام دیتا رہا۔

ان کی پوری عبارت قابلِ ملاحظہ ہے: ....(بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام شافعی مجتہد گر

امام شافعی کی فقہی عظمت اور ان کی فقیہانہ شان کا تذکرہ ختم کرنے سے پہلے اس بات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی جس درجے کے مجتہد تھے، وہ تو تھے ہی، مگر اس سے بھی بڑھ کر ان کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ مجتہد گر بھی تھے، انھوں نے جو اصول وضع کیے، ان کو برت کر، اور فقہی کتابوں کی تصنیف میں انھوں نے جو انداز اختیار کیا، ان کو سمجھ کر اور ان پر غور وفکر کر کے دسیوں علماء منصب اجتہاد پر فائز ہوئے (۱)۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی متعدد کتابوں میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے اندر اجتہادی صلاحیت بنیادی طور پر امام شافعی کی کتاب الام کے ذریعے پیدا ہوئی (۲)

اسی وجہ سے مولانا نجم الدین سیوہاروی نے لکھا ہے: شاہ ولی اللہ صاحب کا تمام

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)..........وقد يفهم بعض الناس من كلامي عن الشافعي اني أقول ما أقول عن تقليد أو عصبية، لما نشأ عليه أكثر أهل العلم من قرون كثيرة، من تفرقهم شيعاً أو أحزاباً علميةً، مبنية على العصبية المذهبية، مما أضر بالمسلمين وأخرهم عن سائر الأمم. وكان السبب الأكبر في زوال حكم الإسلام عن بلاد المسلمين، حتى ساروا يحكمون بقوانيين تخالف دين الإسلام، خنعوا لها واستكانوا، في حين كان كثير من علمائهم يأبون الحكم بغير المذهب الذى يتعصبون له ويتعصب له الحكام في البلاد. ومعاذ الله أن أرضى لنفسي خلة أنكرها على الناس، بل أبحث وأجد، وأتبع الدليل الصحيح حيثما وجد. وقد نشأت في طلب العلم وتفقهت على مذهب الإمام أبي حنيفة ،ونلت الشهادة العالمية من الأزهر الشريف حنفياً، ووليت القضاء منذ عشرين سنة أحكم كما يحكم اخواني بما أذن لنا بالحكم به من مذهب الحنفية، ولكني بجوار هذا بدأت دراسة السنة النبوية أثناء طلب العلم ،من نحو ثلاثين سنة، فسمعت كثيراً وقرأت كثيراً، ودرست أخبار العلماء والأئمة، ونظرت في أقوالهم وأدلتهم ،لم أتعصب لواحد منهم، ولم أحد عن سنن الحق فيما بدالي، فان أخطأت فكما يخطئ الرجل، وان أصبت فكما يصيب الرجل، أحترم رأيي ورأي غيري، وأحترم ما أعتقده حقاً قبل كل شيئ وفوق كل شيئ. فعن هذا قلت ما قلت واعتقدت في الشافعي رحمه الله ورضي عنه.

(۱) غالباً یہی وجہ ہے کہ امام شافعی کے شاگردوں اور مسلک شافعی سے تعلق رکھنے والوں میں مجتہدین کی تعداد سب سے زیادہ ہوئی، جس کو ہم باب سوم کی فصل چہارم میں وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

(۲) مثلاً دیکھیے المسوی کا مقدمہ، ص: ۴۳

تر مبلغ علم یہی کتاب ہے، اور اسی کتاب کے طفیل درجۂ اجتہاد کو پہنچ گئے۔ اور انھوں نے استنباط مسائل میں ہر جگہ اسی کتاب کے اصول مد نظر رکھے ہیں، چناں چہ شاہ صاحب نے متعدد جگہ اپنی تصنیفات میں اس بات کا اقرار کیا ہے(۱)۔

تمام علوم وفنون میں امام شافعی کی مہارت

لیکن امام شافعی کی خصوصیت جو بس انھی کی خصوصیت ہے۔ اور اس میں کوئی ان کے ساتھ نظر نہیں آتا وہ یہ کہ فقہ میں امامت کے ساتھ متعدد علوم وفنون میں ان کو وہ مہارت حاصل تھی کہ ان میں بھی ان کی امامت تسلیم کی گئی ہے اور مخصوص فنون کے ماہرین پر مشتمل کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا گیا۔

---

(۱) سیرۃ الشافعی، ص: ۹۳-۹۴۔

دوسری فصل

امام شافعی اور علم تجوید و قرأت

قرآن کریم کی قرأت میں مخارج وصفات کی اتنی رعایت ضروری ہے جس سے آدمی لحن جلی سے محفوظ رہے، تجوید کا اتنا علم ہر مسلمان کے لیے واجب ہے۔ تمام قواعد کا خیال کرنا اور حسن صوت کے ساتھ پڑھنا مستحسن ہے، اس لحاظ سے عہد صحابہ ہی سے اس کو ایک فن کی حیثیت حاصل رہی ہے، اور ہر زمانے میں اس کے ماہرین رہے ہیں۔ امام شافعی کا بھی شمار اس فن کے ماہرین میں ہوتا تھا۔

امام شافعی کی سند قرأت

انھوں نے اسماعیل بن عبداللہ بن قسطنطین (وفات: ۱۷۰ھ) سے فن قرأت حاصل کیا۔ اور اسماعیل نے شبل بن عباد (وفات: ۱۴۸ھ) سے یہ فن حاصل کیا تھا اور شبل نے عبداللہ بن کثیر (وفات: ۱۲۰ھ) سے، جو قرائے سبعہ میں سے ہیں، اسماعیل اپنے زمانے میں مکہ مکرمہ کے قاری اور قرأت کے استاد تھے، انھوں نے خود ابن کثیر کو بھی قرآن سنایا تھا، اور ابن کثیر نے مجاہد، اور مجاہد نے ابن عباس اور ابن عباس نے ابی بن کعب اور ابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فن حاصل کیا تھا (۱)۔

---

(۱) آداب الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۱۰۶ و مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۷۶-۲۷۷ و تاریخ بغداد ۲/۶۲ و تاریخ دمشق ۵۱/۲۹۴۔

قرأت میں امام شافعی کی مہارت

امام شافعی نے بچپن ہی میں قرأت میں وہ مشق بہم پہنچائی تھی کہ تیرہ سال کی عمر میں وہ لوگوں کو مسجد حرام میں قرآن پڑھانے لگے تھے (۱)۔

مبرد کہتے ہیں رحم اللّٰہ الشافعی فانہ کان من اشعر الناس، وآدب الناس، واعرفھم بالقراءات (۲)۔ یعنی امام شافعی سب سے بڑے شاعروں اور سب سے بڑے ادیبوں اور سب سے زیادہ قرأت کا علم رکھنے والوں میں تھے۔

امام شافعی کا حسن صوت اور پرسوز تلاوت

امام شافعی نے بہت اچھی آواز پائی تھی، وہ نہایت پرسوز انداز سے تلاوت کرتے تھے، یہاں تک کہ سننے والوں پر رقت طاری ہوجاتی تھی۔ ایک محدث بحر بن نصر فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ رودھوکر دل ہلکا کرنا چاہتے تو ایک دوسرے سے کہتے کہ چلو اس مطلبی نوجوان کے پاس چلتے ہیں اور ان سے قرآن سنتے ہیں۔ تو جب ہم ان کے پاس پہنچتے تو ہماری درخواست پر وہ تلاوت شروع کرتے، ان کی آواز میں وہ حسن اور سوز تھا کہ ہم لوگ بے قرار ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگ جاتے اور لوگوں کے رونے کی آواز سے ایک شور مچ جاتا۔ جب وہ یہ کیفیت دیکھتے تو قرأت بند کردیتے تھے (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۸۰ وتارخ بغداد ۲/۶۴)

امام القراء ابن الجزری (وفات: ۸۳۳ھ) نے غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء میں امام شافعی کا تذکرہ کیا اور ان سے اپنی سند قرأت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم نویں صدی تک امام شافعی کا سلسلۂ قرأت جاری تھا۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۷۹، مناقب الامام الشافعی للرازی ص: ۱۹۲۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۷۹ تاریخ دمشق ۵۱/۳۷۳ ومعجم الادباء للحموی ۷/۳۱۲۔

تیسری فصل

امام شافعی اور علم تفسیر

تفسیر قرآن میں درک کے بغیر آدمی فقیہ کامل ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ احکام شرعیہ کی اصل بنیاد قرآن مجید ہے، تاہم امام شافعی کو اس میں امتیاز خاص حاصل تھا۔

تفسیر قرآن پر امام شافعی کی خصوصی توجہ کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پرورش و پرداخت اور ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں ہوئی، جہاں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضؓ کا بڑا زبردست اثر تھا، اور آپ کے سب مکی اساتذہ اسی حلقے سے تعلق رکھتے تھے۔

امام شافعی کی تفسیر میں مہارت پر علمائے عصر کی شہادتیں

امام شافعی کا قرآن کا فہم بے نظیر تھا، ان کے اساتذہ بھی اس کو محسوس کرتے تھے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ ان کے عظیم استاذ سفیان بن عیینہ سے جب تفسیر کے سلسلے میں کوئی سوال ہوتا تو وہ اپنے اس عزیز شاگرد سے پوچھنے کے لیے کہتے تھے۔

تفسیر میں امام شافعی کی مہارت کا سب نے اعتراف کیا ہے: مبرد کہتے ہیں:

رحم اللہ الشافعی، فانہ کان من أشعر الناس و آدب الناس و اعرفھم بالقرآن(۱).

---

(۱) توالی التاسیس لابن حجر: ۱۰۴، یہی قول پیچھے متعدد حوالوں سے ہم نقل کر چکے ہیں، ان سب نے قرآن کے بجائے قراءات کا لفظ نقل کیا ہے۔ توالی میں غالباً غلط نقل ہوا ہے۔ بلکہ خود حافظ ابن حجر نے تہذیب التھذیب (۲۶/۹) میں قراءات ہی لکھا ہے۔

امام شافعی کے شاگرد اور مشہور راوی حدیث یونس بن عبدالاعلی کہتے ہیں: كنت أولاً أجالس أصحاب التفسير و أناظر عليه و كان الشافعي اذا أخذ في التفسير، كأنه شهد التنزيل (١). (میں اولاً اصحاب تفسیر کی مجلسوں بیٹھا کرتا تھا اور ان سے بحث کرتا تھا۔ امام شافعی کا حال یہ تھا کہ جب تفسیر بیان کرتے تو ایسا لگتا کہ گویا قرآن آپ کے سامنے نازل ہوا ہے)

امام احمد فرماتے ہیں: ما رأيت أحداً أفقه في كتاب الله من هذا الفتى القرشي (٢).

(میں نے اس قریشی نوجوان سے بڑھ کر کتاب اللہ کا فہم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا)

امام اہل ظاہر داود بیان کرتے ہیں قال لي اسحاق بن راهويه: ذهبت أنا وأحمد بن حنبل الى الشافعي بمكة، فسألته عن أشياء، فوجدته فصيحاً حسن الأدب، فلما فارقناه أعلمني جماعة من أهل الفهم بالقرآن أنه كان أعلم الناس في زمانه بمعاني القرآن، وأنه قد أوتي فيه فهماً، فلو كنت عرفته للزمته، قال داود: ورأيته يتأسف على مافاته عنه، وفي رواية عن داود: قال لي اسحاق: لو علمت أنه بهذاالمحل لم افارقه (٣) (اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: میں اور احمد بن حنبل مکہ مکرمہ میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے امام شافعی سے بہت سے سوالات کیے میں نے انھیں نہایت فصیح اور پاکیزہ زبان بولنے والا پایا، جب ہم وہاں سے چلے آئے تو قرآن کریم کا علم وفہم رکھنے والے بہت سے حضرات نے مجھے بتایا کہ امام شافعی اپنے زمانے میں قرآن کریم کے معانی ومطالب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، آپ کو قرآن کریم کا خاص فہم نصیب ہوا تھا، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو ان سے لگا رہتا، داود کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اسحاق بن راہویہ کو امام شافعی سے بہت کچھ علم حاصل نہ کرنے پر

---

(۱) احکام القرآن للشافعی جمع البیہقی ۱/ ۱۹-۲۰ وتوالی التاسیس ص: ۸۹

(۲) الجرح والتعدیل للرازی ۷/ ۲۰۳-۲۰۴

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۳۰

افسوس رہتا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ داود کہتے ہیں: اسحاق نے مجھ سے بیان کیا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے علم کی یہ شان ہے تو میں ان سے جدا نہ ہوتا)

ابوحسان الزیادی فرماتے ہیں: جب میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ وہ سب کا اکرام کرتے ہیں اور ہماری باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور قرآن کریم سے لطیف معانی کا استنباط کرتے ہیں، اور اس کے لیے نہایت فصیح زبان استعمال کرتے ہیں، تو مجھے آپ سے بڑا انس ہوا، پھر میں آپ سے قرآن کریم کے معانی ومطالب دریافت کرنے لگا، میں نے قرآن کریم کے معانی ومطالب پر ایسی قدرت رکھنے والا اور ان کو اس عمدگی سے بیان کرنے والا اور اس کے لیے عربی شاعری ولغت سے دلائل فراہم کرنے والا آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا(۱)۔

تفسیر قرآن کے ساتھ اعتناء

فہم قرآن کی انھیں بڑی تمنا وطلب تھی، وہ اس کے لیے دعا کا اہتمام کرتے تھے، چناں چہ الرسالہ کے مقدمے میں جہاں قرآن کریم کا تذکرہ کیا ہے، وہاں اللہ سے خاص طور پر دعا کرتے ہیں کہ اللہ اپنی کتاب کا ہمیں فہم عطا کرے پھر اپنے نبی کی سنت کی سمجھ دے(۲)۔

قرآن کریم سے ان کو والہانہ تعلق تھا، وہ قرآن پر برابر غور وتدبر کرتے رہتے تھے، ان کے شاگرد ربیع فرماتے ہیں: قلما كنت ادخل على الشافعي رحمه الله الا و المصحف بين يديه يتتبع أحكام القرآن(۳).

(جب بھی میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا اکثر وبیشتر آپ کو اس حال میں پایا کہ قرآن کریم آپ کے سامنے کھلا ہوا ہے اور آپ اس کے احکام کی تلاش وجستجو میں لگے ہوئے ہیں)۔

---

(۱) ایضا، ۳۶۲/۵۱

(۲) دیکھیے الرسالہ، ص: ۲۱۹

(۳) احکام القرآن للشافعی، ۲۰/۱

امام شافعی کی تفسیر میں امامت، ائمہ تفسیر کے نزدیک مسلم رہی، امام المفسرین علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں متعدد اقوال امام شافعی کے نقل کیے ہیں۔ اگر چہ امام طبری کے نقل کردہ امام شافعی کے ان اقوال کا تعلق باب احکام سے ہے، لیکن امام شافعی کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر بحیثیت فقیہ صرف آیات احکام ہی پر نہیں تھی، بلکہ بحیثیت مفسر پورے قرآن پر گہری نظر تھی، دوسرے موضوعات کی آیات کی بے نظیر تفسیر بھی ان کے یہاں ملتی ہے، اسی وجہ سے امام فخر الدین رازی جیسے امام تفسیر نے لکھا ہے .... كان بحراً لا ساحل له في هذا العلم (۱) یعنی امام شافعی تفسیر میں بحرِ ناپیدا کنار تھے۔ صرف الرسالہ کے مطالعے سے اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چناں چہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ اگر امام شافعی خاص تفسیر میں کوئی کتاب لکھتے تو بعد والوں کے لیے ایک بنیاد اور سہارا ہو جاتی اور تفسیر ابن جریر سے فائق ہو جاتی (۲)

امام شافعی کی احکام القرآن اس موضوع پر اولین کتاب

قاضی حسین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی نے تفسیر سے متعلق کچھ کتابیں لکھی تھیں، بلکہ خود ان کے شاگردوں نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے "احکام القرآن" کے نام سے کتاب لکھی تھی، جیسا کہ ربیع نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے جب "احکام القرآن" تصنیف کرنے کا ارادہ کیا تو سو دفعہ پورا قرآن کریم پڑھا (۳) ابن عبد الحکم کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے کہ میں نے اپنے والد کے حکم سے کچھ کاغذات امام شافعی کے حوالے کیے تھے کہ اپنے مستنبط کردہ قرآنی احکام وہ اس پر لکھیں، وہ لکھتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا، تو انھوں نے یہ اوراق ہمارے حوالے کرنے کی وصیت کی، دیکھا تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ احکام قرآن ان پر تحریر کیے تھے، یہ اب تک

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للرازی، ص: ۱۹۳

(۲) دیکھیے المدخل الی مذهب الامام الشافعی للقواسمی، ص: ۱۳۷

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۴۴

ہمارے پاس موجود ہیں (۱)۔

اور ابن الندیم نے دو جگہ امام شافعی کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، احکام القرآن پر لکھی ہوئی کتابوں کے سلسلے میں اور امام شافعی کی تصنیفات کے ضمن میں (۲)۔

اور داوودی نے صاف لکھا ہے کہ امام شافعی پہلے شخص ہیں جنھوں نے احکام القرآن میں کتاب لکھی (۳)۔

امام شافعی کی تفسیر کے جمع وتدوین کے سلسلے میں ہوئے کام پر ایک نظر

مگر امام شافعی کی یہ کتاب موجود نہیں ہے، تاہم امام شافعی کی تفسیری اقوال کی اہمیت کے پیش نظر امام بیہقی نے آیات احکام سے متعلق ان کی تفسیر کو احکام قرآن کے نام سے جمع کیا ہے، جو علامہ زاہد الکوثری کے مقدمے اور شیخ عبدالغنی عبدالخالق کے حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے (۴)۔

اس سلسلے میں دوسرا کام مجدی بن منصور بن سید الشوری نے کیا ہے، انھوں نے امام شافعی کے تفسیری اقوال کو احکام القرآن جمع البیہقی، الرسالۃ اور الام کی بنیاد پر جمع کیا ہے اور " تفسیر الشافعی " کے نام سے ایک جلد میں شائع کیا ہے (۵)۔

اس سلسلے میں سب سے عمدہ کام حال میں ڈاکٹر احمد بن مصطفیٰ الفرّان نے "تفسیر الامام الشافعی " کے نام سے کیا ہے، انھوں نے امام شافعی کی تمام کتابوں بلکہ ان پر لکھی ہوئی بعض کتابوں سے اخذ کر کے قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب پر امام شافعی

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۳

(۲) دیکھیے الفہرست ص: ۸۱ و ص: ۲۴۴

(۳) طبقات المفسرین ص: ۲۷۰

(۴) اس کا پہلا ایڈیشن مکتبۃ الخانجی قاہرہ سے ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱-۱۹۵۲ء میں شائع ہوا پھر دار الکتب العلمیۃ بیروت - لبنان نے ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء میں شائع کیا

(۵) دار الکتب العلمیۃ بیروت - لبنان ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، مگر ان تین کتابوں میں موجود سب اقوال کو بھی انھوں نے جمع نہیں کیا ہے

کے جملہ تفسیری اقوال کو جمع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، یہ دراصل ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ دار التدمریہ، الریاض سے ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء میں تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ تمہیدی مباحث میں انھوں نے امام شافعی کے مقررہ اہم قواعد تفسیر کو بھی بیان کیا ہے(۱)۔

داودی نے طبقات المفسرین میں اور اسی طرح احمد بن محمد الادنہ دی نے اپنی کتاب طبقات المفسرین میں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے۔

---

(۱) دیکھیے جلد اول، ص: ۱۶۷-۱۷۰۔

چوتھی فصل

امام شافعی اور علم حدیث

امام شافعی کے حدیث سے اعتنا اور اس میں مہارت، بلکہ امامت کا اندازہ کرنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام شافعی اصحاب الرای کے مقابلے میں اصحاب الحدیث کے نمایندے سمجھے جاتے تھے۔ اس سلسلے کی کچھ باتیں پیچھے گزر چکی ہیں۔

پورے ذخیرۂ حدیث سے امام شافعی کی واقفیت

امام شافعی عام محدثین کے طریقے کے مطابق تکثیرِ شیوخ یا تکثیرِ اسانید و طرق کو اہمیت نہیں دیتے تھے، نہ ان کا یہ طرز رہا، اور جو لوگ امامتِ حدیث کے لیے اس کو ضروری سمجھتے ہیں، وہ امام شافعی کی فن حدیث میں امامت تسلیم کرنے میں تردد کا اظہار کرتے ہیں۔

لیکن حدیث اور علم حدیث کی مختلف اصناف میں امام شافعی کی مہارت تام اور علو مقام کو جو دیکھے گا وہ حدیث میں امام شافعی کی آخری درجے کی امامت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔

شیوخ کی کثرت اور ایک ہی حدیث کی متعدد اسانید اور طرق کا حصول اگرچہ محدثین کا عام طرز رہا، لیکن عملی زندگی میں عموماً اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں، اس لیے امام شافعی نے اس کا اہتمام نہیں کیا، البتہ جس کی ضرورت تھی اس میں ہمہ تن مشغول رہے، اور اس کے حصول کے لیے پوری جد و جہد کی، اور ضروری ذخیرۂ حدیث سے پوری واقفیت حاصل کر لی۔ حجاز میں علم حدیث کے دو مرکز تھے: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ، مکہ میں سرخیل

محدثین امام سفیان بن عیینہ تھے تو مدینے میں محدثین کے امام امام مالک تھے، امام شافعی نے دونوں کی خدمت میں طویل عرصہ گزار کر ان کا پورا ذخیرۂ حدیث حاصل کیا۔ خود امام شافعی فرماتے ہیں: مالك و سفيان القرينان في اسناد الحجاز، ولو لا مالك و سفيان لذهب علم الحجاز (۱) (یعنی مالک اور سفیان حجاز کے علم حدیث میں برابر ہیں، اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو پھر حجاز کا علم رخصت ہو جاتا)

بقیہ حدیثیں انھوں نے دوسرے علمائے حجاز اور پھر علمائے عراق و یمن اور محدثین مصر و شام سے حاصل کیں (۲)۔

زیادہ سے زیادہ حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے امام شافعی کی تاکید

وہ کثیر احادیث بلکہ پورے ذخیرۂ حدیث سے واقفیت کو کتنا ضروری سمجھتے تھے، انھی کی عبارت سے اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

فحق على طلبة العلم بلوغ غاية جهدهم في الا ستكثار من علمه، والصبر على كل عارض دون طلبه، و اخلاص النية لله في استدراك علمه، نصاً و استنباطاً، و الرغبة الى الله في العون عليه، فانه لايدرك خير الا بعونه (۳).

(یعنی طلبۂ علم کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کریں، اور طلب علم میں جو چیز رکاوٹ بنے، پورے صبر و ثبات اور عزم و حوصلے کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں۔ اور اپنے علم کی کمی دور کرنے میں نیت خالص رکھیں، خواہ اس علم کا تعلق نصوص سے ہو یا استنباط سے، اور اللہ سے رجوع ہو کر اس سے اس میں مدد مانگیں، اس لیے کہ کوئی بھی خیر اللہ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا)

جس کی طلبہ کو یہ تاکید ہو اس کا اس سلسلے میں کیا حال ہوگا!

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۱۵۷

(۲) اس کی کچھ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے

(۳) الرسالۃ، ص: ۱۹

حدیث کی طلب میں امام شافعی کی جدوجہد

خود فرماتے ہیں جیسا کہ ان کے شاگرد مزنی نے ان سے نقل کیا ہے: انی کنت لأسیر الأیام و اللیالی فی طلب الحدیث الواحد (۱) یعنی ایک ایک حدیث کی طلب اور جستجو میں کئی کئی دن اور راتیں چلتا تھا۔

زیادہ سے زیادہ حدیث کا علم حاصل کرنے کی فکر

اور ان کے دوسرے شاگرد امام احمد جو خود حدیث کے بہت بڑے امام تھے، امام شافعی کے بارے میں فرماتے ہیں: ما کان یکفیه قلیل الطلب فی الحدیث (۲) یعنی کم حدیثوں پر آپ اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ زیادہ سے زیادہ حدیث کی طلب میں رہتے تھے۔

کوئی ایسی سنت نہیں جس کا امام شافعی کو علم نہ ہوا ہو- امام ابن خزیمہ کی شہادت

حقیقت یہ ہے کہ پیش رو فقہاء کے مقابلے میں امام شافعی کا امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ ہر مسئلے میں حدیث کی تلاش میں رہتے تھے اور اس کو عمل میں لاتے تھے جیسا کہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ جیسے ائمہ فقہ و حدیث نے شہادت دی ہے اور دین کے اتنے میدان ہیں اور شریعت کا دائرہ اتنا وسیع ہے، اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی زیادہ احادیث پر آپ کی نظر تھی۔ اور یہ کوئی خیالی بات نہیں، بڑے بڑے ائمۂ حدیث کی شہادت ہے، مشہور محدث اور صحیح ابن خزیمہ کے عظیم مصنف امام الائمہ ابو بکر بن خزیمہ (وفات: ۳۱۱ھ) سے پوچھا گیا: هل تعرف سنة فی الحلال و الحرام لم یودعها الشافعی کتبه ؟ قال: لا (۳).

یعنی حلال و حرام یعنی احکام سے متعلق کوئی حدیث آپ کے علم میں ہے جس کو امام شافعی نے اپنی کتابوں میں درج نہ کیا ہو، فرمایا: نہیں۔

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۵۹

(۲) آداب الشافعی و مناقبہ، ص: ۴۲

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۲۷، تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۵۱، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۷۰ و سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۵۴

علامہ ابن کثیر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں...... سئل : هل سنة لم تبلغ الشافعي، فقال لا(۱).

یعنی امام ابن خزیمہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی ایسی سنت ہے جو امام شافعی تک نہ پہنچی ہو؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی نے ممکن حد تک احادیث کا احاطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

شاگردوں سے حدیث میں استفادہ کرنا

اور کیوں نہ ہو، جن کا حال یہ ہو کہ اپنے شاگردوں تک سے معلوم کرنے میں جنھیں کوئی عار نہ ہو، ان سے بمشکل ہی کوئی حدیث چھوٹے گی!

ان کے شاگردوں میں حدیث میں سب سے ممتاز اور امامت کے درجے پر فائز امام احمد تھے۔ امام شافعی بھی ان کے اس مقام کو سمجھتے تھے۔ اسی لیے امام احمد سے انھوں نے کہا تھا کہ چوں کہ آپ کا حدیث ورجال سے اشتغال ہے اس لیے کوئی بھی صحیح حدیث آپ کے علم میں ہو (یعنی وہ ہمارے علم میں نہ ہو) تو ہمیں ضرور بتائیے، خواہ کوئی بھی حدیث ہو کسی علاقے سے اس کا تعلق ہو(۲)۔

ان کے دوسرے شاگرد حُمیدی جو ممتاز محدثین میں سے تھے، فرماتے ہیں: میں بصرہ تک (یعنی مکہ مکرمہ سے) امام شافعی کے ساتھ گیا وہ مجھ سے حدیث میں فائدہ اٹھاتے اور میں ان سے مسائل میں استفادہ کرتا(۳)۔

نئی حدیثوں کے لیے امام شافعی کی بے چینی اور ان کے حصول کا اہتمام

امام شافعی کے حدیث میں تبحر اور نہ سنی ہوئی حدیث کو حاصل کرنے کے لیے ان

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۱۴/ ۱۳۶

(۲) یہ پوری عبارت مع حوالہ آگے آرہی ہے

(۳) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۶

کی بے چینی کا اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ انھوں نے طویل عرصہ امام مالک کی خدمت میں گزار کر بہت زیادہ ان سے حدیثیں روایت کیں۔ پھر مالک کے حوالے سے کسی معتبر آدمی کے پاس ان کو کوئی اور حدیث ملی تو بالواسطہ مالک کی اس حدیث کی انھوں نے روایت کی، اسی طرح بہت کثرت سے امام سفیان بن عیینہ سے انھوں نے حدیثیں سنیں، پھر بالواسطہ بھی ان سے روایت کی (۱)۔

حدیث میں امام شافعی کا اتقان

علم حدیث میں ان کے اتقان، پختگی اور استحکام پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں: میں نے امام مالک کے دس سے زیادہ پختہ شاگردوں سے جن کا شمار حفاظِ حدیث میں ہوتا تھا، موطا سنی، پھر میں نے امام شافعی کے سامنے اس کو دوہرایا اس لیے کہ ان کو سب سے پختہ موطا یاد تھی (۲)۔

امام شافعی کی سند سلسلۃ الذہب

محدثین کے درمیان اختلاف ہے کہ أصح الأسانید کونسی سند ہے؟ شیخ المحدثین امام بخاری کا کہنا ہے کہ أصح الأسانید: مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ اسی بنیاد پر امام ابو منصور التمیمی (عبدالقاہر بن طاہر البغدادی المتوفی ۴۲۹ھ) کا کہنا ہے کہ چوں کہ امام مالک سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی سے بڑھ کر جلیل القدر کوئی نہیں ہے، اس لیے اب سب سے جلیل القدر اور صحیح ترین سند یہ ہوگی: الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر (۳) بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ابن وہب اور قعنبی امام مالک سے

---

(۱) دیکھیے تهذیب التهذیب ۹/ ۲۶، طبع دار الفکر

(۲) دیکھیے الارشاد للخلیلی ۱/ ۲۳۱ نیز دیکھیے تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۵۳، اور ان حفاظ میں جن سے امام احمد پہلے موطا سن چکے تھے، عبدالرحمٰن بن مہدی بھی تھے۔ (دیکھیے النکت علی کتاب ابن الصلاح، ص: ۵۲)، اس سے انازہ کرسکتے ہیں کہ امام شافعی کو حدیث میں کس درجے اتقان تھا!

(۳) دیکھیے مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۱۸

روایت کرنے والوں میں سب سے اوثق ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس کا مفصل جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک سے روایت کرنے والوں میں عبدالرحمٰن بن مہدی بھی ہیں، اور وہ بالاتفاق ابن وہب اور قعنبی سے بڑھ کر حدیث کا علم رکھنے والے اور زیادہ متقن ہیں، اور پھر ابن وہب کو مقابلے میں لایا بھی نہیں جاسکتا، اس لیے کہ متعدد حضرات نے ان کے تساہل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ امام شافعی کا انتقال جلدی ہوگیا تھا، اور ان کے سالہا سال بعد تک امام مالک کے تلامذہ موجود رہے۔ تو بعد کے زمانے کے لحاظ سے یہ بات صحیح ہوسکتی ہے، مطلق صحیح نہیں ہے (۱)۔ اس لیے اس سند کو محدثین ''سلسلة الذہب'' یعنی سونے کی زنجیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے سلسلة الذہب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس سند کی ایک سو پانچ روایتیں جمع کی ہیں، اور ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر نے اس طرح کی ایک سو بہتر (۱۷۲) حدیثیں شمار کی ہیں (۲)۔

امام مالک کی بہت سی احادیث کی روایت میں امام شافعی کا منفرد ہونا

خلیلی لکھتے ہیں: امام مالک کی بہت سی احادیث صرف امام شافعی کے پاس تھیں یعنی وہ تنہا اس کے راوی ہیں، پھر انھوں نے اس کی ایک مثال دی ہے کہ حدیث لا یبیع حاضر لبـــاد اس حدیث کو تنہا امام شافعی نے امام مالک سے روایت کیا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: ائمۂ حدیث ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے (۳)۔

امام احمد کا حدیث میں امام شافعی سے استفادہ کرنا

یہی وجہ ہے کہ امام احمد سینکڑوں محدثین سے حدیثیں سننے کے باوجود امام شافعی

---

(۱) دیکھیے النکت علی کتاب ابن الصلاح، ص: ۵۲-۵۳

(۲) دیکھیے مجلة الضیاء، دبئ، خصوصی نمبر امام شافعی، مضمون الامام الشافعی محدثاً وناصراً للسنة للدکتور عبد السمیع محمد الأنیس، ص: ۱۳

(۳) ایضاً

سے حدیث کے معاملے میں اپنے تئیں مستغنی نہیں سمجھتے تھے۔ چناں چہ جہاں امام احمد نے امام شافعی سے فقہ میں استفادہ کیا، بلکہ وہ سراپا ان کے مرہون منت اور پروردہ تھے، وہیں انھوں نے حدیث میں بھی ان سے بہت فائدہ اٹھایا، چناں چہ ان کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں: میرے والد امام شافعی کا ذکر کرتے تو بہت زیادہ ان کی تعریف کرتے، میرے والد نے ان سے بہت حدیثیں لکھی ہیں، اور ان کے انتقال کے بعد ان کی کتابوں سے میں نے بہت سی حدیثیں نوٹ کیں جو انھوں نے امام شافعی سے سنی تھیں (۱)۔

امام شافعی کی احادیث میں گہرائی اور گیرائی

امام شافعی کے پاس حدیث کا نہایت گہرا اور وسیع علم ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا: كم اصول الأحكام؟ یعنی احکام کی بنیادی حدیثیں کتنی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: پانچ سو، پھر پوچھا گیا: كم أصول السنن؟ انھوں نے کہا: پانچ سو، پھر انے پوچھا گیا کہ امام مالک کے پاس ان میں سے کتنی حدیثیں تھیں؟ انھوں نے کہا: پینتیس (۳۵) حدیثوں کے سوا سب تھیں، پھر پوچھا گیا: ابن عیینہ کے پاس کتنی تھیں؟ فرمایا: سب تھیں سوائے پانچ کے (۲)۔

خود ان کے اس بیان سے بھی بخوبی اس کا اندازہ ہوتا ہے، فرماتے ہیں: میں نے امام محمد کی کتابوں پر ساٹھ اور بعض روایتوں کے مطابق سو دینار خرچ کیے، پھر غور سے ان کا مطالعہ کیا اور ہر مسئلے کے بالمقابل اس کے رد میں ایک حدیث رکھی (۳)، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ انھوں نے امام محمد سے ان کی اتنی کتابیں حاصل کی تھیں جو ایک اونٹ پر آ سکے۔

نیز فرماتے ہیں: لولا أن يطول على الناس لوضعت في كل مسئلة جزء

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۸۸، وتوالی التاسیس ص: ۸۵

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۵۱۹

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ ص: ۲۷ وحلیۃ الاولیاء ۹/ ۸۷، معجم الادباء ۱۷/ ۲۸۹

حجج (۱) یعنی اگر طوالت کی وجہ سے لوگوں پر گراں گزرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر مسئلے میں دلائل کا ایک جُز لکھ دیتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دلائل حدیث کے علاوہ کیا ہوں گے!

چوں کہ امام شافعی کی ساری توجہ اصولی مباحث اور استخراج اور استنباط پر رہی، اس لیے انھوں نے متون حدیث پر مشتمل مستقل کتابیں لکھنے پر توجہ نہیں کی، (یعنی ان کی موجودہ کتابوں میں ایسی کوئی نہیں ملتی، ورنہ ان کے کتاب السنن لکھنے کا ذکر ان کے شاگرد اور خادم خاص ربیع نے کیا ہے (۲)۔ لیکن ان کی عظیم کتاب الأم جو باریک خط میں اور بڑی تقطیع میں چار ضخیم جلدوں (آٹھ اجزاء) میں چھپی ہے اور محقق ایڈیشن دس بارہ جلدوں میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ وہ اگرچہ اصلاً فقہ کی کتاب ہے، لیکن محدثین اس کا شمار حدیث کی کتابوں میں بھی کرتے آئے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے کتانی کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں (۳)۔

حدیث پر امام شافعی کی تصانیف

امام شافعی کے کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے شاگردوں کے شاگردوں نے ان کی مختلف کتابوں میں منتشر حدیثوں کو مسند اور سنن کے نام سے ایک مجموعے کی صورت میں جمع کرنے پر توجہ دی، چناں چہ ابو العباس الاصم (وفات: ۳۴۶ھ) نے ''مسند الامام الشافعی'' کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا، جس کو وہ بروایت ربیع عن الشافعی روایت کرتے ہیں، اسی طرح امام طحاوی (وفات: ۳۲۱ھ) نے دوسرا مجموعہ تیار کیا، جس کو وہ بروایت مزنی عن الشافعی روایت کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ ''سنن الشافعی'' کے نام سے معروف ہے۔ مسند میں احادیث کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ ہے۔ (موطا کی حدیثوں کی تعداد بھی اسی کے قریب ہے) اور اس میں سو کے قریب وہ اسانید ہیں جن کو محدثین سلسلۃ الذھب (سونے کی زنجیر) سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی شافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر۔ تاہم سنن

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۷۰

(۲) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۹۱

(۳) ص.........

میں بہت سی وہ روایتیں ہیں جو مسند میں موجود نہیں ہیں، لیکن یہ دونوں کتابیں امام شافعی کی موجودہ مرویات کے لحاظ سے بہت ناقص ہیں۔ اس سلسلے میں جامع ترین کام امام بیہقی نے کیا ہے۔ انھوں نے امام شافعی کی موجودہ تمام تصنیفات میں پائی جانے والی ان کی مرویات کو ''معرفۃ السنن والاثار'' کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا ہے جو دکتور عبدالمعطی قلعہ جی کی تحقیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں قاہرہ و بیروت میں شائع ہوئی ہے (دارالوعی قاہرہ اور دار قتیبہ بیروت نے مشترک شائع کیا ہے، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔ اسی طرح اسی سنہ میں دارالکتب العلمیۃ سے سید کسروی حسن کی تحقیق کے ساتھ سات جلدوں میں شائع ہوئی ہے)

صرف انھی باتوں کو کوئی سامنے رکھے اور انصاف سے محروم نہ ہو تو کھلے دل سے حدیث میں امام شافعی کی امامت کا اقرار بلکہ اعلان کرے گا۔ جب کہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا، بلکہ علم حدیث کی جملہ اقسام میں امام شافعی کی مہارت تسلیم کی گئی ہے۔

پانچویں فصل

امام شافعی اور علوم حدیث

علوم حدیث کی مختلف انواع واقسام میں امام شافعی کی مہارت

علوم حدیث کی جملہ انواع واقسام میں فقہ الحدیث، اصول الحدیث، علم رجال الحدیث یا علم الجرح والتعدیل، علل الحدیث، مختلف الحدیث یا مشکل الحدیث یہ سب جلی اور اہم ترین عنوانات ہیں، اگر امام شافعی کی علمی زندگی کو دیکھیں تو ان تمام اصناف میں ان کی مہارت سے حیرت ہوتی ہے۔

فقہ حدیث سے عام محدثین کی بے اعتنائی

جہاں تک فقہ حدیث کا تعلق ہے تو دسیوں بیسیوں نہیں، سینکڑوں محدثین بلکہ ان کی اکثریت کا حال یہ تھا کہ ان کی ساری توجہ کثرتِ سماع اور روایت حدیث پر تھی، اور فقہ حدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں: ما كان أصحاب الحديث يعرفون معاني أحاديث رسول الله ﷺ، حتى قدم الشافعي، فبينها لهم (۱) یعنی اصحابِ حدیث حدیثوں کے معنی نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے آکر ان کے سامنے واضح کیے۔

اور بسا اوقات روایات کی کثرت اور حدیث میں شہرت کے باوجود فقہ حدیث کے تعلق سے مضحکہ خیز اور افسوس ناک صورت حال پیش آتی تھی، جس کی تفصیل میں ہم جانا

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/۳۴۵

نہیں چاہتے (۱)۔

فقہ حدیث میں امام شافعی کی امامت

اس کے باوجود ان کو ائمۂ حدیث میں شمار کیا جاتا ہے، جب کہ اصل مقصود فقہ حدیث ہے۔ اس میں امام شافعی سب سے ممتاز تھے، تمام محدثین عصر اور فقہائے دہر نے اس میں ان کی امامت تسلیم کی، بلکہ ان کے اساتذہ تک نے ان کی استاذیت کا اعتراف کیا، ان کے تفقہ کے ضمن میں ان کے استاذ ابن عیینہ سمیت دوسرے محدثین زمانہ کے اعترافات گزر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان کے فقہ حدیث کی صرف ایک مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔

مشہور حدیث ہے أقروا الطير في مكناتها اور بعض روایتوں میں وكناتها ہے (۲)۔

حجاز و عراق کے سبھی محدثین اس کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ رات کے وقت جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوں تو ان کا شکار نہ کرو۔ سفیان بن عیینہ کے ذہن میں بھی یہی بات تھی، امام شافعی نے جب اس کی تشریح کی (بعضوں نے لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ نے ان سے اس کی تشریح کا تقاضا کیا تھا، دونوں میں تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے امام شافعی نے کسی موقع پر اس کی تشریح کی ہو اور سفیان بن عیینہ کو جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے براہ راست ان سے اس کو سننے کا تقاضا کیا ہو) کہ اصل میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ سفر شروع کرنا ہوتا تو پرندوں کو گھونسلوں سے اڑاتے، اگر پرندہ داہنی طرف کو جاتا تو سفر کو مبارک خیال کرتے اور روانہ ہو جاتے، اور اگر بائیں طرف کو جاتا تو بدشگونی لیتے اور سفر کا ارادہ ملتوی کر دیتے۔ پھر انھوں نے عربوں کی اس عادت کو بیان کرنے کے لیے دو شعر پیش

---

(۱) علامہ ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں "ذکر تلبیس ابلیس علی اصحاب الحدیث" کے تحت اس کی متعدد مثالیں دی ہیں دیکھیے ص: ۱۲۵-۱۲۷

(۲) اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد اور ابوداود وغیرہ متعدد محدثین نے روایت کیا ہے۔ دیکھیے سنن الشافعی رقم ۴۱۴ و مسند احمد ۶/ ۳۸۱ و سنن أبی داود، رقم ۲۸۳۵

کیے، تو عقیدے کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے یہ بات کہی گئی ہے کہ سرے سے ایسا کام ہی نہ کرو۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے جب یہ تشریح سنی تو اپنی پہلی تشریح سے رجوع کرلیا اور یہی تشریح کرنے لگے(۱)۔

اور بیہقی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ پہلے محدثِ عراق وکیع بن الجراح (جو خود امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں) بھی رات میں پرندوں کے شکار کی ممانعت ہی سے اس کی تشریح کرتے تھے، امام شافعی کی جب یہ بات سنی تو اس کی بڑی داد دی۔

نیز انھوں نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے امام شافعی کو (جب کہ وہ نوجوان تھے) مسجد حرام میں اس حال میں دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اے اہلِ شام! اے اہلِ عراق! رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے بارے میں مجھ سے پوچھو، ان لوگوں کو تعجب ہوا، اسحاق نے امام احمد سے کہا ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھو۔ احمد نے کہا: ارے اس کا مطلب تو معلوم ہی ہے کہ رات میں پرندوں کو گھونسلوں میں رہنے دو، شکار نہ کرو! اسحاق نے اصرار کیا کہ نہیں، ان سے ضرور اس کا مطلب پوچھنا ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا اور امام شافعی نے مذکورہ تشریح کی تو اسحاق بن راہویہ کو بڑی حیرت ہوئی، امام احمد سے کہنے لگے اگر ہم اسی حدیث کا مطلب معلوم کرنے کے لیے عراق سے حجاز تک کا سفر کرتے تو فائدے ہی میں رہتے۔ احمد نے اس پر کہا وفوق کل ذی علم علیم [سورہ یوسف: ۷٦] یعنی ہر علم والے سے بڑا ایک عالم ہوتا ہے(۲)۔

بیہقی نے امام شافعی کے حوالے سے متعدد حدیثوں کی تشریح کے بعد لکھا ہے

وکان الشافعی نسیج وحدہ فی ہذہ المعانی.

(ان مطالب کو بیان کرنے یعنی ان احادیث کی اس طرح تشریح وتوضیح میں امام

---

(۱) سنن الشافعی، ص: ۴۴۲-۴۴۳، آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۱۲-۱۱۴، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۴-۹۵ ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۳۰٦-۳۰۹، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۰۵ ومعجم الادباء ۱۷/ ۳۰۰-۳۰۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ص: ۳۰۷-۳۰۸

شافعی کی کوئی مثال نہیں)

حدیث کے اپنے علم کے سلسلے میں امام شافعی کی خوداعتمادی

اوپر کی حکایت سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام شافعی کو حدیث کے اپنے علم کے سلسلے میں نوجوانی ہی میں کیسی خوداعتمادی حاصل تھی، مسجد حرام میں جہاں بڑے بڑے مشائخ حدیث کے حلقے لگتے تھے اور پورے عالم اسلام کے علماء وہاں موجود ہوتے تھے، وہ کیسی خوداعتمادی کے ساتھ اہل عراق اور اہل شام کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیثیں معلوم کرو، سنتوں کے بارے میں پوچھو، اور اہل عراق اور اہل شام کو خاص طور پر مخاطب کرنا جہاں خود بڑے محدثین موجود تھے، اس سے بھی علم حدیث میں امام شافعی کی امامت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علم اصول الحدیث اور اس میں امام شافعی کی اولیت

جہاں تک علم اصول الحدیث کا تعلق ہے تو اس میں امام شافعی کی امامت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے متعدد اصول وقواعد پہلی دفعہ بیان کیے تھے، بلکہ اپنے اجتہاد سے یہ اصول مقرر کیے تھے۔ حدیث کے یہ متعدد اصولی مباحث ان کی تصنیفات میں، بالخصوص الرسالہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی پر لکھی ہوئی ابتدائی کتابوں میں، خاص طور پر ابن ابی حاتم کی آداب الشافعی ومناقبہ میں اور بیہقی کی مناقب الشافعی میں اصول حدیث سے متعلق بہت سی باتیں امام شافعی سے مذکور ہیں، بیہقی نے اپنی کتاب میں کئی ابواب اس علم میں امام شافعی کے مقام کی توضیح اور اس سلسلے میں ان کی بیان کی ہوئی باتوں کی تفصیل کے لیے قائم کیے ہیں۔

''الرسالہ'' اصول حدیث کی اولین کتاب

امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' تمام اہل علم جانتے ہیں کہ اصول فقہ کی سب سے

پہلی کتاب ہے، لیکن اہل نظر نے اس کو اصول حدیث کی بھی پہلی کتاب شمار کیا ہے، عصر حاضر کے مشہور عالم وناقد اور جدید میدان تحقیق کے اولین وارد محدث وفقیہ شیخ احمد شاکر (وفات: ۱۹۵۸ء) الرسالہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: أول كتاب ألف في أصول الفقه بل هو أول كتاب ألف في أصول الحديث أيضاً۔

اصول حدیث سے متعلق الرسالہ اور الأم کے اولین مباحث پر ایک نظر

پھر آگے لکھتے ہیں: کتاب کے وہ ابواب ومباحث جن میں امام شافعی نے خبر واحد پر کلام کیا ہے اور اس کی حجیت پر بحث کی ہے، اور جہاں حدیث کے صحیح ہونے کی شرطیں بیان کی ہیں اور راویوں کی عدالت پر گفتگو کی ہے، اور حدیث مرسل اور منقطع کے قابل حجت نہ ہونے پر جو گفتگو کی ہے، ان کے علاوہ دیگر مباحث جن کی تفصیل کتاب کے اخیر میں دی ہوئی علمی فہرست سے معلوم ہوسکتی ہے، میرے نزدیک یہ سب سے دقیق اور سب سے قیمتی مسائل ہیں جو علماء نے اصول حدیث میں لکھے ہیں، بلکہ علوم حدیث پر نظر رکھنے والا سمجھتا ہے کہ بعد میں اس موضوع پر جو بھی لکھا گیا، وہ اسی اصل سے نکلی ہوئی فرع اور اسی کی مرہون منت ہے۔ اور امام شافعی نے یہ باتیں سابقہ مثال کے بغیر پہلی دفعہ اپنے اجتہاد سے لکھی ہیں۔ کیا کہنے ان کے کمال کے!(۱)۔

اسی طرح عہد حاضر کے ایک معروف عالم دین، محقق ومحدث ڈاکٹر شیخ نورالدین عتر لکھتے ہیں: امام شافعی نے الرسالہ میں قابل حجت حدیث پر جو کلام کیا ہے اور حدیثِ صحیح کی جو شرطیں بیان کی ہیں، راوی کے حفظ کے لیے جو شرط لگائی ہے، روایت بالمعنی پر جو بحث کی اور مدلس اور اس کی حدیث کی قبولیت پر جو کلام کیا ہے، ایسے ہی کتاب الام میں حدیث حسن کا جو ذکر کیا ہے، اسی طرح حدیث مرسل پر جو بحث کی ہے اور اس سے احتجاج کے سلسلے میں جو طاقت ور کلام کیا ہے اور ان کے علاوہ اصول حدیث پر جو دیگر بحثیں کی

---

(۱) الرسالہ، ص: ۱۳۰

ہیں، یہ علوم حدیث کی اولین چیزیں ہیں جو کسی کتاب میں مدون طور پر موجود ہیں (۱)۔

علم اسماء الرجال اور امام شافعی کا اس میں کمال

اسماء الرجال یعنی راویوں کے حالات کا علم یعنی ان کے نام ونسب کیا ہیں اور وہ کس درجے کے ہیں۔ یہیں سے اس علم کو علم الجرح والتعدیل بھی کہا جاتا ہے۔

یہ بہت دقیق علم ہوتا ہے اور بڑی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، فلاں کنیت سے مشہور ہے اس کا نام کیا ہے؟ فلاں اور فلاں نام میں مشابہت ہے صحیح کیا ہے؟ راویوں کی پیدائش اور ان کی وفات کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہوتا ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلاں کی فلاں سے ملاقات ہوئی ہے یا نہیں، امام شافعی کو ان تمام باتوں میں کمال حاصل تھا، بیہقی نے اپنی کتاب میں اس کی متعدد مثالیں دی ہیں (۲)۔

امام شافعی اسماء الرجال کے علم میں محدثین عصر سے پیچھے نہیں تھے، بلکہ علم الانساب سے طبعی دلچسپی اور مہارت (جس کا آگے ذکر آرہا ہے) کی بنا پر بعض حیثیتوں سے بڑھے ہوئے تھے، امام احمد (جن کا شمار متفقہ طور پر اسماء الرجال کے ماہرین میں ہوتا ہے) فرماتے ہیں: میں مکے میں امام شافعی کی مجلسوں میں بیٹھتا تھا اور اسماء الرجال کے سلسلے میں ان سے مذاکرہ کرتا تھا، مثلاً وہ کہتے کہ ہم نے حضرت عمر کی یہ یہ حدیثیں اہل مدینہ سے حاصل کی، فلاں بن فلاں نے ہم سے بیان کیا، اور فلاں بن فلاں نے اس کو نقل کیا، اس طرح وہ ایک ایک آدمی کا نام لیتے اور میں ایک جماعت کا ان کے سامنے ذکر کرتا، پھر مکے کے رجال کا سلسلہ شروع کرتے، اسی طرح میں بھی مکی رجال کا ذکر کرتا (۳)۔

---

(۱) منہج النقد فی علوم الحدیث، ص: ۶۰
قابل ذکر ہے کیرالا کے ایک نوجوان عالم دین مولوی طارق انور (استاذ جامعہ حسنیہ کائم کولم، ضلع ریناکولم، کیرالا) نے امام شافعی کی تمام کتابوں سے اخذ کرکے "القواعد و المصطلحات الحدیثیة من کتب الامام الشافعی" کے نام سے ایک وقیع کام کیا ہے جوان کے خط میں تقریباً پانچ سو صفحات میں آیا ہے، یہ کتاب ابھی چھپی نہیں ہے۔

(۲) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۸۶-۴۹۹

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۸۷

اسماء الرجال سے گہری واقفیت کی ایک مثال

ایک مثال سے ان کی اسماء الرجال میں مہارت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ امام محمد سے ایک دفعہ بحث ہوئی کہ چور کا ہاتھ کتنی مقدار چوری کرنے پر کاٹا جائے گا۔ امام محمد نے کہا: دس درہم یا اس سے زیادہ پر، امام شافعی نے کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت تو یہ ہے کہ ایک چوتھائی دینار پر ہاتھ کاٹا جائے گا (پھر انھوں نے اپنی سند سے صحیح حدیث بیان کی) تو آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ دس درہم میں کاٹا جائے گا، انھوں نے کہا ہم نے اس طرح کی بات شریک عن منصور عن مجاھد عن ایمن عن النبی ﷺ روایت کی ہے، میں نے کہا ایمن کو آپ جانتے ہیں کون ہے؟ وہ ایمن جس سے عطا نے روایت کی ہے وہ ایک نوعمر آدمی ہے، شاید عطا سے بھی چھوٹا، عطا نے اس سے ایک حدیث روایت کی ہے، عن تبیع بن امراۃ کعب عن کعب اور یہ منقطع ہے اور منقطع حجت نہیں، انھوں نے کہا شریک بن عبداللہ نے مجاہد سے اور مجاہد نے ایمن بن اُم ایمن سے (اسامہ کے ماں جائے بھائی سے) یہ حدیث نقل کی ہے میں نے کہا آپ ہمارے لوگوں کو نہیں جانتے، اسامہ کے بھائی ایمن نبی ﷺ کے بعد زندہ نہیں رہے کہ آپ سے حدیثیں بیان کریں، بلکہ وہ غزوۂ حنین میں شہید ہوئے تھے جب کہ مجاہد ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، پھر یہ روایت کیسی ہوئی (۱)۔

امام شافعی کا جرح وتعدیل کے اصول متعین کرنا

جرح وتعدیل کے سلسلے میں امام شافعی نے خود اصول متعین کیے تھے، وہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کو مجروح قرار دے اور سبب بیان نہ کرے تو یہ قبول نہیں جائے گا، جرح غیر مفسر کو قبول کرنا احتیاط کے خلاف ہے، اس لیے کہ بسا اوقات آدمی ایسی وجہ سے مجروح قرار دیتا ہے جو درحقیقت سببِ جرح نہیں ہوسکتا (۲)۔ پھر بڑے بڑے ائمہ حدیث بخاری

---

(۱) الام ۶/۱۳۰ و مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۹۲-۴۹۴، ابن ابی حاتم نے بھی آداب الشافعی میں اس کو مختصراً بیان کیا ہے دیکھیے ص: ۸۳-۸۴

(۲) دیکھیے الکفایۃ للخطیب ص: ۱۳۸، وقاعدۃ فی الجرح والتعدیل، ص: ۵۴

ومسلم وغیرہ نے یہی رای اختیار کی، جیسا کہ خطیب نے کفایہ میں بیان کیا ہے (۱)۔

غالباً امام شافعی سے پہلے کسی نے اس پر گفتگو نہیں کی!

امام شافعی کا شمار متکلمین فی الرجال میں ہوتا ہے

امام ذہبی نے امام شافعی کو رجال پر گفتگو کرنے والوں کی تیسری قسم میں شمار کیا ہے، پہلی قسم وہ جنھوں نے اکثر رواۃ پر کلام کیا ہے جیسے ابن معین اور ابو حاتم رازی۔ دوسری قسم وہ جنھوں نے بہت راویوں پر کلام کیا ہے جیسے مالک اور شعبہ اور تیسری قسم وہ جنھوں نے متعدد راویوں پر کلام کیا ہے جیسے ابن عیینہ اور شافعی (۲)۔

جرح وتعدیل کے سلسلے میں امام شافعی کا کسی کی پروا نہ کرنا

امام شافعی جرح وتعدیل کے سلسلے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے، بڑی قوت اور صراحت سے کلام کرتے تھے، احمد بن ابی سریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا، لوگ کہتے ہیں کہ ہم طرف داری کرتے ہیں، ہم طرف داری کرتے تو زہری کی کرتے، پھر فرمایا: و ارسال الزهری لیس بشئی، یعنی زہری کی مرسل روایتوں کی کوئی حیثیت نہیں، اس لیے کہ وہ سلیمان بن ارقم جیسے آدمی سے (جن کے ضعف پر اتفاق ہے) روایت کرتے ہیں (۳) باوجود یہ کہ وہ زہری کو حدیث کا سب سے بڑا امام سمجھتے تھے، اسی وجہ سے دوسری جگہ سلیمان بن ارقم سے ان کی روایت کرنے کے سلسلے میں عذر بھی پیش کیا ہے (۴)۔

---

(۱) اگر چہ بہت سے علماء کے نزدیک مجروح قرار دینے والا معتبر عالم ہے تو اس کی بات بغیر سبب دریافت کیے قبول کی جائے گی، تفصیل کے لیے مذکورہ دونوں کتابیں دیکھیے نیز تدریب الراوی، ص: ۲۲۷-۲۳۰، النوع الثالث و العشرون.

(۲) دیکھیے ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل (اربع رسائل فی علوم الحدیث، ص: ۱۸۱)

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم، ص: ۶۱ نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۵۳

(۴) دیکھیے الرسالہ، ص: ۴۶۹-۴۷۰

جرح کے سلسلے میں امام شافعی کی چند معنی خیز تعبیرات

امام شافعی نے متعدد راویوں پر کلام کیا ہے، وہ اس کے لیے بسا اوقات بڑے عمدہ جملے استعمال کرتے تھے، اہل علم کے لطف کے لیے ہم اس کی کچھ مثالیں پیش کر رہے ہیں:

حرام بن عثمان کا ان کے سامنے ذکر کیا گیا تو فرمایا: الحديث من حرام بن عثمان حرام.

ابو جابر البیاضی کا ان کے سامنے ذکر کیا گیا تو فرمایا: بيّض الله عَيْنَيْ من يروى عنه

ابو العالیہ رُفیع بن مہران الریاحی بڑے درجے کے علمائے تابعین میں ہیں، مگر کثرت سے مرسل روایتیں بیان کرتے تھے، انھی راویوں میں ضحك في الصلاة والی حدیث بھی ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، امام شافعی اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے، حديث أبي العالية الرياحي رياح.

ابو عبد اللہ الجدلی کے بارے میں فرماتے تھے: جيد الضرب بالسيف یہ ان کے شدت تشیع کی وجہ سے فرمایا، ورنہ یہ ثقہ ہیں (۱)۔

ابو الزبیر (محمد بن مسلم بن تدرس) ثقات تابعین میں سے ہیں، صحاح ستہ میں ان کی روایتیں موجود ہیں، مگر تدلیس بہت کرتے تھے، اس لیے امام شافعی ان کے بارے میں فرماتے تھے: ابو الزبير يحتاج الى دعامة.

ربیع بن صبیح البصری تبع تابعین میں سے ہیں، وہ بڑے مجاہد اور عابد تھے، مگر سیئ الحفظ تھے: اسی وجہ سے بعض محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے، امام شافعی ان کے بارے میں فرماتے تھے: كان الربيع بن صبيح رجلاً غزاء، واذا مُدح الرجل بغير صناعته

---

(۱) دیکھیے تہذیب التہذیب ۱۲/ ۱۶۵

فقد وُهص (۱).

وحديث مجالد يجلد (۲) وقال الحافظ فی اللسان فی قول الشافعی: كان مجالد يجلد: أی كان يتهم و يرمی بالكذب و يظن به (۳).

محدثین عصر کا امام شافعی کو رجال کا ماہر گردانا

محدثین عصر ان کو رجال کا عالم گردانتے تھے، اور ان سے اس سلسلے میں سوال کرتے تھے، مثلاً اسحاق بن راھویہ نے ایک دفعہ سوال کیا: ما حال جعفر بن محمد عندكم؟ فقال ثقة، كتبنا عن ابراهيم أبی يحيیٰ عنه أربع مأة (۴) یعنی جعفر بن محمد آپ کے نزدیک کیسے ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے؟ فرمایا ثقہ ہیں، ہم نے ابراہیم بن یحییٰ سے ان کی چار سو حدیثیں لکھی ہیں۔

علم علل حدیث اور امام شافعی کی اس میں مہارت

امام شافعی رجال کے ساتھ علل کے بھی ماہر تھے، محدثین کی اصطلاح میں علت ایسے مخفی سبب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے حدیث کی صحت پر اثر پڑتا ہے، عموماً یہ بات عام اہل علم کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے، کسی کسی کا ذہن اس میں کام کرتا ہے اور کوئی مخفی سبب ڈھونڈ

---

(۱) امام شافعی کے ان اقوال کے لیے دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم، ص: ۱۶۶-۱۷۱، آخری قول کا مطلب یہ ہے کہ ربیع بن صبیح مجاہد آدمی تھے، اصلاً حدیث کے میدان کے نہیں تھے، تو آدمی کا جو میدان نہ ہو، اس میں اس کو گھسیٹا جائے اور اس کو مردِ میدان ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کی حقیقت کھل جاتی ہے اور حیثیت معلوم ہو جاتی ہے اور نتیجتاً اس کی فضیحت ہوتی ہے، وهص الشیٔ کے معنی ہیں وطئه وطئاً شديدا یعنی سختی سے روندا، ابن ابی حاتم نے اس کو نقل کرنے کے بعد اس کے معنی لکھے ہیں: یعنی دق عنقه۔ بیہقی نے بھی اپنی کتاب مناقب الشافعی میں باب ما يستدل به علی معرفة الشافعی بالجرح و التعديل (۱/۵۰۰-۵۵۰) میں مزید کچھ رجال پر امام شافعی کا کلام نقل کیا ہے۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۵۴۲

(۳) لسان المیزان ۴/۱۰۱

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۵۲۳، اس سلسلے میں مزید بعض سوالوں کے لیے دیکھیے کتاب مذکور ۱/۵۴۷

نکالتا ہے، اس کے لیے حدیث پر وسیع نظر، رجال کی گہری واقفیت اور اعلی درجے کے فہم و بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

علل میں امام شافعی کی مہارت کی چند مثالیں اور اپنے شیوخ کی روایتوں پر تنقید

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب آداب الشافعی ومناقبہ میں ''قول الشافعی فی علل الحدیث '' کے نام سے ایک باب قائم کر کے اس سلسلے میں امام شافعی سے منقول متعدد باتیں نقل کی ہیں، نیز بیہقی نے بھی اپنی کتاب میں اس قسم کی مزید کچھ باتیں نقل کی ہیں۔

ہم اگر یہ ساری باتیں نقل کریں تو بات بہت طویل ہو جائے گی، ہاں البتہ امام شافعی کی علل میں مہارت کا اندازہ لگانے کے لیے صرف دو تین مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

سفیان بن عیینہ نے ایک حدیث بیان کی ہے عن یزید بن اسامه بن الهاد عن عمارة بن خزیمه بن ثابت عن أبیه عن النبی ﷺ أنه قال: ان اللّٰه لا یستحی من الحق لا تأتوا النساء فی أدبارهن ۔امام شافعی فرماتے ہیں ”غلط سفیان فی اسناد هذا الحدیث“ وجہ اس کی یہ ہے کہ ثقات نے اس کی اسناد میں سفیان کی مخالفت کی ہے، چناں چہ عبدالعزیز بن محمد نے یہ حدیث عن یزید بن الهاد عن عبید اللّٰه بن عبد اللّٰه الحصین عن هرمی بن عبداللّٰه عن خزیمة بن ثابت روایت کی ہے، اسی طرح ولید بن کثیر نے عن عبیداللہ الخطمی عن عبدالملک بن عمرو بن قیس الخطمی عن ھرمی بن عبداللہ عن خزیمۃ روایت کی ہے(۱)۔

امام مالک عکرمہ مولی ابن عباس کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اور نہ ان کی روایتیں قبول کرتے تھے، مگر موطا میں ایک روایت ثور بن زید عن عکرمۃ عن مولی ابن عباس نقل کی ہے أنه قال الذی یصیب أهله قبل أن یفیض یعتمر و یهدی. سند اس طرح ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں لا اظنه الا عن ابن عباس (۲).

امام شافعی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام مالک عکرمہ سے روایت

---

(۱) دیکھیے آداب الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۱۶۴-۱۶۵ ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۰-۱۱

(۲) دیکھیے الموطأ کتاب الحج، باب من أصاب أهله قبل أن یفیض رقم ۸۷۳

کرنا صحیح نہیں سمجھتے، اس لیے یہاں گمان کر رہے ہیں کہ عکرمہ یہاں بیچ میں نہیں ہوں گے، ثور نے خود ابن عباس سے روایت کیا ہوگا، جب کہ مالک خود قطعیت کے ساتھ ابن عباس کا قول عطاء کی روایت سے اس کے خلاف روایت کر رہے ہیں، اور عطاء ان کے نزدیک بھی اور سب کے نزدیک ثقہ ہیں، حیرت ہے کہ عکرمہ سے روایت کرنا صحیح نہ سمجھنے کے باوجود جب ان کے علم کی ضرورت پڑی اور اپنے قول کی تائید اس سے معلوم ہوئی تو ان کا اس موقع پر نام لے رہے ہیں، جب کہ دوسرے موقع پر ان کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ چناں چہ کتاب الرضاع میں اور باب ذبائح نصاری العرب میں عن ثور عن ابن عباس روایتیں ذکر کر رہے ہیں، جب ثور ابن عباس سے روایتیں نہیں کرتے وہ ان روایتوں کو عکرمہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ثور نے ابن عباس کا زمانہ ہی نہیں پایا، تو ابن عباس سے ان کی روایتیں منقطع ہیں(۱)۔

امام شافعی فرماتے ہیں: امام مالک نے عمر بن عثمان میں تصحیف کی ہے صحیح عمرو بن عثمان ہے، جابر بن عتیک میں، جب کہ صحیح جبر بن عتیک ہے، اسی طرح عبدالملک بن قُریر میں، جب کہ صحیح عبدالعزیز بن قریر ہے۔ ابن ابی حاتم اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد(۲) سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا شافعی نے صحیح کہا، بات ویسی ہی ہے جو انھوں نے فرمائی، پھر کہنے لگے یحییٰ بن معین عبدالعزیز بن قریر کے بارے میں فرماتے تھے: هذا ليس عبد العزيز بن قرير انما هو عبد الملك بن قريب الاصعمي، كان قدم المدينة، فجالس مالكاً، فحدث عنه مالك، ولعله حدث عن شيخ عن ثابت، فأسقط مالك الشيخ من الحديث، وقال عن ثابت نفسه پھر میرے والد نے فرمایا: غلط يحيىٰ بن معين، و ما يقول الشافعي أشبه، فان عبد العزيز بن قُرير،

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۵۱۴ نیز دیکھیے الام ۲/۲۳۲ باب ذبح نصاری العرب۔

(۲) ان کے والد ابو حاتم محمد بن ادریس الحنظلی الرازی (المتوفی ۲۷۷ھ) بہت بڑے محدثین میں تھے، ان کا شمار ماہرین علل، اور رجال پر سب سے زیادہ کلام کرنے والوں میں ہوتا ہے، ان کے حالات کے لیے الجرح و التعدیل (۱/ ۳۴۹-۳۷۵) اور سیر اعلام النبلاء (۱۳/ ۲۴۷-۲۶۳) وغیرہ دیکھیے۔

شیخ بصری، لیس بالقوی، قدم علیهم المدینة، فحدث عن ثابت (١). اور ایک روایت میں جابر بن عتیک کے بجائے عمر بن عبدالحکم ہے، کہ مالک نے اس طرح کہا جب کہ صحیح معاویۃ بن الحکم السلمی ہے (۲)۔

سفیان بن عیینہ ایک روایت بیان کرتے ہیں عن الزهری عن عروه عن عبد الرحمن بن عبد القاریؒ قال: صلی عمر بن الخطابؓ الصبح بمکة، ثم طاف بالبیت سبعاً، ثم خرج، و هو یرید المدینة، فلما کان بذی طوی -وطلعت الشمس ...... صلی رکعتین۔

اس روایت کی اس سند کے بارے میں امام شافعی کا کہنا ہے چوں کہ زہری کثرت سے عروہ سے روایت کرتے ہیں اس لیے سفیان بن عیینہ سمجھے کہ یہاں بھی ایسا ہی ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ مالک اور یونس بن یزید وغیرہ نے یہ حدیث زہری سے بایں سند نقل کی ہے عن حمید بن عبد الرحمن (بن عوف) عن عبد الرحمن بن عبد القاریؒ عن عمر، ابن عیینہ سے یہاں غلطی ہوئی ہے اور صحیح وہ ہے جو مالک نے روایت کیا ہے (۳)۔

امام شافعی فرماتے ہیں: سمعت سفیان بن عیینة یقول: "عمرو بن عبید" سمع الحسن، وأنا استغفر الله ان کان سمع الحسن(٤).

علل الحدیث میں امام شافعی کا غیر معمولی کمال

علم حدیث کی باریکیوں پر امام شافعی کی نظر اور علل میں مہارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بڑے بڑے محدثین اور نقادِ حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ

---

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم، ص: ۱۷۱-۱۷۴، نیز مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۹۱-۴۹۲

(۲) مناقب للبیہقی ۱/ ۴۹۱

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۷۴، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۵ والسنن الکبری للبیہقی ۲/ ۴۶۳-۴۶۴

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۵۴۵

کے سامنے مختلف حدیثیں پیش کرتے، بسا اوقات آپ خود نقد کرنے والوں کی کمزوری دکھاتے اور علل کی باریک باریک باتوں پر ان کو توجہ دلاتے جس سے وہ حیرت میں پڑ جاتے۔

علم مختلف الحدیث میں امام شافعی کی امامت اور اولیت

علم حدیث میں امام شافعی کی امامت کے گوشوں میں ایک اہم گوشہ مختلف الحدیث میں امام شافعی کا کمال اور امامت ہے۔ مختلف الحدیث سے مراد ایسی حدیثیں ہیں جو ایک دوسرے کی مخالف ہوں، جن میں ظاہری طور پر تعارض ہو، تو اس تعارض کو دور کر کے حقیقت کو بیان کرنے کا نام علم مختلف الحدیث ہے، اس کو مشکل الحدیث یا تاویل الحدیث بھی کہتے ہیں۔

امام شافعی نے دیکھا کہ حدیث کا یہ ظاہری تعارض عام اہل علم میں تشویش کا باعث بن رہا ہے، اور وہ بغیر زیادہ غور و فکر کیے ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ کہہ کر ترک کر رہے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک یہ فاش غلطی تھی، یہ بات حدیث پر اعتماد کو متزلزل کر سکتی تھی، ان کے نزدیک اس طرح کی اکثر حدیثوں میں تطبیق کی صورت ممکن تھی، چنانچہ عملاً انھوں نے اس کو ثابت کر کے دکھایا۔

امام شافعی اس میدان میں سب کے امام تھے، اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب امام شافعی کی اختلاف الحدیث ہے۔

دوسری طرف ان کے زمانے میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہو گئے تھے جو غیر متواتر حدیث کی حجیت کا مطلق انکار کرنے لگے تھے، جس کا ایک بڑا سبب بہت سی احادیث کا

---

(۱) مسألة الاحتجاج بالشافعی للخطیب (ص: ۶۷-۶۸) خطیب نے اپنی سند سے امام شافعی کے شاگرد محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے، شرف الدین ابوالحسن علی بن المفضل المقدسی (المتوفی ۶۱۱ھ) نے اپنی کتاب الاربعین المترتبة علی طبقات الاربعین میں (ص: ۲۴۱) اس کو نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اس کو کچھ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ دیکھیے توالی التاسیس، ص: ۹۳، نیز دیکھیے تدریب الراوی للسیوطی، ص: ۹۳

ظاہری تعارض تھا۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے اللہ نے امام شافعی کو کھڑا کیا، وہ پورے اعتماد کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور پوری قوت کے ساتھ خبر آحاد کی حجیت ثابت کی اور منکرینِ حدیث یا متشککین فی الحدیث کا رد کیا، ان کی یہ کتاب ''اختلاف الحدیث'' اسی پس منظر میں ہے۔ یہ ان کے تجدیدی کارناموں میں سے ہے(۱)۔

اس کتاب میں انھوں نے دوسو ستر سے زیادہ ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں ظاہری تعارض ہے، پھر ان میں تطبیق دے کر اشکال کو دور کیا ہے، اسی وجہ سے اس زمانے میں بھی محدثین ان کو اپنے زمانے میں امت کا سب سے بڑا محسن سمجھتے تھے کہ انھوں نے حدیث وسنت کا دفاع کیا جیسا کہ امام ابوزرعہ کا قول ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور بھی لوگوں نے اس طرح کی بات کہی ہے۔

---

(۱) امام شافعی نے اپنی متعدد کتابوں میں اس فتنے کا مقابلہ کر کے اور مخالفین کا رد کیا ہے، الام میں، الرسالہ میں، بیان فرائض اللہ میں اور خاص طور پر جماع العلم میں۔

چھٹی فصل

امام شافعی کی امامت حدیث پر اشکالات کا جائزہ

یہ امام شافعی کی امامت حدیث کا ایک مختصر جائزہ تھا۔ اس مختصر تفصیل کو بھی اگر کوئی سامنے رکھے گا وہ دل سے امام شافعی کی امامتِ حدیث کا قائل ہو جائے گا۔ اب کوئی اختلاف کرے تو بلا سے! تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کیے جانے والے اشکالات پر بھی ایک نظر ڈالی جائے، تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

پہلا اشکال اور اس کا جواب

پہلا اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ امام شافعی نے امام احمد سے کہا تھا أنتم أعلم بالحديث و الرجال مني، فاذا كان الحديث صحيحاً فأعلموني، كوفياً كان أو بصريا أو شامياً، حتى أذهب اليه اذا كان صحيحاً (۱)۔ یعنی آپ حدیث و رجال کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، تو اگر حدیث صحیح ہو تو مجھے بتائیے، خواہ حدیث کا تعلق کوفہ سے ہو یا بصرہ سے یا شام سے؛ تاکہ اگر وہ صحیح ہے تو میں اس کو اختیار کروں۔

تو اس ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی حدیث میں اپنی کمزوری کا اقرار کر رہے ہیں، تبھی تو انھیں حدیث کی صحت اور ضعف جاننے کے لیے دوسرے محدثین کی رہنمائی کی ضرورت پڑ رہی ہے۔

---

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبي حاتم، ص: ۷۰، ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۵۲۸، والانتقاء لابن عبدالبر، ص: ۱۲۷

امام شافعی کے امام احمد سے ''انتم أعلم بالحدیث و الرجال منی'' کہنے کا پس منظر اور اس کا صحیح مطلب دراصل امام شافعی کے اس قول کا ایک پس منظر ہے، اس پس منظر پر نظر رہے تو سرے سے اشکال ہی نہیں ہوتا۔

بات یہ ہے کہ امام شافعی پہلے اہل عراق کی حدیثوں کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے، جب تک کہ حجاز میں اس کی اصل موجود نہ ہو، یہاں تک فرماتے تھے: اہل عراق کی مضبوط ترین سند سے بھی مروی کیوں نہ ہو، لیکن مکہ مدینہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، خواہ متصل ہو یا مرسل، یا قدیم علماے حجاز کے یہاں یہ بات کسی طرح نہ ملتی ہو، تو میں اس حدیث کی کوئی پروا نہیں، کرتا خواہ صحت کے کسی درجے میں ہو؛ بلکہ امام مالک اور متقدمین اہل حجاز کا بھی یہی مسلک تھا، اس لیے کہ فرقِ باطلہ بالخصوص شیعوں کی وجہ سے جھوٹ بہت رائج ہو گیا تھا کہ صحیح اور غلط میں تمیز مشکل تھی۔ پھر عراق میں ایسے محدثین پیدا ہوئے جنھوں نے سچ اور جھوٹ کو الگ کر دیا اور صحیح اور کمزور روایتوں میں خطِ فاصل کھینچ دیا، تو امام شافعی نے اپنا پرانا خیال چھوڑ دیا، اور اب عراق کے بھی صحیح راویوں کا اعتبار کرنے لگے، یعنی روایت کہیں کی بھی ہو اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو حجت ہو گی۔ بحر بن نصر کہتے ہیں کہ امام شافعی نے یہ بات ہمیں لکھوائی کہ اہل عراق میں یا ہمارے علاقے والوں میں سے جس کا بھی صدق و حفظ معلوم ہو، ہم اس کی روایتیں قبول کریں گے اور وہاں کے لوگوں میں یا ہمارے یہاں کے لوگوں میں جس کی بھی غلطی کا پتا چل جائے، ہم اس کی حدیث رد کریں گے، نہ کسی کی طرف داری کریں گے نہ کسی پر بے جا کریں گے، اسی پس منظر میں امام شافعی نے امام احمد سے مذکورہ بات فرمائی تھی، چوں کہ امام احمد کا تعلق عراق سے تھا، اور حدیث و رجال سے ان کا بڑا اشتغال تھا اور امام شافعی ان کی اس بات کو جانتے تھے، اس لیے ان سے کہا کہ ہم اپنے علاقے سے ہٹ کر دوسرے علاقے کی حدیثیں بھی قبول کرتے ہیں، بشرطیکہ صحیح ہو، اس لیے بصرہ یا کوفہ یا شام کی کوئی صحیح حدیث آپ کے پاس ہو جو ہمارے یہاں نہ ہو تو ہمیں ضرور بتائیے گا، تاکہ ہم اس کو اختیار کریں۔ چناں چہ امام بیہقی نے اسی پس منظر میں امام

شافعی کی یہ بات نقل کی ہے(۱)۔

نیز بیہقی کہتے ہیں: انما أراد احادیث العراق، أما احادیث الحجاز فالشافعی أعلم بها من غیرہ (۲) یعنی امام شافعی کا مقصد عراق کی حدیثیں تھیں، جہاں تک حجاز کی حدیثوں کا تعلق ہے تو امام شافعی دوسروں سے زیادہ ان کا علم رکھتے تھے(۳)۔

علامہ ابن تیمیہ نے بھی اسی پس منظر میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ولم یقل مکیا او مدنیا، لأنه کان یحتج بهذا من قبل (٤) یعنی انھوں نے جہاں شامی، یا بصری، یا کوفی کہا وہاں مکی یا مدنی نہیں فرمایا، اس لیے کہ وہ پہلے سے ان احادیث سے استدلال کرتے تھے(۵)۔ اور اگر حجازیاً کا لفظ ہو(٦) تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہر صحیح کو حجت سمجھتے ہیں، خواہ حجاز کی ہو یا عراق وشام کی ہو، ہمارے مذہب کی بنیاد ہی حدیث واثر ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔ اس لیے اس سلسلے میں کوئی نئی بات آپ کے علم میں ہو جن کو آپ ہمارے پاس نہیں دیکھ رہے ہوں تو ضرور ہمیں بتانا، اس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور سنت کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے(۷)

اور اس سب سے قطع نظر، یہ ہمارے علمائے سلف کی تواضع کی قبیل سے ہے جو جتنا بڑا عالم ہوتا ہے اس میں اتنی ہی خشیت اور تواضع ہوتی ہے، امام شافعی علم میں جتنے آگے تھے

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۵۲۵-۵۲۹

(۲) بیہقی کی یہ بات صفدی نے نقل کی ہے دیکھیے الوافی بالوفیات ۲/ ۱۷۳

(۳) اور خود امام شافعی کا لفظ انتم (جمع کا صیغہ) اس طرف مشیر ہے کہ امام شافعی کے مخاطب تمام محدثین عراق ہیں، مگر چوں کہ امام احمد ان محدثین کے نمایندے تھے اس لیے ان کو مخاطب کر کے فرمایا

(٤) مجموعۃ الفتاوی ۱۰/ ۳۳۹ (۲۰/ ۳۱۷

(۵) نیز دیکھیے مناقب الامام الشافعی لفخر الدین الرازی، ص: ۲۴۴

(٦) جیسا کہ ابن کثیر نے البدایۃ (۱۴/ ۳۷۴) میں اور حافظ ابن حجر نے توالی التاسیس (ص: ۱۰۹) میں نقل کیا ہے

(۷) دیکھیے مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب البغدادی، ص: ۴۹-۵۰، البدایۃ والنہایۃ محولہ بالا، نیز دیکھیے آداب الشافعی لابن أبی حاتم، ص: ۷۰-۷۱ حاشیہ بقلم محقق کتاب شیخ عبدالغنی عبدالخالق

خشیت اور تواضع میں بھی اسی درجے کے تھے یہ بات انھوں نے تواضعاً فرمائی (۱)۔

دوسرا اشکال، یحییٰ بن معین کی تضعیف

دوسرا اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین سے امام شافعی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا لیس بثقة (۲).

ابن معین کے قول کا پس منظر اور اس کی حقیقت

اس قول کی حقیقت جاننے کے لیے ذرا تفصیل کی ضرورت معلوم ہوتی ہے، امام شافعی کا تعلق اہل بیت سے بہت قریبی تھا، بلکہ مطلبی ہونے کی وجہ سے ان کا شمار بھی اہل بیت میں ہوتا تھا (۳)۔ نوجوانی میں جب وہ یمن میں تھے علویوں کے ساتھ مل کر حکومت کے خلاف سازش کا ان پر الزام لگایا گیا تھا اور اس الزام میں انھیں پابجولاں ہارون رشید کے دربار میں حاضر کیا گیا تھا، پھر الزام سے بری قرار دے کر ان کی جان بخشی ہوئی تھی (۴)۔ تاہم اہل بیت سے ان کے تعلقات تھے، اور بنو امیہ کے دور سے اہل بیت کے ساتھ ناروا سلوک کی وجہ سے ایک ذہن بنا تھا کہ وہ کسی بھی وقت بغاوت کر سکتے ہیں۔ بنو عباس کے دور میں بھی علویوں کے تعلق سے یہی ذہن تھا کہ وہ حکومت کے خلاف اٹھ سکتے ہیں، علویوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق تشیع کی دلیل فراہم کرنے کے لیے کافی تھا، اور شیعوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بہت جھوٹ بولتے ہیں (۵)۔ امام شافعی کو چوں کہ اہل بیت سے تعلق خاطر تھا اور خاندانی قرابت بھی تھی، اس لیے حاسدوں کے لیے امام شافعی پر تشیع کا

---

(۱) دیکھیے مناقب الامام الشافعی للامام الرازی، ص: ۲۳۴

(۲) دیکھیے الانتقاء لابن عبدالبر، ص: ۱۷۸

(۳) ذوی القربی کو غنیمت جو کا حصہ ملتا تھا، اس میں بنو مطلب بھی شامل تھے

(۴) اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں امام شافعی پر لکھی کسی کتاب سے اس کے لیے رجوع کیا جاسکتا ہے

(۵) خود امام شافعی کا قول ہے: لم ار أحداً من أصحاب الاهواء أشهد بالزور من الرافضة (دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۴۴) رافضیوں کی مذمت میں امام شافعی کے اور بھی اقوال ہیں

الزام لگانا کوئی مشکل کام نہیں تھا، چناں چہ وہ اس کی زد میں آئے یہاں تک کہ انہیں اپنا مشہور شعر کہنا پڑا

لو کان رفضًا حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی

(اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض وتشیع ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں اس لحاظ سے رافضی ہوں)

یحیٰ بن معین بلکہ ابوعبید بھی امام شافعی کو پہلے اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس لیے ان کے بارے اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ اسی زمانے میں ابن معین سے کسی نے پوچھا تو کہہ دیا لیس بثقة یعنی قابل اعتبار نہیں ہیں۔ امام احمد کو یہ خبر ملی تو کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ یہ امام شافعی کے بارے میں کیوں ایسا کہتے ہیں، ہم نے تو امام شافعی سے خیر ہی دیکھا اور خیر ہی سنا، پھر پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگے: سنو بھائیو، جب کسی صاحب علم کو اللہ کوئی خاص مقام عطا کرتا ہے، اور اس کے برابر کے لوگ اس سے محروم ہوتے ہیں تو اس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور الزام لگانے لگتے ہیں، اہل علم میں یہ بہت بری عادت ہوتی ہے(۱)۔

تو ابن معین جیسے امام کی طرف سے دفاع میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے غلط فہمی کی بنیاد پر پہلے یہ بات کہی تھی؛ اس لیے کہ ہمارے ائمہ جرح وتعدیل عموماً بے غرض تھے اور نفسانی خواہش سے مامون، لیکن حافظ ابن عبد البر نے ابن معین کی جلالتِ شان کے باوجود لکھا ہے وقد كان ابن معين – عفا الله عنه– يطلق في أعراض الثقات الائمة لسانه بأشياء أنكرت عليه پھر متعدد بڑے ثقہ لوگوں کے بارے میں ان کے نامناسب اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ومما نقم على ابن معين و عيب به ايضاً قوله في الشافعي: انه ليس بثقة پھر لکھتے ہیں: وقيل لاحمد بن حنبل ان يحيیٰ بن معين يتكلم في الشافعي، فقال احمد: ومن اين يعرف يحيیٰ الشافعي، هو لا يعرف

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۹، نیز ابن معین کے اس قول کی حقیقت کے لیے دیکھیے التنکیل ۱/۴۲۶-۴۲۸

الشافعي ولا يعرف ما يقول الشافعي، -أو نحو هذا- ومن جهل شيئاً عاداه(۱).

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ یحییٰ بن معین شروع میں امام شافعی سے کچھ بعد رکھتے تھے، اور اس میں معاصرت کا اثر معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ امام شافعی اور ان کی عمر میں صرف سات آٹھ سال کا فرق تھا، انھیں یہ بھی پسند نہیں تھا کہ امام احمد امام شافعی کی اتنی تعظیم کریں، امام ذھبی نے بڑی احتیاط کے ساتھ یہ جملہ لکھا ہے: وفيه انحراف يسير

---

(۱) یعنی امام احمد سے کہا گیا کہ یحییٰ بن معین امام شافعی کے بارے میں کلام کرتے ہیں، تو امام احمد نے کہا: یحییٰ، امام شافعی کو کہاں سے جانیں گے، وہ ان کو نہیں جانتے، نہ شافعی کی باتیں جانتے ہیں اور جو کسی چیز کو نہ جانے اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۱۱۳-۱۱۱۵)، پھر انھوں نے امام مالک کے بارے میں ان کے متعدد معاصرین کا کلام نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ.........کا کلام ایسا سخت ہے جس کا تذکرہ کرنا بھی ہمیں پسند نہیں۔ پھر لکھتے ہیں، امام مالک اور امام شافعی اور ان جیسے ائمہ کے بارے میں کلام کرنے والے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے اعشی نے کہا:

كناطح صخرة يوماً ليوهنها   فلم يضرها وأوهى قرنه الوعل

یعنی پہاڑی بکرا کسی دن چٹان سے سینگ لڑانے لگے تو چٹان کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ الٹے اس کی سینگ ہی کو نقصان ہوگا، وہ ٹوٹ جائے گی

یا اس کی مثال اس شعر کی ہے:

يا ناطح الجبل العالي ليَكْلِمه   اشفق على الرأس لاتشفق على الجبل

(بلند وبالا پہاڑ کو زخمی کرنے کے لیے اس سے سینگ لڑانے والے! اپنے سر پر ترس کھاؤ، پہاڑ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں)

پھر ایک نہایت پتے کی اصولی بات لکھی ہے کہ جس کی عدالت معلوم ہو اور جس کی ثقاہت ظاہر و باہر ہو، جس کا علم اور امامت ثابت شدہ معاملہ ہو تو اس کے سلسلے میں کسی کی جرح قابل التفات نہیں، جب تک کہ عدالتوں میں گواہی کے طور پر وہ اس جرح پر واضح دلیل پیش نہ کرے، جس سے یہ بات بھی ظاہر ہو کہ اس کی بات میں بغض وحسد اور دشمنی اور عداوت کا کوئی دخل نہیں.........

پھر اخیر میں لکھتے ہیں: ہمارے علماء نے تابعین اور ائمہ مسلمین کے فضائل وکمالات اور ان کے سیرت وکردار میں بہت کچھ لکھا ہے جو ان کے فضائل کا مطالعہ کرے اور صحابہ وتابعین کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے فضائل کو دیکھے، ان پر توجہ کرے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے اور علم وعمل میں اور سیرت وکردار میں ان کا طریقہ اختیار کرے تو ایک بہت پاکیزہ عمل ہوگا۔ علامہ ابن عبدالبر کا یہ پورا بیان نہایت مفید ہے۔ ہم آج بھی اس سے نہایت فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس لیے ہم نے عمداً کچھ طوالت سے کام لیا ہے)

عن الشافعی یعنی ان میں امام شافعی سے تھوڑا سا بعد تھا (۱)۔

ابن معین کا رجوع اور امام شافعی کی توثیق و تعظیم

لیکن امام احمد، امام شافعی کا مقام ان کو بتاتے رہتے تھے اور خود ان کو امام شافعی سے استفادے پر آمادہ کرتے تھے، کہتے تھے کہ ایسا آدمی پھر نہیں ملے گا، غنیمت سمجھو۔ یہاں تک ان سے کہا لم تر عیناك قط مثل الشافعی (۲) یعنی آپ کی آنکھوں نے کبھی امام شافعی جیسا عالم نہیں دیکھا ہوگا، چناں چہ یحییٰ بن معین کی راے پھر بدل گئی تھی۔ پھر نہ صرف ان کی توثیق کرنے لگے تھے بلکہ ان کی تعظیم کرنے لگے تھے، اس سلسلے میں مختلف باتیں ان سے مروی ہیں، کبھی فرماتے: صدوق (۳).

حاکم کہتے ہیں: ہم نے جرح وتعدیل سے متعلق یحییٰ بن معین کی تمام تاریخوں اور روایات کا جائزہ لیا، مگر کسی روایت میں امام شافعی کی جرح نہیں ملی، شاید جس نے جرح کی بات نقل کی ہے اس نے یحییٰ بن معین کی طرف یہ بات منسوب کی ہو (۴)۔

بلکہ امیر عبداللہ بن عبدالرحمٰن تو صراحت سے کہتے ہیں کہ ابن وضاح نے امام شافعی سے متعلق یحییٰ بن معین کی جرح نقل کرنے میں جھوٹ کہا، میں نے خود ابن وضاح کی اصل کتاب دیکھی ہے، اس میں صاف ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے امام شافعی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا هو ثقة (۵).

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/ ۸۸۔ امام رازی کی تعبیر مناسب نہیں معلوم ہوتی وہ صاف لکھتے ہیں کان عظیم الحسد للشافعی (مناقب الامام الشافعی، ص ۲۳۲)

(۲) دیکھیے جامع بیان العلم ۲/ ۱۱۱۵

(۳) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۴۹) کبھی فرماتے لا بأس به (دیکھیے حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۷، نیز دیکھیے مسألۃ الاحتجاج بالشافعی (ص: ۶۷) اور یہ لا بأس به یا لیس به بأس کی اصطلاح ابن معین کے نزدیک ثقہ کے سترادف تھی، دیکھیے یحییٰ بن معین وکتابہ التاریخ، ۱/ ۱۱۲-۱۱۴، نیز الکفایۃ، ص: ۴۱

(۴) تھذیب التھذیب ۹/ ۲۳۔ (۵) جامع بیان العلم ۲/ ۱۱۱۵، ابن عبد البر یہ بات نقل کرکے لکھتے ہیں امیر عبداللہ کی یہ بات اٹکل کی ہے: اس لیے کہ صحیح روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابن معین پہلے امام شافعی کے بارے میں کلام کرتے تھے پھر امام احمد کے سمجھانے اور امام شافعی کا مقام معلوم ہونے کے بعد باز آ گئے تھے۔

زعفرانی کہتے ہیں: میں نے ایک دفعہ یحییٰ بن معین سے امام شافعی کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے دع ھذا عنك (۱) لو کان الکذب له مطلقاً لکانت مروء ته تمنعه أن یکذب (۲).

(ارے چھوڑو، اگر جھوٹ جائز بھی ہوتا تب بھی ان کی شرافت ان کو جھوٹ سے دور ہی رکھتی)۔

بلکہ اس بڑھ کر یحییٰ بن معین سے امام شافعی کی عظمت کا زبردست اعتراف اور آخری درجے کا خراج عقیدت بھی منقول ہے، **محمد بن علی الصائغ** کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا: محمد بن ادریس الشافعی فی الناس بمنزلة العافیة للخلق و الشمس للدنیا جزاه الله عن الاسلام و عن نبیه ﷺ خیرا (۳) **یعنی محمد** بن ادریس شافعی لوگوں میں ایسے ہی ہیں جیسے مخلوق کے لیے صحت اور دنیا کے لیے سورج کی حیثیت ہے، اللہ ان کو اسلام اور نبی اسلام ﷺ کی طرف سے بہترین بدل عطا فرمائے۔

ان باتوں کو سامنے رکھنے سے یہ اشکال بالکل ہوا ہو جاتا ہے (۴)

تیسرا اشکال: صحیحین میں امام شافعی کی روایت کا نہ ہونا

سب سے مشہور اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ صحیحین میں امام شافعی کی کوئی روایت موجود نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم، امام شافعی کو قابل حجت نہیں سمجھتے تھے۔

اس اشکال کی حقیقت اور محدثین کے طریقۂ کار کی وضاحت

اس سلسلے میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہ اشکال محدثین کے طریقۂ کار سے ناواقفیت یا

---

(۱) اور بعض روایتوں میں دعنا ہے۔

(۲) حلیة الاولیاء، ۹۷/۹۸، مسألة الاحتجاج بالشافعی (ص:۶۷) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۰، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۶۰۔ (۳) تاریخ دمشق ۵۱/۳۵۵

(۴) ہم نے اس اشکال کی مفصل وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ آج بھی کچھ لوگ حدیث میں امام شافعی کی تضعیف دکھانے کے لیے ابن معین کی اس بات کا سہارا لیتے ہیں، جب یہ دیوار اتنی کمزور ہو یا ٹوٹ کر گر چکی ہو تو اس پر سہارا کم عقلی اور بے وقوفی یا حسد و بغض کے علاوہ کچھ نہیں!!

اس کا استحضار نہ ہونے کی وجہ سے ہے(۱)۔

محدثین کے حالات اور علم حدیث پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ہمارے محدثین کے نزدیک سند عالی کی کتنی اہمیت تھی، باوجود یہ کہ پہلے سے یہ حدیث ان کے پاس موجود ہوتی مگر سند عالی کی وجہ سے اس کے حصول کے لیے وہ سینکڑوں میل کا سفر کرتے، امام شافعی کا انتقال بہت پہلے یعنی ۲۰۴ھ ہی میں ہو چکا تھا، جب کہ ابھی وہ صرف چون سال کے تھے، اور ان کے طبقے کے محدثین اور ان کے شیوخ کے تلامذہ کثیر تعداد میں موجود تھے، اور بخاری و مسلم کے اکثر شیوخ اسی طبقے کے ہیں، اگر وہ امام شافعی کی سند سے روایت کرتے تو انھیں ایک طبقہ نیچے اترنا پڑتا اور ان کی ضرورت کے مطابق امام شافعی کی منفرد حدیث نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لیے اس کی مجبوری بھی نہیں تھی، تو خوامخواہ کی اور محدثین کے رائج طرز سے ہٹی ہوئی بات ہوتی کہ امام شافعی کی سند سے روایت بیان کرنے کے لیے سلسلۂ اسانید میں اضافہ کریں اور سند عالی کے بجائے سند سافل سے روایت کریں!

یہ اس اشکال کا نہایت صاف، بے تکلف اور مبنی بر حقیقت جواب ہے(۲)۔

---

(۱) یہ دوسرا جملہ ہم نے عمداً احتیاطاً بڑھایا ہے تاکہ قاضی عیاض کی طرف سے معذرت ہو سکے۔ باوجود یہ کہ وہ علمائے حدیث بلکہ ائمہ حدیث میں سے تھے۔ مگر انھوں نے یحییٰ بن معین کی سابقہ بات کو جس سے وہ رجوع کر چکے تھے بنیاد بنا کر صاف لکھ دیا ہے کہ اسی وجہ سے صحیح حدیث پر لکھنے والوں نے ان کی کوئی حدیث نہیں لی۔ (ترتیب المدارک ۱/ ۳۸۹۔ اور دوسری جگہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا امام مالک سے مقابلہ کرتے ہوئے اور علم حدیث میں امام مالک کی برتری اور ان دونوں ائمہ کی پستی اور کمزوری بیان کرتے ہوئے صاف لفظوں میں لکھا ہے: وقد ضعفهما فيه أهل الصنعة (ایضاً ۱/ ۹۲) یعنی محدثین نے ان دونوں کو ضعیف قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے اور ترتیب المدارک میں امام مالک کے حالات کا مطالعہ کرنے والا آسانی سے محسوس کر سکتا ہے کہ قاضی عیاض میں اپنی جلالت شان کے باوجود امام مالک اور فقہ مالکی کا کیسا شدید تعصب تھا، اللہ کی شان کہ انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں!

(۲) دیکھیے بیان خطأ من أخطأ علی الشافعی للبیہقی، ص: ۳۳۳-۳۳۴، ومناقب الامام الشافعی للرازی، ص: ۲۳۲، ومسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب، ص: ۳۸-۳۹، خطیب نے دراصل اسی اشکال کے جواب میں یہ کتاب لکھی تھی، انھوں نے بڑے پختہ دلائل کے ساتھ نہایت علمی انداز سے اس اشکال کا جواب دیا ہے، دیکھیے، ص: ۴۰-۴۶

امام بخاری کے امام شافعی کو معتبر نہ سمجھنے کا خیال اور اس کی حقیقت

جہاں تک اس خیال کا تعلق ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم امام شافعی کو معتبر نہیں سمجھتے تھے یہ خیال بداہتاً غلط ہے؛ اس لیے کہ امام شافعی امام بخاری کی فقہ کی بنیاد تھے، اس لیے کہ امام بخاری نے حمیدی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حمیدی شافعی کے بڑے اہم شاگردوں میں تھے، اس لیے سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ امام بخاری نے امام شافعی کی سند سے کوئی حدیث روایت نہیں کی، جس کی معقول وجہ اوپر بیان ہوئی۔ تاہم دو جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کا قول نقل کیا ہے، کتاب البیوع میں باب بیع الثمر علی رؤوس النخل میں ”عریہ“ کی تعریف میں ان کا قول ذکر کیا ہے اور اس کی تائید میں سھل بن أبي حثمہ کا قول نقل کیا ہے، جس سے نہ صرف ان کو معتبر بلکہ قابل ترجیح قرار دینے کا اندازہ ہوتا ہے۔

تاریخ کبیر میں امام شافعی کا تذکرہ اور بعض اہل علم کی غلط فہمی

اسی طرح کتاب الزکاۃ میں باب فی الرکاز کے تحت رکاز کی تعریف میں امام مالک کے ساتھ امام شافعی کا قول نقل کیا ہے۔ اور تاریخ کبیر میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: محمد بن ادریس ابو عبداللہ الشافعی القرشی سکن مصر، مات سنة اربع و مأتین، سمع مالك بن انس، حجازی (۱/۴۲) بعض اہل علم یہ سمجھے کہ یہ تذکرہ بڑی بے پروائی کا ہے(۱)۔

تاریخ کبیر کا منہج

اہل علم کی توجہ کے لیے ہم عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ اولاً امام بخاری نے اپنے اس کتاب کے منہج کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے کہ اگر وہ کسی کے بارے میں جرح

---

(۱) جیسا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النعمان (ص: ۹۲) میں لکھا ہے۔

یا تعدیل کا کوئی لفظ استعمال نہ کریں تو کیا سمجھا جائے؟ لیکن ان کی کتاب کو دیکھ کر جہاں تک ہم نے ان کا منہج سمجھا ہے وہ یہ کہ مشاہیر اور متفق علیہ ثقہ حضرات کے بارے میں وہ عموماً کلام نہیں کرتے۔ صرف ان کا پورا نام ونسب بتاتے ہیں، وطن کی نسبت کی صراحت کرتے ہیں اور تاریخ وفات ضرور بتاتے ہیں، اور کبھی ایک سے زائد بڑے شیوخ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں، تو ان کی کتاب کا اصل مقصد راوی کی تعیین اور اشتباہ سے حفاظت ہے، ہاں البتہ اگر راوی مجروح ہے تو اس کا عموماً تذکرہ کرتے ہیں۔ ایسے غیر مشہور عام رواۃ کے بارے میں اگر وہ سکوت اختیار کریں تو دوسرے ائمہ جرح وتعدیل کے کلام سے اس کی حیثیت متعین کی جائے گی۔ اتنی تو بات کہی ہی جاسکتی ہے کہ بخاری کے نزدیک وہ متروک نہیں ہے اور دوسرے لفظوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے اگر کسی سند میں ایسا راوی ہو جس کی جرح یا تعدیل ثابت نہ ہو اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہو (اسی طرح مثلاً ابن ابی حاتم نے) اور ایک سے زائد اس سے روایت کرنے والے معلوم ہوں تو اس حدیث کو حسن قرار دیا جائے گا، واللہ اعلم (۱)۔ اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ تاریخ کبیر میں امام شافعی کا اس طرح کا تذکرہ امام بخاری کی ان سے بے پروائی کی دلیل نہیں بلکہ جلالتِ شان کا اعتراف اور شہرت کی وجہ سے ہر طرح کی تعریف وتوصیف سے اور تعدیل وتوثیق سے مستغنی ہونے کی دلیل ہے۔ ہم نے یہ جو بات کہی ہے، تاریخ کبیر سے اس کی تائید میں متعدد دلائل دے سکتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مھدی کا مقام، حدیث کا کون طالب علم نہیں جانتا؟ اسی طرح امام احمد، علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین کے مرتبے سے کون واقف نہیں؟ یہ سب اساطین علم ہی نہیں بلکہ امام بخاری کے آئیڈیل بھی تھے۔ موخر الذکر تین حضرات ان کے سب سے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔ اور علی بن المدینی سے تو وہ سب سے زیادہ متاثر تھے۔ یہاں تک فرمایا کہ تنہا علی بن

---

(۱) ابن حبان تو ایسے راوی کو جس سے روایت کرنے والا ایک سے زیادہ نہیں مگر اس کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں تو وہ اس کو کتاب الثقات میں ذکر کرتے ہیں۔

المدینی ہیں جن کے سامنے مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوا(۱)۔ اس کے باوجود تاریخ کبیر میں ان میں سے کسی کے بارے میں ایک حرف تعریف کا نہیں لکھا، چوں کہ تعارف بہت مختصر ہے اس لیے ہم ان کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تاکہ تقابل آسان ہو جائے:

تاریخ کبیر میں کبار محدثین کا ذکر اور امام شافعی کے تذکرے سے اس کا موازنہ

یحیٰی بن سعید القطان کے بارے میں لکھتے ہیں: یحییٰ بن سعید ابو سعید القطان البصری الأحول، سمع أبا جعفر الخطمی و هشام بن عروة و عبدالله بن عمر و الثوری، قال لی عبد الله بن ابی الاسود : مات یحییٰ بن معین سنة ثمان و تسعین و مأة(۲).

عبدالرحمٰن بن مہدی کے سلسلے میں یہ الفاظ ہیں: عبد الرحمن بن مهدی بن حسان ابو سعید البصری ، سمع الثوری و شعبه و مالکاً و الدستوائی، ولد سنة خمس و ثلاثین و مأة، و مات سنة ثمان و تسعین و مأة، یقال مولی الأزد، ویقال ایضاً ولد سنة ست و ثلاثین فی المحرم.(۳)

احمد بن حنبل: أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال ابو عبدالله الشیبانی، سکن بغداد، مات سنة احدی و أربعین و مأتین، الذهلی من ربیعة سمع ابراهیم بن سعد وابن عیینة.(٤)

علی بن المدینی: علی بن عبد الله بن جعفر ابوالحسن بن نجیح السعدی مولاهم البصری، أصله مدینی، مات سنة اربع و ثلاثین و مأتین یوم الاثنین لیومین بقیا من ذی القعده ، مات بالعسکر ، سمع منه احمد بن حنبل(۵).

---

(۱) یہ قول ان کے الفاظ میں ہم نقل کر چکے ہیں

(۲) التاریخ الکبیر ۸/۲۷٦

(۳) ایضاً ۵/۳۵۴

(۴) ایضاً ۲/۵ (۵) ایضاً ٦/۲۸۴

یحیٰی بن معین: یحییٰ بن معین ابو زکریا البغدادی ، مات بالمدینة سنة ثلاث و ثلاثین و مأتین فی ذی القعدة. (۱)

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام بخاری نے اپنے مشائخ کا نہایت بے پروائی سے تذکرہ کیا ہے؟!

اس سے تو ان کی کتاب کا مقصد اور منہج سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

تاریخ کبیر کے اسلوب کے بارے میں ہمارے خیال کی بیہقی اور رازی کی عبارتوں سے تائید

قابل ذکر ہے کہ بیہقی نے لکھا ہے وقد ذکرہ البخاری رحمہ اللّٰہ فی التاریخ باحسن ذکر (۲) یعنی بخاری نے امام شافعی کا تاریخ میں بہترین انداز میں ذکر کیا ہے۔ تو کیا بہتر انداز ین وہی ہے جس کی ہم نے اوپر وضاحت کی یعنی ان کی رفعت وعظمت اور اعلی درجے کی شہرت کہ وجہ سے ان کے بارے میں مدح کا کوئی لفظ لکھنا تحصیل حاصل سمجھا، بظاہر یہی بات ہے، یا پھر ماننا پڑے گا موجودہ مطبوعہ نسخے میں سقطات ہیں اور بیہقی کے پاس تاریخ کبیر کا جو نسخہ تھا اس میں مدح وتوصیف کے الفاظ تھے۔ اسی طرح ماننا پڑے گا کہ ان مذکورہ حضرات کے بارے میں بھی مدح کے الفاظ لکھے تھے جو موجودہ نسخے میں نہیں ہیں، مگر یہ بات صحیح نہیں ہے نسخہ مکمل اور صحیح ہے۔ اور پہلی ہی بات معقول ہے۔ واللہ اعلم

غالباً اسی وجہ سے امام رازی نے بھی لکھا ہے کہ بخاری ومسلم نے امام شافعی کا تذکرہ مدح وتعظیم کے ساتھ کیا ہے (۳)۔

امام بیہقی اور امام رازی کی ان عبارتوں سے تاریخ کبیر کے منہج کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

---

(۱) ایضاً ۸/ ۳۰۷

(۲) بیان خطأ من أخطأ علی الشافعی ص: ۳۲۴

(۳) مناقب الامام الشافعی للرازی ص: ۲۳۳

امام مسلم کا امام شافعی کی طرف سے دفاع اور حدیث و جرح و تعدیل میں ان کی امامت کا اعتراف

جہاں تک امام مسلم کا تعلق ہے انھوں نے امام شافعی کی حدیث میں امامت کا بڑا زبردست اعتراف کیا ہے۔ اپنی کتاب الانتفاع بأهب السباع میں امام شافعی پر اعتراض کرنے والوں کو سخت جواب دیا ہے اور ان کی طرف سے طاقت ور دفاع کیا ہے اور ان کو ان محدثین میں شمار کیا ہے جو اتباع سنت اور تفقہ فی الحدیث میں مشہور و معروف ہیں (۱)۔

اور اپنی دوسری کتاب الرد علی محمد بن نصر میں اس سے بھی بڑھ کر ان کی جلالت شان بلندی مقام اور امامت حدیث کا اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں امام شافعی ان ائمہ دین میں سے ہیں جن کو حدیث اور جرح و تعدیل کے سلسلے میں مرجع کی حیثیت حاصل ہے (۲)۔

اب اس کے بعد کیا یہ خیال قائم کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے امام شافعی کو قابل حجت نہ سمجھنے کی وجہ سے اپنی صحیح میں ان کی سند سے کوئی حدیث بیان نہیں کی، بات صرف سند عالی اور نازل ہونے کی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

امام شافعی ہم جیسے لوگوں کے دفاع سے بے نیاز ہیں۔ امام بیہقی کا اظہار معذرت

امام مسلم کے اس اعتراف کے بعد اب ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، بلکہ کسی شہادت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہمیں تو ان کی روح سے شرم آتی ہے، وہ اس سے بہت بلند ہیں، ان کی کتابیں ان کی امامت حدیث پر شاہد عدل ہیں، ہم جیسے لوگوں کے دفاع کی ان کو کیا ضرورت! ہم کیا، بیہقی جیسے امام وقت نے اپنی کتاب بیان خطأ من أخطأ علی الشافعی اس عبارت پر ختم کی ہے، ومن نظر فی علومه ووقف علی اصوله و فروعه بالنصفه استغنی عن جواب (مثلی) عنه، فله فی کتاب الرسالة و غیرها فی معرفة

---

(۱) دیکھیے بیان خطأ من أخطأ علی الشافعی ص: ۳۲۳، نیز دیکھیے تھذیب التھذیب ۹/ ۲۷

(۲) تھذیب التھذیب ۹/ ۲۷

الحديث فصول لم يسبق اليها، وعنه أخذها أكثر من تكلم في هذا النوع من العلم في وقته و بعده رحمهم الله تعالى كعبدالرحمن بن مهدي و أحمد بن حنبل و غيرهما، و الله تعالى يرحمنا و اياه فلم يترك لعائب مغمزاً و بالله التوفيق والعصمة.

امام شافعی کی امامت حدیث کے سلسلے میں دیگر ائمہ حدیث کے اعترافات

تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کے اخیر میں ہم مزید چند کبار محدثین کے وہ اعترافات نقل کریں جن سے حدیث میں امام شافعی کی امامت وجلالت پر روشنی پڑتی ہے۔

امام احمد کی صراحت

امام احمد کے اس طرح کے کچھ اقوال پیچھے گزر چکے ہیں (۱) اس سے متعلق مزید ایک قول ملاحظہ ہو، امام احمد سے پوچھا گیا: هل كان الشافعي صاحب حديث؟ فقال اي والله كان صاحب حديث، اي والله كان صاحب حديث، اي والله كان صاحب حديث (۲) یعنی تین دفعہ قسم کھا کر ان کے محدث ہونے کا اقرار کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ وہ کسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے ایک صاحب نے کہا: اس سلسلے میں تو کوئی صحیح حدیث نہیں ہے! امام احمد کو جوش آیا، فرمانے لگے ان لم يصح فيه حديث ففيه قول الشافعي، و حجته أثبت شيئ فيه (۳) یعنی اگر ہمارے اور تمھارے سامنے اس سلسلے میں صحیح حدیث نہ ہو تو کیا ہوا، شافعی کا قول تو ہے۔ اور ان کا قول یوں ہی نہیں ہوگا اس سلسلے میں ثابت شدہ کوئی بات ہی ان کی حجت ہوگی۔

امام رازی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: هذا تنصيص من احمد على كمال

---

(۱) دیکھیے ص:

(۲) مناقب الامام الشافعی للرازی ص: ۲۲۰

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم ص: ۶۴، ومناقب الشافعی للبیہقی ۱۵۴/۲

علم الشافعي بالحديث (١).

اسحاق بن راہویہ اور قتیبہ بن سعید کا خراج عقیدت

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: الشافعي امام (٢).

قتیبہ بن سعید جو اپنے زمانے کے بڑے محدثین میں تھے، امام احمد، یحیٰ بن معین، علی بن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی جیسے ائمہ حدیث کے مشائخ میں ہیں، وہ فرماتے ہیں: الشافعي امام (٣)

ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: ماأعلم للشافعي حديثاً خطأً (٤)

(میں شافعی کی کسی حدیث میں کوئی غلطی نہیں جانتا) اس بھی واضح الفاظ میں بھی یہ بات خطیب نے اپنی سند سے بیان کی ہے: ماعند الشافعي حديث غلط فيه (٥) یعنی امام شافعی کے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں ان سے غلطی ہوئی ہو، ابوزرعہ جو علل کے ماہرین اور نُقاد حدیث میں سے تھے، ان کا یہ قول بہت معنی رکھتا ہے

اسی طرح ابوداود سجستانی صاحب السنن فرماتے ہیں: ما من العلماء أحد الا وقد أخطأ في حديثه غيرابن علية و بشر بن المفضل، وما أعلم للشافعي حديثاً خطأً (٦).

یعنی علماء میں کوئی ایسا نہیں جس نے حدیث میں کوئی غلطی نہ کی ہو، سوائے ابن علیہ اور بشر بن المفضل کے اور امام شافعی کی کسی حدیث میں کوئی غلطی ہمارے علم میں نہیں ہے۔

سارے محدثین کو سامنے رکھ کر امام شافعی کے بارے میں یہ بات کہ ان کی کسی

---

(۱) مناقب الامام الشافعی، ص: ۲۲۱

(۲) الکامل لابن عدی ۱/۱۱۵، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۱

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۰

(۴) تاریخ دمشق ۵۱/۳۶۱

(۵) مسألۃ الاحتجاج بالشافعی: ۶۷

(۶) تاریخ دمشق ۵۱/۳۶۱

حدیث میں کوئی غلطی نہیں اور کبھی ان کو سہو نہیں ہوا، حدیث میں امام شافعی کے آخری درجے کے اتقان کو بتاتا ہے(۱)۔

اسی لیے ابوزرعہ اور ابوداود کے یہ اقوال نقل کر کے امام ذھبی لکھتے ہیں: هـذا من أدل شيئ على أنه ثقة حجة حافظ ، و ناهيك بقول مثل هذين (۲).

یعنی یہ اقوال بہت بڑی دلیل ہیں کہ امام شافعی ثقہ، حجت اور حافظ حدیث تھے۔ اور ان دونوں جیسے محدثین کے قول بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ امام شافعی کے زمانے سے بعد کے ادوار تک ہمیشہ امام شافعی کو امام حدیث کی حیثیت حاصل رہی۔ چناں چہ خاص محدثین اور حفاظ حدیث پر لکھنے والوں میں ابویعلی الخلیلی (وفات: ۴۴۶ھ) نے اپنی کتاب ''الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث'' میں، ابن عبدالهادی (وفات: ۷۴۴ھ) نے اپنی کتاب ''طبقات علماء الحدیث'' میں، ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''المعین فی طبقات المحدثین'' میں اور سیوطی نے ''طبقات الحفاظ'' میں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے۔

---

(۱) دیکھیے مسألۃ الاحتجاج بالشافعی محولۂ بالا

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۴۸

ساتویں فصل

امام شافعی اور لغت وادب

لغت میں امام شافعی آخری درجے کی امامت پر فائز تھے۔ اس میں ان کی کوئی مثال نہیں تھی، تمام قدیم و جدید ائمہ لغت نے لغت میں امام شافعی کی امامت کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔

امام شافعی کی عربی زبان وادب میں مہارت کا پس منظر اور اس کا اہتمام

اولاً وہ قریش سے تعلق رکھتے تھے، جس کی زبان دانی اور فصاحت کے سب معترف تھے، پھر بالکل بچپن ہی سے ان کو اس کا ذوق ہوگیا تھا، خود فرماتے ہیں کہ میں جب مکتب میں تھا، اس وقت استاد کوئی لفظ کسی بچے کو بتاتا تو میں اس کو یاد کر لیتا تھا، پھر جب سات سال کی عمر میں ان کا حفظ قرآن ختم ہوا تو انھوں نے قبیلۂ ہذیل میں آمد ورفت شروع کی، مکے کے آس پاس مختلف دیہاتوں میں وہ لوگ رہتے تھے، یہ قبیلہ فصاحت میں پورے عرب میں ممتاز تھا۔ فرماتے ہیں فلزمت هذيلاً بالبادية أتعلم كلامها و أخذ اللغة، و كانت أفصح العرب (۱) یعنی میں نے دیہات جا کر قبیلہ ھذیل کا دامن تھام لیا، ان کی بول چال سیکھنے لگا اور زبان کا علم حاصل کرنے لگا۔ قبیلہ ھذیل تمام عرب میں سب سے فصیح تھا۔

بچپن ہی سے عربی زبان میں ان کا امتیاز ظاہر ہونے لگا تھا، یہ بات گزر چکی ہے

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۵۵

کہ تیرہ سال کی عمر میں جب وہ امام مالک کی خدمت میں پہنچے اور ان سامنے موطا کی قرأت شروع کی، تو وہ پڑھتے ہوئے امام مالک کے خیال سے کبھی رک جاتے تو امام مالک فرماتے اور پڑھو، اس لیے کہ امام شافعی کے پڑھنے کا انداز ان کو بہت اچھا لگتا تھا۔

امام شافعی کا بچپن میں پورا رجحان زبان وادب کی طرف تھا، یہاں تک کہ قریش کے بعض سنجیدہ لوگوں کو فکر ہونے لگی کہ ایسا ذہین بچہ شعروادب میں کیوں اتنا وقت لگا رہا ہے، اگر یہ ذرا توجہ کرے تو بہت بڑا عالم اور فقیہ ہوسکتا ہے، تو ان لوگوں کے توجہ دلانے سے، اسی طرح مفتی مکہ مسلم بن خالد زنجی کی تشویق وترغیب سے اور بعض غیبی اشاروں سے فقہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے (۱)۔

لیکن فقہ وحدیث کی تعلیم میں مشغول ہونے کے باوجود وہ زبان وادب سے مسلسل وابستہ رہے، بلکہ اس کی ضرورت کا احساس اور بڑھ گیا، نوعمری میں اگر فصاحت اورادب میں کمال پیدا کرنے کی خاطر عربی زبان کی تحصیل میں وقت صرف کررہے تھے، تو اب کتاب وسنت کے صحیح فہم اور خدمت دین کے لیے اس کی ضرورت کے پیش نظر اس سے اشتغال رکھا، چناں چہ اٹھارہ بیس سال تک زبان کو اور نکھارتے رہے۔ امام شافعی خود فرماتے ہیں کہ میں سترہ سال قبیلہ ھذیل کے ساتھ رہ کر ان کی اس طرح زبان سیکھتا رہا کہ اگر وہ سفر پر جاتے تو ان کے ساتھ روانہ ہوتا اور کہیں پڑاؤ کرتے تو ان کے ساتھ رک جاتا (۲)۔

عربی زبان وادب کی تحصیل کا مقصد

امام شافعی کے نواسے کا بیان ہے کہ میرے والد کہتے تھے کہ امام شافعی عربی زبان اور تاریخ کا علم حاصل کرنے میں بیس سال لگے رہے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ اس میں اتنا وقت لگانے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ تو فرمانے لگے میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ دین کی

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۹۶-۹۹ وتاریخ دمشق ۵۱/ ۲۸۵

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۲۸۵

سمجھ میں اس سے مدد ملے (۱)۔

امام شافعی کو ہزاروں اشعار کا یاد ہونا

اسی وجہ سے امام شافعی کو ہزاروں اشعار یاد تھے۔ صرف قبیلہ ھذیل کے دس ہزار

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۲ والفقیہ والمتفقہ للخطیب ۲/۴۱

یہاں تین باتیں قابل تنبیہ ہیں:

پہلی بات یہ کہ بظاہر اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جب وہ تیرہ سال کی عمر میں امام مالک کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پھر حدیث کی تحصیل میں مشغول رہے، یہاں تک کہ بعض روایتوں کے مطابق امام مالک کی وفات تک وہاں رہے۔ تو یا تو امام مالک کی خدمت میں حاضری کے وقت تیرہ سال کی عمر نہیں تھی یا زبان و ادب کی تعلیم اتنی مدت حاصل نہیں کی۔ جہاں تک اس اشکال کا تعلق ہے کہ امام مالک کی خدمت میں حاضری تیرہ سال کی عمر میں نہیں ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہونے کی روایتیں متعدد طرق سے اس کثرت سے ہیں کہ ان کا انکار آسان نہیں۔ غالباً اسی اشکال سے بچنے کے لیے امام ذھبی نے لکھا ہے مدینہ کے سفر کے وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶) لیکن غور کرنے سے یہ اشکال حل ہو سکتا ہے، وہ اس طرح کہ پہلی دفعہ امام مالک کی خدمت میں پہنچتے وقت امام شافعی کی عمر تیرہ سال ہی کی تھی، پھر وہ مختصر مدت میں موطا پڑھ کر واپس آئے اور واپس آکر اپنا شغل جاری رکھا یعنی علمائے مکہ سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور کچھ کچھ عرصے کے لیے قبیلہ ھذیل کے پاس جا کر زبان میں نکھار پیدا کرتے رہے، اور عمر کے چوبیسویں سال تک یہ شغل جاری رہا، پھر آخری چار پانچ سال مستقل امام مالک کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ ۱۷۹ھ میں امام مالک نے انتقال کیا، اس وقت امام شافعی انتیس سال کے تھے (سترہ اور بیس سال کی مدت کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ سترہ سال حقیقی مدت ہے جو خود امام شافعی سے مروی ہے اور بیس سال بیان کرنے والے نے تقریباً کے مفہوم میں استعمال کیا) اس سے دوسرے اشکال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ سترہ سال بنو ھذیل میں رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ پورا عرصہ مستقل وہاں رہے۔ نہیں، بلکہ اتنا عرصہ مسلسل ان میں آمد و رفت رہی اور اکثر کئی کئی دن قیام کر کے ان کے سفر و حضر میں شریک رہتے۔ اس سے امام شافعی کی تعلیم کے سلسلے میں وارد تمام اشکالات دور ہو جاتے ہیں اور بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ واللہ اعلم

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ امام شافعی نے لغت میں یہ سارا کمال دین کی ضرورت سمجھ کر پیدا کیا، اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کے فہم کے لیے عربی زبان میں کمال پیدا کرنے کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ جو اس کے بغیر دینی مسائل میں دخل دیتے ہیں، یا فتوے کے میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ دین پر اور اپنی ذات پر اور لوگوں پر کتنا بڑا ظلم کرتے ہیں!

تیسری قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ جو لوگ بالخصوص طلبۂ مدارس جو عربی زبان کی تحصیل میں لگے ہوئے ہیں اور ان میں کمال پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ نیت درست رکھیں اور دین میں تفقہ پیدا کرنے کی نیت سے اور دعوت دین میں اس سے کام لینے کے خیال کے ساتھ اس کی تحصیل کریں۔ واللہ الموفق)

اشعار شرح مطالب کے ساتھ یاد تھے، جیسا کہ ان کے شاگرد محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے بیان کیا ہے، کہتے ہیں: لقد کان یحفظ عشرۃ ألاف بیت من أشعار ھذیل باعرابھا و غریبھا و معانیھا (۱) یعنی امام شافعی کو قبیلہ ھذیل کے دس ہزار اشعار، اس کے اعراب اور مشکل الفاظ کے معانی اور مطلب کے ساتھ یاد تھے۔

یہ صرف قبیلہ ھذیل کے تعلق سے ہے، ان کے علاوہ کتنے ہزاروں اشعار یاد تھے اس کا کوئی حساب نہیں، تین سو مجنون شعراء کا کلام ان کو یاد تھا، جیسا کہ ابن عبدالحکم ہی نے امام شافعی کو خود فرماتے ہوئے سنا (۲)۔

نیز ابن عبدالحکم فرماتے ہیں: کہ میں نے ھذیل کے بہت سے اشعار امام شافعی سے پڑھے۔ جس قصیدے کا بھی میں ان کے سامنے ذکر کرتا وہ شروع سے اخیر تک اس کو سنا دیتے (۳)۔

ان کے دوسرے شاگرد زعفرانی فرماتے ہیں کہ ہر طرح کے شعر ان کے سامنے پڑھے جاتے اور سب کا ان کو علم ہوتا (۴)۔

ہارون رشید کے دربار میں جب انھیں بغاوت کے الزام میں لے جایا گیا تو اس نے بہت سے سوالات کیے تھے اس میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ شعر کا کتنا علم آپ کو ہے؟؟؟ انھوں نے کہا: میں جاہلی اشعار بھی جانتا ہوں، مخضرم کا بھی علم رکھتا ہوں، اور مُحْدَث کے بارے میں بھی مجھے پتا ہے، اس کے اوزان بھی جانتا ہوں، تمام بحروں کا علم رکھتا ہوں، اور اس کی تمام اقسام سے واقف ہوں، اور اس کے معانی و مطالب بھی مجھ پر عیاں ہیں (۵)۔

---

(۱) الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین، ص: ۲۴۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۷

(۳) ایضاً ۲/ ۴۸

(۴) ایضاً ۲/ ۴۹

(۵) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۳۳۱ و مرآۃ الجنان ۲/ ۱۷

اصمعی کہتے ہیں کہ صرف عمرو نام کے تیس شعراء کے اشعار مجھے سنائے۔ (۱)

اصمعی ائمہ لغت وادب کا ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنا

زبان وادب میں ان کے کمال کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے ائمہ لغت ان سے سیکھنے آتے، لغت وادب میں امام شافعی کی امامت اور جلالت شان کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اصمعی جیسے امام لغت وادب نے باوجود یہ کہ زبان وادب میں ان کا شہرہ تھا اور عمر میں امام شافعی سے تقریباً پچیس سال بڑے تھے، اس کے باوجود انھوں نے امام شافعی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور قبیلہ ھذیل کے شعراء کے اشعار ان سے پڑھے اور جہاں شبہ تھا ان سے تصحیح کی، خود انھوں نے یہ بات بیان کی ہے (۲)۔

دوسرے ائمہ ادب کا امام شافعی سے استفادہ کرنا

ایک اور نحو وادب کے امام ابوالفضل الریاشی (عباس ابن الفرج البصری المتوفی ۲۵۷ھ) نے بھی امام شافعی سے استفادہ کیا ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ میں اصمعی کے ساتھ تھا، جب انھوں نے امام شافعی سے شنفریٰ کے اشعار کی تصحیح کی (۳)۔

ایک دوسرے علامۂ زمانہ جو تاریخ وانساب کے ماہرین میں تھے اور زبان وبیان میں بھی امتیاز رکھتے تھے یعنی مصعب بن عبداللہ الزبیری (وفات: ۲۳۶ھ) انھوں نے ھذیل کے اشعار واخبار اور واقعات وتاریخ کا علم امام شافعی سے حاصل کیا (۴)۔ وہ کہتے ہیں کہ شافعی نے قبیلہ ھذیل کے اشعار مجھے زبانی سنائے پھر فرمایا اصحاب حدیث کو مت بتانا وہ اس کا تحمل نہیں کرتے (۵)۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۵

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۴ ووفیات الاعیان ۴/ ۱۶۳، ومعجم الادباء ۱۷/ ۲۹۹

(۳) توالی التاسیس، ص: ۹۹ (۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۵-۴۶

(۵) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۶، تاریخ دمشق ۵۱/ ۲۹۸، معجم الادباء ۱۷/ ۲۹۹۔ اس سے ہم اس دور کے عام علماء کی نفسیات سمجھ سکتے ہیں جیسے آج بھی بہت سے علماء کی ہے کہ وہ زبان وادب کی تعلیم کو دین کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اپنی زبان دانی کے بارے میں امام شافعی کا احساس اور خود اعتمادی

امام شافعی کو اپنی زبان دانی کا پورا احساس تھا، اس میں انھیں اپنے برابر کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ فرماتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ کوئی مجھ سے زیادہ اس کا فہم رکھتا ہو، میں چاہتا تھا کہ خلیل بن احمد کو دیکھوں (۱)۔

لغت وادب میں امام شافعی کی امامت کے بارے میں ماہرین کے اعترافات

ان کا یہ احساس بالکل بجا تھا۔ بڑے بڑوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے زمانے میں لغت کا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔

امام احمد اور دیگر علماء کے اعترافات

امام احمد فرماتے ہیں: الشافعی فیلسوف فی أربعة اشیاء: فی اللغة و اختلاف الناس، و المعانی و الفقه امام شافعی چار چیزوں میں اتھارٹی ہیں: لغت میں، لوگوں کے اختلاف میں (علماء کے مابین اختلافی مسائل سے واقفیت میں) معانی میں (قرآن وحدیث سے معانی کے استنباط واستخراج میں اور ان کے مطالب کی تہہ تک پہنچنے میں) اور فقہ میں (۲)۔

نیز فرماتے ہیں کلام الشافعی فی اللغة حجة (۳) یعنی لغت کے سلسلے میں امام شافعی کی بات حجت ہے۔

ایوب بن سوید جو امام شافعی کے اساتذہ میں، ہیں فرماتے ہیں: خذوا عن الشافعی اللغة (٤) یعنی امام شافعی سے زبان سیکھو۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۲، خلیل بن احمد الفراھیدی (وفات: ۱۷۰ھ) امام لغت اور فن عروض کے موجد۔ یہ بصرہ میں رہتے تھے۔ امام شافعی ان کے انتقال کے کئی سال بعد عراق گئے تھے۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۱، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۵۰

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۲ وتاریخ دمشق ۵۱/۳۵۰

(۴) مناقب للبیہقی ۲/۴۴

امام شافعی کے ایک شاگرد ابوالولید بن ابی الجارود فرماتے ہیں۔ كان يقال : ان محمد بن ادريس الشافعي لغة وحده ، يحتج به كما يحتج بالبطن من العرب (۱) یعنی کہا جاتا تھا کہ امام شافعی تنہا لغت ہیں۔ ویسے ہی ان کی زبان کو حجت سمجھا جاتا ہے جیسے عرب کے کسی قبیلے کی زبان سے حجت لی جاتی ہے۔

اس سے بڑھ کر ائمہ لغت اور ماہرین ادب نے صاف طور پر لغت و ادب میں امام شافعی کی امامت تسلیم کی ہے۔

اصمعی کا امام شافعی کی عظمت و امامت کا اعتراف کرنا

اصمعی جیسے امام لغت و ادب ان کو علامہ سمجھتے تھے، فرماتے ہیں: قرأت شعر الشنفرىٰ على علامة بمكة يقال له محمد بن ادريس الشافعي (۲).

اس کے علاوہ مشہور جاہلی شاعر شنفریٰ کے اشعار بھی اصمعی نے امام شافعی سے پڑھے (۳)۔

بلکہ اصمعی کا کہنا ہے کہ میں نے شافعی سے اتنا استفادہ کیا ہے کہ اس کا تھوڑا حصہ بھی کوئی حاصل کر لے تو عالم بن جائے۔

اور وہ اسی کے ساتھ ان کی امامت پر اس بات سے بھی مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کبھی ایک حرف کا بھی آپ کو فائدہ پہنچا سکا ہوں (۴)۔

ابن قتیبہ کا امام شافعی کو حجت ماننا

اسی طرح لغت و ادب کے ایک اور ماہر علامۂ زمانہ ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) نے بہت زیادہ امام شافعی کی لغت و ادب کو سراہا ہے ور

---

(۱) ایضاً ۲/۴۹

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۵، ظاہر ہے کہ خصوصیت کے ساتھ زبان و ادب ان کے پیش نظر تھا۔

(۳) مناقب الشافعی بیہقی ۲/۴۵، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۷۴

(۴) تاریخ دمشق ۵۱/۳۳۷

ان کے قول کو حجت میں پیش کیا ہے (۱)۔

ابن ہشام کا امام شافعی کو حجت تسلیم کرنا اور ان سے استفادہ کرنا

سیرت ومغازی کے ایک سب سے مشہور عالم اور زبان وادب کے بہت بڑے ماہر (۲) ابن ھشام (عبد الملک بن ھشام المتوفی ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ) فرماتے ہیں: الشافعی ممن توخذ عنه اللغة ، نیز فرماتے ہیں: قول الشافعی حجة فی اللغة ان الفاظ میں بھی یہ روایت ہے کان الشافعی حجة فی اللغة (۳) یعنی شافعی لغت میں حجت ہیں، وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے زبان اخذ کی جائے۔

ابو عبید کا امام شافعی کو حجت قرار دینا

اور ان کا خود حال یہ تھا کہ جب کسی لفظ کے بارے میں ان کو شک ہوتا تو وہ امام شافعی کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرتے (۴)۔

لغت کے ایک اور بہت بڑے امام ابو عبید القاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) فرماتے ہیں: کان الشافعی ممن یوخذ عنه اللغة (۵)۔

فراء اور کسائی کی شہادتیں

یعنی امام شافعی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے لغت حاصل کی جائے۔

نحو ولغت کے ایک مشہور امام فرّاء (یحییٰ بن زیاد الکوفی المتوفی ۲۰۷ھ) کی شہادت ملاحظہ ہو: الشافعی لغة، هو قرشی مطلبی عربی فقیه ، وقوله حجة یعتمد علیها، و اللغة من مثله اولی لعلمه و فقهه و فصاحته، و أنه من القوم الذین تغلب لغاتهم

---

(۱) رد الانتقاد علی الفاظ الشافعی للبیہقی، ص: ۶۴

(۲) ربیع کہتے ہیں کہ مصر میں ان کی حیثیت ایسی تھی جیسے عراق میں اصمعی کی، دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۳

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم، ص: ۱۰۱، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۲-۴۳، الانتقاء، ص: ۱۴۸-۱۴۹

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۳

(۵) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۰۲ ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۴

علی سائر اللغات۔ (جزء فیہ حکایات عن الشافعی وغیرہ لمحمد بن الحسین الاجری (م ۳۶۰ھ) بحوالہ اتحاف الأمۃ بصحۃ قرشیۃ الامام الشافعی فقیہ الأمۃ، ص: ۶۸) یعنی شافعی خود زبان ہیں وہ قریشی ہیں مطلبی ہیں، فقیہ ہیں، ان کی بات حجت ہے، جس پر اعتماد کیا جاتا ہے، ان جیسے لوگوں کی طرف سے لغت آئے تو وہ زیادہ اولی ہے، ان کے علم فقاہت اور فصاحت کی وجہ سے، ان کا تعلق اس قوم سے ہے جس کی زبان تمام زبانوں پر غالب ہے۔

اسی طرح کا قول ان کے ہم پلہ نحو کے ایک بہت مشہور امام کسائی (ابوالحسن علی بن حمزہ الکوفی المتوفی ۱۸۹ھ) کا بھی ہے(۱)۔

یہ ایک بہت بڑی شہادت ہے اس لیے کہ وہ امام شافعی سے تقریباً تیس سال بڑے تھے اور اگر یہ بات عمر کے آخری مرحلہ میں بھی کہی ہو تو امام شافعی ابھی چالیس سال کے بھی نہیں ہوئے تھے۔

ثعلب کا خراج عقیدت اور امام شافعی پر نقد کرنے والوں پر حیرت کا اظہار کرنا

نحو اور لغت کے ایک اور مشہور امام ثعلب (ابو العباس احمد بن یحییٰ البغدادی المتوفی ۲۹۱ھ) فرماتے ہیں: یاخذون علی الشافعی و هو من بيت اللغة، يجب أن يوخذ عنه (۲).

امام رازی نے ان الفاظ میں اس کو نقل کیا ہے: العجب أن بعض الناس يأخذون اللغة على الشافعي و هو من بيت اللغة فالشافعي يجب أن توخذ منه اللغة، لا أن توخذ عليه اللغة (۳).

حاصل دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی تعجب کی بات ہے کہ لوگ شافعی کی زبان پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ ان کا تعلق زبان و بیان کے گھرانے سے ہے، حق تو یہ ہے کہ

---

(۱) دیکھیے ردالانتقاد علی الفاظ الشافعی، ص: ۹۲

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۲

(۳) مناقب الامام الشافعی، ص: ۲۳۹

زبان ان سے سیکھی جائے نہ یہ کہ ان کی زبان پر اعتراض کیا جائے۔

اسی طرح انھوں نے فرمایا: الشافعی امام فی اللغة (١).

نیز وہ کہتے ہیں: انما توحد الشافعی باللغة لأنه من أهلها (٢). یعنی لغت میں تنہا شافعی کا قول حجت ہوگا، اس لیے کہ وہ اہل زبان ہیں۔

مسلسل علمائے ادب اور ماہرین لغت امام شافعی کی لغت کو حجت مانتے اور مستقل حیثیت دیتے آئے ہیں۔

ابن حاجب کا امام شافعی کو بطور حجت پیش کرنا

علوم عربیہ کے مشہور عالم ابن حاجب (جمال الدین عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب المتوفی ۶۴۶ھ) نے ایک لفظ کے ضمن میں کہا ہے کہ یہ شافعی کی لغت ہے، جیسے کہتے ہیں یہ بنو تمیم کی لغت ہے، یہ فلاں قبیلے کی لغت ہے (۳) اسی کو اسنوی نے اس طرح ذکر کیا ہے: عبر ابن الحاجب فی تصریفه بقوله : وهی لغة الشافعی کما یقولون لغة تمیم و ربیعة (٤).

ائمہ لغت کا اپنی کتابوں میں امام شافعی کے اقوال اور فقروں کو بطور حجت نقل کرنا

لغت پر کتابیں لکھنے والے لغت کی اپنی کتابوں میں امام شافعی کی تشریحات، ان کے فقرے اور ان کے اشعار بطور حجت نقل کرتے رہے ہیں۔ مشہور امام لغت اور لغت کی مشہور اور عظیم کتاب تھذیب اللغة کے مصنف ازہری (ابو منصور محمد بن احمد الازہری المتوفی ۳۷۰ھ) نے اپنی کتاب میں تیس سے زائد مقامات پر امام شافعی کی توضیح اور فقرے بطور

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۷۳

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۱

(۳) دیکھیے الشافیہ ص: ۲۴

(۴) دیکھیے طبقات الشافعیہ للاسنوی ۱/۱۹

حجت نقل کیے ہیں (۱)۔

ان کے علاوہ لغت پر لکھنے والوں میں خطابی (حمد بن محمد ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ) نے غریب الحدیث میں (۲)۔

ابن الاثیر الجزری (مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد المتوفی ۶۰۶ھ) نے النھایۃ فی غریب الحدیث میں (۳)۔

ابن منظور (محمد بن مکرم الانصاری المتوفی ۷۱۱ھ) نے لسان العرب میں (۴)۔

فیومی (احمد بن محمد بن علی الفیومی المقری المتوفی نحو ۷۷۰ھ) نے المصباح المنیر میں (۵)۔

مجد الدین فیروز آبادی (محمد بن یعقوب المتوفی ۸۱۷ھ) نے القاموس المحیط میں (۶)

اسی طرح دوسرے ائمہ لغت نے اپنی کتابوں میں الفاظ کی تحقیق میں امام شافعی کے اقوال اور اپنے بیان کردہ معانی کی تائید میں امام شافعی کے فقرے حجت کے طور پر نقل کیے ہیں۔

اخیر میں علامہ سید مرتضی زبیدی (مرتضی بن محمد بلگرامی الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ) نے اپنی عظیم الشان اور بے نظیر لغت کی کتاب تاج العروس میں دسیوں موقعوں پر اور سابقہ مصنفین لغت پر اضافہ کرتے ہوئے امام شافعی کے اقوال، فقرے اور کبھی اشعار بھی حجت

---

(۱) مثلاً دیکھیے تھذیب اللغۃ مادہ عقق ۵۹/۱ ، مادہ عسل ۹۳/۳ ، مادہ علس ۹۶/۲ ، مادہ عطن ۱۷۵/۲ ، مادہ بعل ۴۱۴/۲ ، مادہ عول ۱۹۵/۳ ، مادہ حمم ۱۶/۴ ، مادہ لقح ۵۳/۴ ، مادہ حفش ۱۸۹/۴ ، مادہ فرہ ۲۸/۶ ، مادہ نجج ۶۵/۷ ، مادہ بلغ ۱۴۰/۸ ، مادہ رکز ۹۶/۱۰ ، مادہ شقص ۳۰۸/۸ ، مادہ جبر ۶۰/۱۱ ، مادہ شطر ۳۰۸/۱۱ مادہ شظا ۳۹۸/۱۱ ، مادہ طوب ۴۱/۱۴ ، مادہ نتر ۲۷۰/۱۴ ، مادہ خلر ۳۴۴/۷ ، مادہ امم ۶۳۲/۵

(۲) مثلاً دیکھیے مادہ حرض ۵۰۶/۲ و مادہ سلق ۵۹/۳

(۳) مثلاً دیکھیے مادہ ثفل ۲۰۹/۱ ، مادہ جلد ۲۷۶/۱ ، مادہ حزور ۳۶۶/۱ ، مادہ زبر ۲۹۲/۲ ، مادہ دمم ۱۲۵/۲ ، مادہ لست ۱۹۹/۴ ، مادہ نشش ۴۹/۵

(۴) مثلاً دیکھیے مادہ عضب ۲۵۲/۹ ، مادہ صعد ۳۴۴/۷ ، مادہ شغر ۱۴۴/۷ ، مادہ قھص ۱۲/۱۱ ، مادہ لصق ۲۷۸/۱۲ ، مادہ ضعف ۶۳/۸ ، مادہ صون ۴۴۶/۷ ، مادہ شلا ۱۸۷/۷ ، مادہ عدا ۹۸/۹

(۵) دیکھیے مادہ جوح (ص: ۷۲)، مادہ غسل (ص: ۲۶۶)، مادہ قمط (ص: ۳۰۷)، مادہ مسح (ص: ۳۳۹)، مادہ نقل (ص: ۳۷۰)

(۶) مثلاً دیکھیے مادہ قطن (ص: ۱۱۲۹)، مادہ نذر (ص: ۴۴۷)، مادہ بحر (ص: ۳۴۳)

کے طور پر نقل کیے ہیں (۱)۔

بعض لوگوں کا امام شافعی کی زبان پر اعتراض اور ائمہ لغت کا امام شافعی کی طرف سے پر زور دفاع

امام شافعی کو لغت پر اس قدر عبور تھا کہ بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا، اور وہ سوچنے لگتے تھے کہ عربی میں یہ استعمال بھی ہوتا ہے، چناں چہ وہ کبھی اعتراض کر دیتے تھے، امام اہل ظاہر داود بن علی کے صاحبزادے محمد (وفات: ۲۹۷ھ) نے جو خود اگر چہ بڑے ادیب اور شاعر تھے، لیکن امام شافعی کا مقابلہ کون کر سکتا تھا، انھوں نے امام شافعی کے اس طرح کے الفاظ ایک کتاب میں جمع کیے جو ان کے نزدیک قابل اعتراض تھے اور عربی زبان میں استعمال کے خلاف تھے۔ لیکن ماہرین لغت اور ائمہ ادب میدان میں آئے اور امام شافعی کی تائید میں ائمہ لغت کی تصریحات نقل کر کے واضح کیا کہ امام شافعی لغت کے معاملے میں غلطی نہیں کر سکتے، بلکہ شافعی جو کہیں وہی زبان ہے اور تنہا ان کی بات ہی حجت ہے، اس میں کسی تائید کی بھی ضرورت نہیں، چناں چہ ابوالحسن الخوافی (۲)، ابوبکر الصیرفی

---

(۱) مثلاً مادہ کتب ۴/۱۰۴، مادہ وحد ۹/۲۷۱، مادہ دور ۱۱/۳۱۹، مادہ ذکر ۱۱/۳۸۶، مادہ فظظ ۲۰/۲۵۱، مادہ وظف ۲۴/۴۶۵، مادہ حقق ۲۵/۱۶۷، مادہ بغی ۳۷/۱۸۲ وغیرہ

(۲) ان کا پورا نام ابوالحسن علی بن القاسم بن علی الخوافی ہے، سمعانی نے لکھا ہے: كان شاعراً فاضلاً، سمع محمد بن يحيىٰ الذهلي و أقرانه، روى عنه ابوالطيب محمد بن احمد الذهلي و ابو بكر محمد بن جعفر المزكي، وله ديوان شعر۔ (الانساب ۲/۴۱۱) اور یاقوت نے لکھا ہے: وله مختصر كتاب العين (معجم البلدان ۲/۲۵۵) بیہقی لکھتے ہیں: صاحب مختصر العين و هو أحد أئمه أهل عصره فى الأدب و البلاغة و الشعر، ان له اشعاراً فى فضائل الشافعي و ألف كتابا فى الكشف على التحريف فيما انتقد على الشافعي من حروف فى اللغة (رد الانتقاد علی الفاظ الشافعی، ص: ۶۵)۔ مزید یہ کہ عباس بن محمد الدوری بھی ان کے شاگردوں میں ہیں جیسا کہ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے (بغیۃ الوعاۃ ۲/۱۸۴) اور امام رازی نے لکھا ہے خراسان والوں کا اتفاق ہے کہ خراسان میں نحو و لغت کا ماہر ابوالحسن علی بن قاسم خوافی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔ (مناقب الامام شافعی، ص: ۲۴۰)

ایسے صاحب کمال اور صاحب تصنیف ہونے کے باوجود نہ زرکلی نے الاعلام میں ان کا تذکرہ کیا ہے نہ کحالہ نے معجم المؤلفین میں، بلکہ خود یاقوت حموی نے بھی معجم الادباء میں ان کو جگہ نہیں دی۔ (ذہلی متوفی ۲۵۶ھ کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اندازہ ہوتا ہے وہ تیسری صدی کے اواخر میں تھے۔

(المتوفی ۳۳۰ھ)، الحمشادی (محمد بن عبداللہ بن حمشاد ابومنصور المتوفی ۳۸۴ھ)، اور بیہقی نے اس کے رد میں مستقل کتابیں لکھیں (۱)۔

امام لغت ازہری کا طاقت ور دفاع

ان کے علاوہ ازہری نے اپنے لغت میں بعض الفاظ کے ضمن میں امام شافعی پر اعتراض کرنے والوں کی خوب خبر لی ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں: وقول الشافعی نفسه حجة ، لأنه عربي اللسان فصيح اللهجة ، وقد اعترض عليه بعض المتحذلقين، فخطأه و قد عجل ولم يتثبت فيماقال، ولا يجوز للحضري أن يعجل الى انكار ما لا يعرفه من لغات العرب (تهذیب اللغۃ ۳/ ۱۹۵)

یعنی امام شافعی کی بات خود حجت ہے، اس لیے کہ ان کی زبان خالص عربی اور وہ فصیح تر ہیں، بعض شیخی بازوں اور علم وفضل کے دعویداروں نے ان پر اعتراض کر کے ان کی غلطی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس نے جلدی کی اور تحقیق سے کام نہیں لیا، شہر میں رہنے والوں کے لیے جائز نہیں (۲) کہ عربوں کی جن زبانوں کو وہ نہیں جانتا اس کے انکار میں جلد بازی سے کام لے۔

امام شافعی لڑکی کی صفت کے طور پر بالغ کہتے تھے، بالغہ نہیں کہتے تھے، امام شافعی کا فقرہ حجت میں نقل کر کے کہتے ہیں: و الشافعی فصيح ، حجة في اللغة ، پھر اس کی تائید میں کہتے ہیں: وقد سمعت غير واحد من فصحاء الأعراب يقول جارية بالغ ، و هو كقولهم مرأة عاشق و لحية ناصل (۳).

انھوں نے امام شافعی کے غریب الفاظ کی شرح میں ایک پوری کتاب لکھی ہے،

---

(۱) بیہقی کی کتاب کا نام ردالانتقاد علی الفاظ الشافعی ہے، بیہقی ہی نے مذکورہ تینوں کتابوں کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے ردالانتقاد علی الفاظ الشافعی، ص: ۶۵، ص: ۸۲، ص: ۱۰۹)

(۲) اس لیے کہ اصل زبان دیہات کی ہوتی تھی جو خالص عربی ماحول اور شہر کے ماحول سے دور ہو اس لیے عرب اس کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

(۳) تہذیب اللغۃ ۸/ ۱۴۰

جس کا نام ”الزاهر في غريب الفاظ الشافعي“ ہے اس کے مقدمے میں انھوں نے امام شافعی کے علمی کمال، ان کی نظر کی وسعت، ان کے الفاظ کی قوت اور ان کی زبان کی فصاحت کو جو سراہا ہے، اس کو ہم آگے بیان کریں گے۔ .... یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں امام شافعی کے مشکل الفاظ کی تشریح کے ساتھ ان کی لغت کی صحت میں ماہرین لغت کی تائید نقل کرتے ہوئے معترضین کی تردید کی ہے۔

ابن فارس کا پرزور دفاع

اسی طرح ایک اور مشہور امام لغت ابن فارس (ابوالحسین احمد بن فارس القزوینی الرازی المتوفی ۳۹۵ھ) نے امام شافعی پر تنقید کرنے والوں کو غلط اور امام شافعی کی زبان کو درست قرار دیا ہے (۱)۔

اور اس سے بڑھ کر انھوں نے ”تحفة الفقهاء“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں ان کے الفاظ کی شرح کی ہے، اور لغت میں ان کے مقام کو واضح کیا ہے، اگر دوسروں نے ان سے اختلاف کیا ہے تو امام شافعی کی تائید میں دلائل دیے ہیں (۲)۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: والشافعي من اللغة بالمكان الذى كان به (۳) یعنی لغت میں امام شافعی کو جو مقام ہے ان کا مخصوص حصہ ہے، ایک جگہ پورے جوش کے ساتھ لکھتے ہیں: ليس في علم اللسان بدون واحد مما يذكر (٤) یعنی امام شافعی زبان کے علم میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

زمخشری کا دفاع

علامہ زمخشری (ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ) ادب ولغت

---

(۱) دیکھیے الصاحبی، ص: ۵۰

(۲) مثلاً دیکھیے ص: ۱۰۱، ص: ۱۳۲، ص: ۱۸۵، ص: ۱۸۸-۱۹۲

(۳) تحفۃ الفقہاء، ص: ۱۸۹

(۴) تحفۃ الفقہاء، ص: ۱۶۳

میں جن کا مقام کسی سے مخفی نہیں، وہ سورۂ نساء کی آیت " ذلك ادنی أن لاتعولوا" کے تحت تعولوا کے معنی میں امام شافعی کا قول نقل کر کے کہتے ہیں: امام شافعی جیسے آدمی جو کبار علمائے دین اور ائمہ شرع متین میں سے ہیں اور سرتاج مجتہدین ہیں، ان کی بات اس کی مستحق ہے کہ اس کو صحت پر محمول کیا جائے، اور یہ گمان نہ یا جائے کہ انھوں نے لفظ میں تحریف کی ہے۔ ہم نے " شافي العي من كلام الشافعي" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں اس بات کے بھرپور دلائل موجود ہیں کہ عربی زبان میں ان کا پایہ کتنا بلند اور ان کی نظر کس قدر وسیع تھی، زبان کے ایسے ماہر آدمی سے ایسے لفظ کا مطلب مخفی نہیں رہ سکتا (۱)۔

لغت میں امام شافعی کا مقام ۔ سابقہ تفصیل کا خلاصہ

امام شافعی کی زبان، ان کے تنقید کردہ الفاظ اور اس سلسلے میں ائمہ لغت کے فیصلوں کا جائزہ لینے کے بعد جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے، وہ یہ ہے۔

۱۔ امام شافعی کی بات لغت میں حجت ہے، اس کو اختیار کیا جائے گا۔

۲۔ اگر اہل لغت کا امام شافعی کی رائے سے اختلاف ہو جائے تو امام شافعی کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا۔

۳۔ امام شافعی کے جتنے الفاظ پر اعتراض کیا گیا ہے، وہ سب عربی میں ثابت ہیں، اور ان کے شواہد و نظائر موجود ہیں، اور ائمہ لغت کی تائید ان کو حاصل ہے۔

۴۔ امام شافعی الفاظ کی حقیقتوں سے پورے واقف تھے، ان کو فصیح اور عامی، مستعمل و متروک پر پورا عبور تھا اور مختلف قبائل کی زبان پر بھی ان کی پوری نظر تھی (۲)۔

اس پوری تفصیل سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ امام شافعی لغت کے معاملے میں آخری درجے کی امامت پر فائز تھے۔

---

(۱) تفسیر الکشاف ۱/ ۴۵۸-۴۵۹

(۲) دیکھیے ردالانتقاد علی الفاظ الشافعی، ص: ۲۴، امام شافعی کی لغت کے سلسلے میں متعدد باتوں کا جائزہ لے کر محقق کتاب بدرالزماں محمد شفیع نیپالی نے یہ نتائج اخذ کیے ہیں۔

اگر کوئی امام شافعی کے بیان کردہ تمام الفاظ جمع کر کے ائمہ لغت کی تصریحات کی روشنی میں بھرپور ان کا جائزہ لے تو ایک تحقیقی مقالہ اس پر لکھ سکتا ہے!

نحو میں مہارت

امام شافعی ایسے خالص عربی ماحول کے پروردہ تھے کہ ان کو نحو کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، تاہم نوعمری میں زبان وادب کے ساتھ نحو کی تعلیم حاصل کرنے کا اجمالی ذکر ملتا ہے(۱)۔

لیکن ان کو نحو پر اتنا عبور تھا کہ کبھی ان کی زبان سے غلطی کا امکان نہیں ہوتا تھا، سیرت کے مشہور مصنف ابن ھشام (جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے) کا شمار نحو کے ماہرین میں ہوتا تھا، بلکہ وہ ابن ھشام نحوی ہی سے مشہور تھے، وہ شہادت دیتے ہیں کہ: طالت مجالستنا مع محمد بن ادریس الشافعی، فما سمعت منه لحنةً قط ولا كلمة غيرها احسن منها(۲) یعنی شافعی کے ساتھ ہماری طویل طویل مجلسیں ہوتیں، مگر میں نے کبھی ان کی زبان سے غلط لفظ نہیں سنا، نہ کوئی ایسا لفظ سنا کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا لفظ ہو سکتا ہو۔

امام شافعی کے شاگردوں میں زعفرانی کو زبان کے معاملے میں خاص امتیاز حاصل تھا، وہ فرماتے ہیں: ما رأيت الشافعي لحن قط (۳) یعنی میں نے امام شافعی کو کبھی زبان میں غلطی کرتے نہیں دیکھا۔

زبان کے معاملے میں امام شافعی کی حساسیت

نہ صرف یہ کہ وہ غلطی نہیں کرتے تھے بلکہ زبان کی صحت کے تعلق سے ایسی حساسیت تھی کہ کوئی دوسرا غلطی کرتا تو بھی ان کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتا تھا، ایک شخص نے آپ کے سامنے عبارت غلط پڑھ دی تو آپ نے کہا: ارے تم نے تو میری

---

(۱) مثلاً دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۹۷

(۲) الکامل لابن عدی ۱/۱۱۴، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۳، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۷۲

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۶۵

طبیعت خراب کردی (۱)۔

امام نحو مازنی کی شہادت

نحو کے امام ابو عثمان المازنی (بکر بن محمد المتوفی ۲۴۷ھ) جنھیں امام العربیة کہا جاتا تھا، اور جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ سیبویہ کے بعد نحو کا ایسا عالم پیدا نہیں ہوا، وہ فرماتے ہیں: الشافعي عندنا حجة في النحو (۲) یعنی شافعی ہمارے نزدیک نحو میں حجت ہیں، چناں چہ نحو کے مسائل میں حجت کے طور پر ان کا حوالہ دیا گیا ہے، ہم یہاں اس کی صرف تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

امام شافعی کے استعمال کو ماہرین نحو کا حجت کے طور پر پیش کرنا

حرف جر "باء" کبھی تبعیض کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے "من" اس کے لیے استعمال ہوتا ہے، اصمعی وغیرہ بعض نحویوں نے اس کو بیان کیا ہے، انھی میں امام شافعی بھی ہیں، فیومی لکھتے ہیں: و ذهب الى مجئ الباء بمعنى التبعيض، الشافعي و هو من ائمة اللسان (۳).

"لیس" جو حرف ناقصہ میں سے ہے، مگر بعض کے نزدیک "لا" عاطفہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، سیوطی نے همع الهوامع میں اس کے جواز کو بتاتے ہوئے امام شافعی کا ایک فقرہ حجت کے طور پر پیش کیا ہے، اور پھر کہا ہے: وقول الشافعي حجة في اللغة (٤).

"أن" کا استعمال ربط کے لیے عام ہے جیسے کہتے ہیں، يريد أن يفعل، مگر اہل حجاز بغیر أن کے بھی استعمال کر لیتے ہیں، جیسے يريد أن يفعل کے بجائے يريد يفعل،

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/۳۷۴، أضرستني کا لفظ ہے أضرسه أي أقلقه كما في القاموس و اللسان.

(۲) مناقب الشافعي للبیہقی ۲/۴۴

(۳) المصباح المنیر، مادۃ بعض، ص: ۳۸

(۴) همع الهوامع بحث لیس ۲/۱۸۶

ابن الاثیر اس کے جواز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وما اکثر ما رأیتھا واردۃ فی کلام الشافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ (۱)۔

ابن قاضی شہبہ نے طبقات النحاۃ واللغویین میں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے۔

امام شافعی کا ادب اور ان کی فصاحت و بلاغت

کوئی ضروری نہیں کہ لغت کا حافظ، ادیبِ کامل بھی ہو، لغت، ادب کی بنیاد ہے اور لغوی کمال عموماً ادبی مہارت کا باعث ہوتا ہے۔ امام شافعی کو لغت میں امامت کے ساتھ ادب میں بھی امامت کا درجہ حاصل تھا، لوگ ان کی فصاحت پر سر دھنتے تھے اور صرف ان کی زبان سننے کے لیے ان کی مجلسوں میں آتے تھے۔

امام شافعی کی زبان کی مقناطسیت

زعفرانی کا بیان ہے کہ عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے کچھ حضرات ہم لوگوں کے ساتھ امام شافعی کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اور ایک گوشے میں بیٹھ جاتے تھے، میں نے ان کے ایک ذمہ دار سے پوچھا آپ لوگ علمی مشغلہ تو نہیں رکھتے پھر کیوں ہمارے ساتھ یہاں حاضری دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا ہم تو شافعی کی زبان سننے آتے ہیں (۲)۔

امام شافعی کی فصاحت بیانی اور شیریں کلامی کو اصمعی کا خراجِ عقیدت

زبان وادب کے بڑے بڑے ماہرین نے امام شافعی کی فصاحت بیانی اور شیریں کلامی کی زبردست داد دی ہے، اصمعی جیسے زبان وادب کے امام کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

رأیت رجلاً فقیھاً عالماً حسن المعرفۃ، بین البیان، عذب اللسان یحتج و یعرب، لا یصح الا لصدر سریر او ذروۃ منبر (۳) (میں نے شافعی کو فقیہ و عالم پایا، نہایت اچھی

---

(۱) النھایۃ ۲/۲۶۱

(۲) معجم الادباء ۱۷/۲۹۹

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/۳۳۷

معلومات رکھتے ہیں، جن کا کلام نہایت واضح اور جن کی زبان نہایت شیریں ہے دلائل پیش کرتے ہیں (یعنی جو بات کرتے ہیں اس کی حجت رکھتے ہیں، بظاہر اپنی بات کی حجت میں شعرائے عرب کا کلام پیش کرتے ہیں) اور نہایت فصاحت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، اس قابل ہیں ہر مجلس کے صدر نشین بنیں یا منبر کی بلندیوں سے خطاب کریں)

امام شافعی کی فصاحت کے سلسلے میں دیگر معاصرین کے تاثرات

مصعب زبیری فرماتے ہیں، میں نے فصاحت میں ان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا (۱)۔

یونس بن عبدالاعلی جو امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ کے شیخ ہیں اور بڑے محدثین اور بڑے ذہین اور معزز لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، فرماتے ہیں: امام شافعی کلام کیا کرتے جادو کردیتے، جب ہم آپ کی مجلس میں بیٹھتے تو سوچنے لگتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!! (۲)

نیز فرماتے ہیں: کانت الفاظ الشافعی کأنھا سکر (۳) (امام شافعی کے الفاظ کیا ہوتے شکر پارے ہوتے)

زعفرانی جو خود زبان میں کمال رکھتے تھے، وہ فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے عرض کیا ہمارے لیے تھوڑا اپنے نیچے اتر کر بات کریں، آپ اہل عراق سے مخاطب ہیں (۴)۔

مزید فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بڑا کوئی عالم دیکھا، نہ ان سے بڑھ کر کوئی فصیح، وہ سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ فصیح تھے، ہر طرح کے شعر ان کے سامنے پڑھے جاتے، تو وہ اس کو جان لیتے تھے، وہ تو بس سمندر تھے (۵)۔

ہارون بن سعد الایلی جو ایک ثقہ محدث اور بڑے فاضل ہیں اور امام مسلم، ابوداو،

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۶

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/۳۷۲

(۳) الکامل لابن عدی ۱/۱۱۵، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۰

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۳

(۵) ایضاً ۲/۴۹ والانتقاء، ص: ۱۴۸

نسائی اور ابن ماجہ کے شیوخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: میں نے تو امام شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، آپ ہمارے یہاں مصر تشریف لائے تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ قبیلہ قریش کے ایک صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں، جب ہم آپ سے ملاقات کے لیے گئے تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے اتنی اچھی نماز کسی کی نہیں دیکھی نہ ایسا حسین چہرہ کسی کا دیکھا، نماز کے بعد جب گفتگو شروع کی تو کیا کہنے! آپ سے اچھی گفتگو کسی کی نہیں سنی، بس ہم آپ کے گرویدہ ہو گئے (۱)۔

احمد بن أبی سُریج جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: ما رأیت احداً أفوہ و لا أنطق من الشافعي (۲) یعنی میں نے امام شافعی سے بڑھ کر بلیغ اور بولنے پر قادر کسی کو نہیں دیکھا۔

امام احمد فرماتے ہیں: کان الشافعي من أفصح الناس (۳) یعنی امام شافعی فصیح ترین لوگوں میں سے تھے۔

نیز فرماتے ہیں: ما رأیت أفصح منه و لا أفهم للعلوم منه (٤) میں نے امام شافعی سے بڑھ کر نہ کوئی فصیح دیکھا اور نہ مختلف علوم کی ایسی سمجھ رکھنے والا کہیں نظر آیا۔

امام شافعی کی زبان کی مٹھاس اور آواز کی نغمگی

امام شافعی کے نواسے، ابن بنت عفر المکی سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک جنازہ تھا، قریش کے مشائخ اس میں شریک تھے، ہم جنازے کے ساتھ جا رہے تھے، امام شافعی درمیان میں تھے اور گفتگو کر رہے تھے اتنی عمدہ رس گھولتی زبان بول رہے تھے اور ایسی اچھی گفتگو کر رہے تھے کہ کوئی بولنے والا کیا، کوئی گانا بھی میں نے اس سے اچھا نہیں سنا، یہاں تک کہ میں تمنا کر رہا کہ اللہ یہ راستہ طویل کر دے تا کہ وہ بولتے رہیں اور ہم محظوظ

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۴۰، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۶۴

(۲) آداب الشافعی لابن أبی حاتم، ص: ۱۰۲

(۳) آداب الشافعی لابن أبی حاتم، ص: ۱۰۲، وتاریخ دمشق ۵۱/۳۵۰

(۴) توالی التاسیس، ص: ۸٦

ہوتے رہیں (۱)۔

ان کی آواز کی نغمگی کا ذکر ان کے ایک شاگرد احمد بن صالح (جو حدیث کے بڑے مشہور عالم اور بخاری اور ابو داود کے شیوخ میں سے ہیں) نے بھی کیا ہے، فرماتے ہیں: وہ جب بولتے تو ایسا لگتا کوئی سارنگی بجا رہا ہو، ان کے الفاظ کی نغمگی کانوں میں رس گھول دیتی تھی (۲)۔

امام شافعی کی گفتگو و تقریر ان کی تحریر سے زیادہ فصیح تھی۔ کوئی بھی شخص جب کتاب لکھتا ہے تو سوچ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی غلط یا نامناسب لفظ نہ آئے، مگر عام بول چال میں اس کی پابندی بڑی مشکل ہوتی ہے، مگر امام شافعی کا معاملہ بالکل الگ تھا، خالص عربی زبان پر ان کو اس طرح قدرت تھی کہ بولنے میں بھی کبھی کوئی گھٹیا یا نامناسب یا غیر فصیح لفظ زبان پر آتا ہی نہیں تھا، لکھنے میں انھیں سوچنا پڑتا تھا کہ کہیں یہ الفاظ بھاری نہ ہو جائیں اور یہ تعبیر سمجھ سے باہر نہ ہو۔

چناں چہ ان کے ایک عظیم شاگرد ابو الولید بن ابی الجارود فرماتے ہیں: ما رأيت أحداً الا و كتبه اكبر من مشاهدته الا الشافعي فان لسانه أكبر من كتبه (۳)۔

یعنی میں نے جسے بھی دیکھا اس کی کتابیں اس کے مشاہدے سے بھاری ہیں، یعنی جس سے بھی ملا اور اس کی گفتگو سنی، اس سے وہ تأثر پیدا نہیں ہوتا جو اس کی کتابوں سے ہوتا ہے یعنی کتابوں کی زبان گفتگو کی زبان سے اچھی ہوتی ہے، مگر امام شافعی کا معاملہ الگ تھا، ان کی زبان ان کی کتابوں سے بھاری تھی، یعنی ان کی کتابوں میں جو فصاحت ہے ان کی گفتگو میں اس زیادہ فصاحت تھی اور لطف تھا۔

اسی طرح ایک دوسرے مشہور ترین شاگرد اور ان کی کتابوں کے راوی ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں: لو رأيتموه لقلتم ان هذه ليست كتبه، كان واللّٰه لسانه

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۵۰

(۲) الکامل لابن عدی ۱/ ۱۱۶

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۹، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۷۱، نیز تاریخ بغداد ۲/ ۶۸، وہاں ''اکبر'' کے بجائے ''اکثر'' ہے۔

اکبر من کتبه (تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۷۱، وتوالی التاسیس، ص: ۹۵)

یعنی اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں، خدا کی قسم ان کی زبان ان کی کتابوں سے بڑھ کر تھی۔

نیز فرماتے ہیں: اگر تم امام شافعی کو دیکھتے اور ان کی زبان کی فصاحت اور ان کے کلام کی بلاغت دیکھتے تو حیرت میں پڑ جاتے، وہ جس زبان میں بول چال اور مباحثہ کے دوران میں ہم لوگوں سے گفتگو کرتے تھے، اگر اسی عربیت سے بھرپور زبان میں وہ کتابیں تصنیف کرتے تو فصیح اور نیے نیے الفاظ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہو جاتا، تاہم تصنیف وتالیف میں وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ بات عام لوگوں کے سامنے واضح کر کے بیان کریں، اس لیے وہ زبان ان کی کتابوں میں نہ آسکی جو ان کی بول چال کی زبان تھی (۱)۔

ان کی تحریر کی فصاحت پر ائمہ ادب کی شہادتیں

مگر ان کی کتابوں میں جو زبان آئی ہے، وہ بھی فصاحت کی چوٹی پر ہے، بڑے بڑے فصحاء اور ائمہ ادب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

امام حدیث وادب بوشنجی کی شہادت اور سب سے بڑھ کر خراج عقیدت

ابو عبداللہ البوشنجی (وفات: ۲۹۰ھ) جو حدیث میں امامت کے ساتھ اپنے زمانے کے فصیح ترین لوگوں میں تھے (۲) فرماتے ہیں: تصفحنا اخبار الناس فلم نجد

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۱۵۱، نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۹

(۲) مزی نے ان کو الفقیه الادیب شیخ أهل الحدیث فی عصره لکھا ہے، اور بعض لوگوں نے ان کو من أفصح الناس کہا ہے، اور ذھبی نے الامام العلامة الحافظ ذو الفنون شیخ الاسلام کے القاب سے ان کا ذکر شروع کیا ہے، یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے اور نہایت معزز علماء میں تھے، ابن خزیمہ جیسے بڑے بڑے علمائے عصر ان کی جوتی سیدھی کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، اور ان سے مصافحے کو باعث برکت گردانتے تھے، حدیث میں امامت کے ساتھ ادب میں بھی ان کا بڑا مقام تھا، امام بخاری نے صحیح میں ان سے روایت کی ہے، اسی سال ان کی پیدائش ہوئی جس سال امام شافعی کا انتقال ہوا، یعنی ۲۰۴ھ میں، ان کا پورا نام محمد بن ابراہیم بن سعید العبدی ہے، دیکھیے تہذیب الکمال ۲۴/ ۳۰۸-۳۱۴ و سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۵۸۱-۵۸۹

بعد الصدر الأول من هذه الأمة أوضح شأناً ولا أبين بياناً، ولا أفصح لساناً من الشافعي مع قرابته من رسول الله ﷺ (۱).

امام ادب جاحظ کا اعتراف حقیقت

(ہم نے ورق دانی کر کے لوگوں کے حالات دیکھے تو ہم نے اس امت میں صدر اوّل کے بعد امام شافعی سے اونچے مقام والا، اور نہ ان سے بڑھ کر فصیح و بلیغ کسی کو دیکھا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جو خاندانی قرابت تھی وہ مستزاد)

اپنے زمانے کے سب سے بڑے ادیب جاحظ (ابو عثمان عمرو بن بحر البصری وفات: ۲۵۰ھ یا ۲۵۵ھ) نے جو بات کہی ہے وہ امام شافعی کی فصاحت اور ادبی کمال کی ایک بہت بڑی شہادت ہے، کہتا ہے:

نظرت في كتب هولاء النبغة الذين نبغوا، فلم أرأ احسن تاليفاً من المطلبي، كأن فاه نظم درا الى در(۲) (میں نے ان باکمال لوگوں کی کتابیں دیکھیں، مگر مجھے امام شافعی سے بہتر لکھنے کا سلیقہ کہیں نظر نہیں آیا، گویا ان کا منہ موتی پر موتی پروتا ہے)۔

امام شافعی کی فصاحت و عظمت علمی کے بارے میں ازہری کی شہادت

لغت کے مشہور امام ابو منصور ازہری (جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے) فرماتے ہیں: فقہائے اسلام نے خواہ عراق سے تعلق رکھتے ہوں یا حجاز سے، اسی طرح دوسرے ائمۂ دین نے جو کتابیں لکھیں، میں نے ان پر نظر ڈالی اور ان سے اپنی حد تک فائدہ اٹھایا پھر فرماتے ہیں مگر: ألفيت أبا عبد الله محمد بن ادريس الشافعي انار الله برهانه و لقّاه رضوانه، أثقبهم بصيرة، و أبرعهم بياناً، و أغزرهم علماً، و أفصحهم لساناً، و أجزلهم ألفاظاً و أوسعهم خاطراً (میں نے امام شافعی کو سب سے زیادہ علم والا اور

---

(۱) توالی التاسیس، ص: ۱۰۱۔ امام شافعی فصاحت کی چند مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو التنکیل ۱/ ۴۱۶ - ۴۲۵

(۲) الکامل لابن عدی ۱/ ۱۱۵، ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۶۱ و ۲/ ۵۱

سب سے دوررس نگاہ رکھنے والا پایا، جن کے الفاظ سب سے طاقت ور، جو فصاحت میں سب سے آگے اور بلاغت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، اور سب سے زیادہ وسیع القلب تھے) پھر کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کی بنیادی اور مفصل کتابیں اپنے مشائخ سے سنیں اور ایک زمانے تک ان کے مطالعے میں لگا رہا اور لغت سے مجھے جو زیادہ واقفیت ہے اس کے سہارے میں نے ان کو سمجھنے کی کوشش کی، اذ كانت ألفاظه عربية محضة و من عجمة المولدين مصونة (۱) (تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے الفاظ خالص عربی ہیں، اور بعد کے لوگوں کی پیچیدگی اور گنجلک سے پوری طرح محفوظ ہیں)

امام شافعی کی فصاحت ضرب المثل تھی

امام ذھبی فرماتے ہیں: و كان قد أُوتي عذوبة منطق، وحسن بلاغة، و فرط ذكاء، و سيلان ذهن، و كمال فصاحة، و حضور حجة یعنی امام شافعی کو زبان کی مٹھاس، بلاغت کا حسن، بے انتہا ذہن کی تیزی، فصاحت کا کمال اور دلائل کا استحضار عطا ہوا تھا) آگے لکھتے ہیں: و بمثله في الفصاحة يضرب المثل، كان أفصح قريش في زمانه، و كان ممن يوخذ عنه اللغة(۲) وہ فصاحت میں ضرب المثل تھے، اپنے زمانے میں قریش کے سب سے فصیح تر شخص تھے، اور ان لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا جن کی زبان بطور سند لی جائے۔

امام شافعی کی تحریر، قرآن وحدیث کے بعد سب سے فصیح نثر کا نمونہ

شیخ احمد شاکر امام شافعی کی زبان وادب کے سلسلے میں بعض ائمۂ لغت وادب کے اعترافات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ....فكتبه كلها مثل رائعة من الأدب العربي النقي، في الذروة العليا من البلاغة، يكتب على سجيته، ويملى بفطرته،

---

(۱) الزاهر في غريب الفاظ الشافعي، مقدمہ ص: ۲۷

(۲) سير أعلام النبلاء ۱۰/ ۴۹

لایتکلف ولایتصنّع، أفصح نثر نقرؤه بعدالقرآن والحدیث، لایسامیه قائل، ولایدانیه کاتب(۱).

یعنی ان کی ساری کتابیں خالص ادب عربی کا شاندار نمونہ ہیں، بلاغت کی بلندترین چوٹی پر، وہ بالکل فطری اسلوب میں لکھتے ہیں جہاں آمد ہی آمد ہے، کوئی تکلف، بناوٹ یا آورد نہیں ہے، یہ سب سے فصیح تر نثر ہے جو قرآن وحدیث کے بعد کہیں پڑھنے کو ملے گی، کوئی بولنے والا نہ ان کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی لکھنے والا ان کے ٹکر میں آسکتا ہے۔

ادب آموزی کے لیے شافعی کی تحریر حریری جیسے ادیبوں کی تحریر سے مفید-علی طنطاوی کا بیان

اب اخیر میں ہمارے زمانے کے شیخ الادب شیخ علی طنطاوی (وفات: ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) نے جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: امام شافعی کی کتاب الام طالب علم کو ادب سیکھنے کے لیے صاحب بن عباد کی حماقتوں اور حریری اور ابن الاثیر کی افسانہ طرازیوں سے کہیں بہتر ہے(۲)۔

---

(۱) الرسالۃ، مقدمہ، ص: ۱۴

(۲) دیکھیے حضرت مولانا علی میاں کی کتاب المسلمون فی الھند کا مقدمہ، اس کو مختارات کی تمھید کے طور پر بھی شامل کیا گیا ہے، قابل ذکر ہے کہ علی طنطاوی نے یہاں امام شافعی کی کتاب الام کے ساتھ، ابن ھشام کی سیرت، غزالی کی احیاء العلوم، ابن الجوزی کی صید الخاطر، سرخسی کی مبسوط اور مقدمہ ابن خلدون کا بھی نام لیا ہے۔

آٹھویں فصل

امام شافعی کا شعر و سخن

شعر جس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہو، اور جس کو ہزاروں اشعار زبان زد ہوں، یہاں تک کہ جو بھی شعر اس کے سامنے پڑھا جائے وہ اس کو پہچان سکتا ہو، وہ کیوں کر شعر نہ کہے گا، بلکہ ایسے شخص کو شعر کہنے کے لیے محنت کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ یوں ہی شعر اس سے ڈھلنے لگتے ہیں۔

شاعری کی باریکیوں سے امام شافعی کی واقفیت

امام شافعی کا بھی یہی حال تھا، وہ فطری شاعر تھے، شعر کی نزاکتوں اور اس فن کی باریکیوں سے نہ صرف یہ کہ پورے واقف بلکہ اس میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔

شعر و سخن کی تعلیم کا اہتمام اور اصلاح لینے کے لیے شعراء کی آپ کی خدمت میں حاضری

شعراء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اصلاح لیتے اور شعر کی باریکیاں سیکھتے، زبان و ادب اور شعر و سخن کی تعلیم کے لیے روزانہ حلقہ لگتا تھا، اور طویل وقت تک یہ مشغلہ جاری رہتا، اس فن کی باریکیوں پر نظر رکھنے والے بڑے بڑے ماہرین بھی اپنے کو ان کے سامنے بونا سمجھتے تھے، امام شافعی کے شاگرد ربیع مرادی کا بیان ہے کہ مصر میں ایک آدمی تھا، سرح الغول اس کا نام تھا، جب بھی کوئی شخص کوئی قصیدہ کہتا تو اصلاح کے لیے اس کے پاس لے جاتا، امام شافعی کہتے تھے کہ سرح کو میرے پاس بلاؤ، امام شافعی نے اس سے اس

موضوع پر بحث کی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ امام شافعی کے مقابلے میں کچھ نہیں جانتا، چناں چہ اس نے برملا کہا: واللہ ہم تو ضرورت محسوس کر رہے ہیں کہ آج سے علم سیکھنا شروع کر دیں (۱)۔

امام شافعی کے شعری کمال کا مبرد کی زبانی اعتراف

نحو و ادب کے مشہور امام مبرد (ابو العباس محمد بن یزید الازدی البصری المتوفی ۲۸۵ھ) فرماتے ہیں: کان الشافعی من أشعر الناس و آدب الناس و أعرفهم بالقراء ات (۲).

امام شافعی کی شعری مہارت پر ابن رشیق کی شہادت

شعر و نقد کے مشہور عالم ابن رشیق (ابو علی الحسن بن رشیق القیروانی المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: و اما محمد بن ادریس الشافعی فکان من أحسن الناس افتنانا فی الشعر (۳) یعنی امام شافعی کو مختلف طرح کے شعر کہنے میں بڑا کمال حاصل تھا۔

اس فن سے واقفیت کے سلسلے میں امام شافعی کی خود اعتمادی

امام شافعی کو اس سلسلے میں بڑی خود اعتمادی حاصل تھی، وہ کہتے تھے کہ شعر و سخن اور زبان و ادب کا مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا، خلیل شاید زیادہ علم رکھتے تھے، ان سے ملاقات ہوتی تو پتا چلتا، فرماتے تھے: ما رأیت أحداً أعلم بهذا الشان منی وقد کنت أحب أن أری الخلیل بن احمد (٤).

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۴

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۷۹، اس کے مزید حوالے نحو اور قرأت کے عنوان کے تحت پیچھے گزر چکے ہیں، زرکلی نے یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے: کان الشافعی اشعر الناس و أدبهم و اعرفهم بالفقه و القراء ات (الأعلام ۶/۲۶) یعنی امام شافعی سب سے بڑے شاعر سب سے بڑے ادیب اور فقہ و قراءات کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (۳) کتاب العمدۃ فی نقد الشعر و تمحیصہ ص:۲۹

(۴) معجم الادباء ۱۷/۳۰۰، پیچھے ذرا مختلف الفاظ میں دوسرے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے۔

یعنی اس میدان میں مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، میں چاہتا تھا کہ خلیل بن احمد کو دیکھوں۔

امام شافعی کا مہارت فن کے باوجود شاعری کے مشغلے کو اختیار نہ کرنا اور اس کو علماء کے وقار کے خلاف قرار دینا

اس علم و مہارت کے باوجود شعر گوئی کو کبھی مشغلہ نہیں بنایا، ان کے سامنے زندگی کے جو عظیم مقاصد تھے، اس میں وہ شاعری کو پوری توجہ دے بھی نہیں سکتے تھے، بلکہ یہ مشغلہ وہ علماء کے لیے بالکل مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ ان کے وقار کے خلاف اور ان کی کسر شان کے مرادف سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید(۱).

(یعنی اگر شاعری (شعر گوئی کا پیشہ) علماء کی حیثیت کو کم کرنے والی چیز نہ ہوتی تو میں آج لبید سے بھی بڑا شاعر ہوتا)(۲) کوئی شک نہیں کہ امام شافعی میں شعری کمال انتہائی درجے کا تھا، مگر علماء کے مقام سے فروتر سمجھ کر کبھی باقاعدہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، ورنہ ان کو جو زبان پر قدرت تھی اس کی وجہ سے ان کے اشعار میں جاہلی شعراء کی طرح مشکل الفاظ کثرت سے ہوتے، بلکہ اکثر اشعار جو ان کے دیوان میں موجود ہیں، انھوں نے بغیر کسی خاص اہتمام کے دوران گفتگو اور مجلسوں میں کہے جو اخلاقی تعلیمات کا خزانہ اور علم و حکمت کا گنجینہ ہیں، اور ارشاد نبوی: ان من الشعر حکمة (۳) کا حقیقی مصداق۔

دیوان الامام الشافعی کے اردو ترجمہ و تشریح والے نسخے کے مقدمے میں مفتی احمد

---

(۱) دیوان الامام الشافعی، ص: ۱۹۷

(۲) لبید بن ربیعہ العامری جاہلی شعراء میں بہت ممتاز اور نمایاں ان سات شعراء میں سے ہے جن کو اصحاب المعلقات کہا جاتا ہے، اور اصحاب معلقات میں وہ تنہا ہیں جنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

(۳) بخاری رقم ۶۱۴۵، ابوداود رقم ۵۰۱۰، ترمذی رقم ۲۸۴۴

دیولوی نے بجا لکھا ہے کہ ”امام اگر باقاعدہ شعر شاعری کی جانب متوجہ ہوئے ہوتے تو یقیناً ”أشعر من لبید“ ہی نہیں ”أشعر العرب“ کہے جاتے، اس لیے کہ فصاحت، بلاغت، ادب، لغت اور عروض وقوافی کے قوانین کی رعایت کے ساتھ، مدح، ذم، مراثی، عشق، فخر، حماسة، مقابلہ اور اغراض فاسدہ ومقاصد غیر مرضیہ پر کلام کرنے والے شعراء تو تاریخ عرب میں ان گنت مل جائیں گے، مگر! معانی، حکمت، وعظ، عبرت، مکارم، اصلاح، اعتدال، اور بلند اخلاق اور بلند کردار کے مضامین پر مشتمل اشعار کہنے والے امام شافعی کی طرح خال خال ہی نظر آئیں گے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا کلام قرآن وسنت کا ترجمان اور ایک امام فقہ کو زیب دینے والا عالی کلام ہے، اور امام علیہ الرحمۃ نے ایسے کلام کے ذریعے بھی گویا امت کی، بالخصوص طالبان علوم نبوت کی بہترین خدمت فرمائی ہے۔ ”جزاهم الله تعالى عنّا وعن جميع المسلمين أحسن الجزاء“ (۱).

امام شافعی کی شاعری پر ہوئے کام پر ایک نظر

متعدد حضرات نے امام شافعی کا دیوان مرتب کر کے شائع کیا ہے غالباً امام شافعی کے اشعار سب سے پہلے شیخ محمد بن محمد الاصبهانی المعروف بابن المقری (متوفی بعد ۶۰۰ ھ) نے ایک دیوان کی صورت میں جمع کیے۔

پھر احمد بن احمد بن عبدالرحمٰن العجمی (وفات: ۱۰۲۹ھ) نے ”نتيجة الافكار فيما يعزى الى الامام الشافعي من الاشعار“ کے نام سے جمع کیے۔

عصر حاضر میں متعدد اہل علم نے امام شافعی کا دیوان مرتب کر کے شائع کیا ہے، اس کی ایک نا تمام فہرست آگے آرہی ہے۔ (دیکھیے: ــــــ)

حکمت صالح نے امام شافعی کے اشعار کا فنی جائزہ لیا ہے ان کی کتاب ”دراسة فنية في شعر الشافعي“ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

---

(۱) دیوان الامام الشافعی مع ترجمہ وتشریح از مولانا عبداللہ کاپودری، ص: ۱۶

اسی طرح محمد بن ابراہیم بن نصر نے ”الشافعی شعرہ و ادبہ“ کے نام سے کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

امام شافعی کے اشعار کا انتخاب

اب ہم نمونے کے طور پر چند اشعار پیش کرتے ہیں، بغیر کسی نقد و تبصرہ اور بغیر کسی ترجمہ و تشریح کے۔ اہل ذوق خود ہی فیصلہ کر لیں گے:

مصائب دہر کا مقابلہ کس طرح کیا جائے

مصائب دہر کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

دع الأيام تفعل ماتشاء　　وطب نفساً إذا حكم القضاء
ولا تجزع لحادثة الليالي　　فما لحوادث الدنيا بقاء
و كن رجلا على الأهوال جلدا　　وشيمتك السماحة و الوفاء
و إن كثرت عيوبك فى البرايا　　وسَرَّك أن يكون لها غطاء
يغطى بالسماحة كلُ عيب　　وكم عيبٍ يغطيه السخاء
ولا حزن يدوم ولا سرور　　ولا بؤس عليك ولا رخاء
ولا تُرِ للأعادى قط ذلّاً　　فإن شماتة الاعدا بلاء
ولا ترجُ السماحةَ من بخيل　　فما فى النار للظمآن ماء
و رزقك ليس ينقصه التأنّى　　و ليس يزيد فى الرزق العناء
إذا ما كنت ذا قلب قنوع　　فأنت و مالِك الدنيا سواء
و من نزلت بساحته المنايا　　فلا أرض تقيه ولا سماء
وأرض الله واسعة ولكن　　إذا نزل القضا ضاق الفضاء
دع الأيام تغدر كل حين　　ولا يغنى عن الموت الدواء(١)

---

(١) دیوان الامام، ص: ١١٣

سفر کے فوائد-حرکت میں برکت

سفر کے فوائد کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

ما فی المقام لذی عقل وذی أدب   من راحة فدع الأوطان و اغترب
سافر تجد عوضاً عمن تفارقه   وانصب فإن لذيذالعيش فی النصب
إنی رأیت وقوف الماء یُفسده   إن ساح طاب وان لم یجر لم یطب
والأُسد لولا فراق الارض ما افترست   والسهم لولا فراق القوس لم یصب
والشمس لو وقفت فی الفلك دائمة   لملّها النا س من عجم و من عرب
والتبر كالترب ملقی فی أماكنه   والعود فی أرضه نوع من الحطب
فإن تغرب هذا عز مطلبه   وإن تغرب هذا عز كالذهب(١)

دل کا سکون حاصل کرنے کا طریقہ

دل کا سکون کسی سے دشمنی نہ رکھنے میں اور دشمن کی دشمنی سے اغماض برتنے میں ہے، اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

لما عفوت ولم أحقِد علی أحد   أرحت نفسی من هم العداوات
إنی أحیی عدوی عند رؤیته   أدفع الشر عنی بالتحیات
فأظهر البِشر للإنسان أبغضه   كما اِن قد حشی قلبی محبات
الناس داء و داء الناس قربهم   وفی اعتزالهمُ قطع المودات
ولست أسلم من خل یخالطنی   فكيف أسلم من أهل العداوات
و أحزم الناس من یلقی أعادیه   فی جسمِ حِقد و ثوب من مودات(٢)

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۱۵۱

(۲) دیوان الامام، ص: ۱۶۷

جھگڑا ہونے پر خاموشی میں نجات ہے

کسی سے جھگڑا ہو جائے تو اس سے الجھنے کے بجائے خاموشی اختیار کی جائے،، اسی میں نجات اور یہی اس کی بدسلوکی کا جواب ہے، فرماتے ہیں:

قالوا : سكت وقد خوصمت قلت لهم   إن الجواب لباب الشر مفتاح
والصمت عن جاهل أوأحمق شرف   وفيه أيضا لصون العرض إصلاح
أما ترى الأسد تخشى وهي صامتة   والكلب يخسى لعمري وهو نباح (۱)

تقوی سب سے بڑی پونجی

تقوی سب سے بڑی پونجی ہے، فرماتے ہیں:

يريد المرء أن يعطى مناه   و يأبى اللّٰه إلا ما أرادا
يقول المرء : فائدتي ومالي   و تقوى اللّٰه أفضل ما استفادا(۲)

قناعت اور اس کے فوائد

قناعت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے، دیکھیے:

تدرعت ثوبا للقُنوع حصينة   أصون بها عرضي و أجعلها ذخرا
و لم أحضر الدهر الخؤون فإنما   قُصاراه يَرمِي بيَ الموتَ و الفقرا
فأعددت للموت الإله و عفوه   و أعددت للفقر التجلد و الصبرا(۳)

حسد کی سنگینی

حسد کی سنگینی کو اس طرح بیان کیا ہے:

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۱۷۸

(۲) دیوان الامام، ص: ۱۸۹

(۳) دیوان الامام، ص: ۲۲۴

كل العداوات قد ترجى مودتها   إلا عداوة من عاداك عن حسد(١)

انقلاب زمانہ

زمانہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا، یا آرام ہوتا ہے یا پریشانی، مثالوں سے اس کو بیان کیا ہے، اس میں صبر کی تلقین بھی ہے اور کشائش کی یقین دہانی بھی، فرماتے ہیں:

الدهر يومان ذا أمنٌ و ذا خطرٌ   والعيش عيشان ذا صفوٌ وذا كدَرُ
أمـا ترى البحر تعلو فوقه جيف   وتستقر بأقصى قاعه الدُرَرُ
وفى السماء نجوم لا عِداد لها   وليس يكسف إلا الشمس و القمر(٢)

وفادار دوستوں کی کمی کا شکوہ

مخلص اور وفادار دوستوں کی کمی کا شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صديق ليس ينفع يوم بؤس   قريب من عدو فى القياس
وما يبقى الصديق بكل عصر   ولا الاخوان إلا للتآسى
عبرت الدهر ملتمسا بجهدى   أخا ثقة فألهانى التماسى
تنكرت البلاد و من عليها   كأن أناسها ليسوا بناس(٣)

اسی سلسلے میں فرماتے ہیں:

إذا المرء لا يرعاك إلا تكلفا   فدعه ولا تكثر عليه التأسفا
ففى الناس أبدال وفى الترك راحة   وفى القلب صبر للحبيب ولو جفا
فما كل من تهواه يهواك قلبه   ولا كل من صافيته لك قد صفا
إذا لم يكن صفو الوداد طبيعة   فلا خير فى ود يجىءُ تكلفا
ولا خير فى خل يخون خليله   ويلقاه من بعد المودة بالجفا

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۲۰۰

(۲) دیوان الامام، ص: ۲۲۹

(۳) دیوان الامام، ص: ۲۴۸

و ينكر عيشا قد تقادم عهده   ويظهر سراً كان بالأمس قد خفى
سلام على الدنيا إذا لم يكن بها   صديق صدوق صادق الوعدمنصفا(۱)

خودداری اور عزت نفس کی قیمت

خودداری اور عزت نفس کی کیا قیمت ہے، اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

لقلع ضِرس و ضَرب حَبس   و نزعُ نفس، و رد أمس
و قرّ بردٍ، وقَود فردٍ   و دِبغ جِلد بغير شمس
و أكل ضب، وصيد دُب   و صرف حَب بأرض خرس
و نفخ نار، و حمل عار   و بيع دار بِربُع فلس
و بيع خف، و عدم إلف   و ضرب إلف بحبل قَلس
أهون من وقفة الحر   يرجو نوالا بباب نحس(۲)

علم کی عظمت

علم کی عظمت پر اس طرح گویا ہیں:

العلم مغرس كل فخر فافتخر   واحذر يفوتك فخر ذاك المغرس
اعلم بأن العلم ليس يناله   من همه فى مطعم أو ملبس
إلا أخو العلم الذى يعنى به   فى حالتيه : عاريا او مكتسى
فاجعل لنفسك منه حظا وافرا   و اهجر له طيب الرقاد و عبس
فلعل يوما إن حضرت بمجلس   كنت الرئيس و فخر ذاك المجلس

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۲۸۵
(۲) دیوان الامام، ص: ۲۵۴
(۳) دیوان الامام، ص: ۲۵۶

حرص کا طبعی نتیجہ:

حرص سے آزاد بھی غلام ہو جاتا ہے اور قناعت سے غلام بھی آزادی کے مزے لوٹتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

العبد حر إن قنع   و الحر عبد إن طمع
فاقنع ولا تطمع فلا   شيي يشين سوى الطمع (۱)

علم کو لکھ کر محفوظ رکھنے کی ضرورت:

علم کو لکھ کر محفوظ رکھنے کی ضرورت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

العلم صيد و الكتابة قيده   قيد صيودك بالحبال الواثقه
فمن الحماقة أن تصيد غزالة   و تتركها بين الخلائق طالقه(۲)

علم کو یاد کرنے کی ضرورت

علم الماریوں میں نہیں، بلکہ سینے میں محفوظ ہونا چاہیے، اس کو اس طرح پیش کیا ہے۔

علمي معي حيثما يممت ينفعني   قلبي وعاء له لا بطن صندوق
إن كنت في البيت كان العلم فيه معي   أو كنت في السوق كان العلم في السوق (۳)

روزی قسمت سے ملتی ہے:

روزی مقدر سے ملتی ہے، اس میں عقل ومحنت کو کم دخل ہے، اس کو کس خوبی سے

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۲۸۰

(۲) دیوان الامام، ص: ۲۹۴

(۳) دیوان الامام، ص: ۳۰۵

بیان کیا ہے:

إن الـذی رزق الیسـار ولـم یُصـب   أجـرا ولا حـمـدا لـغیـر مـوفـق
فـالـجِـدُّ یـدنـی کـل أمـر شـاسـع   والـجَـد یـفـتـح کـل بـاب مـغـلـق
فـإذا سـمـعـت بـأن مجدوداً حوی   عـوداً فـأثـمـر فـی یـدیـه فصدق
واذا سـمـعـت بـأن مـجذوماً أتی   مـا ء لیشـربـه فـغـاض فـحـقـق
و لـربـمـا غـرسـت لـنفـسـی فکرة   فـأود مـنهـا أنـنـی لـم أُخـلـق
لـو کـان بـالـحیـل الغنی لوجد تنی   بـأجـل أسبـاب الـسـمـاء تعلقی
لـکـن مـن رزق الـحـجا حرم الغنی   ضـدان مـفـتـرقـان أی تـفـرق
و من الدلیل علی الفضاء و کونه(١)   بـؤس الـلبیب وطیب عیش الأحمق
و أحـق خـلـق اللّٰـه بـا لهـمّ امـرؤ   ذو هـمـة یُـلـی بـعیـش ضیـق(٢)

---

(۱) بعض کتابوں میں و کونہ کے بجائے و حکمہ ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

(۲) (دیوان الامام، ص: ۲۹۹۔ ان اشعار کا پس منظر معلوم ہونے سے امام شافعی کی قادر الکلامی اور شعر گوئی کے فطری ملکہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ ابو القاسم بن الأزرق بیان کرتے ہیں: میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا:

اے ابو عبد اللہ کیا آپ انصاف سے کام نہیں لیں گے! آپ کے پاس فقہ کا علم ہے اور شعر ہمارا میدان ہے، اب اس میں بھی آپ مداخلت کرنے لگے! یا تو آپ ہمارا میدان ہمارے لیے چھوڑ دیجیے یا فقہ میں ہم کو بھی شریک کر دیجیے، میں چند اشعار لے کر حاضر ہوا ہوں، اگر آپ ان پر گرہ لگائیں تو میں شعر گوئی سے توبہ کروں گا، اگر آپ اس طرح نہ کہہ سکیں تو پھر آپ شعر کہنے سے باز آ جائیں، امام شافعی نے مجھ سے کہا: لاؤ سناؤ کیا کہا ہے آپ نے، تو میں نے یہ اشعار پیش کیے:

مـا هـمـتـی الا مـقـارعة الـعِـدا   خـلـق الـزمـان و هـمـتی لـم تـخـلـق
واالـنـاس أعینهـم الـی سـلـب الفتی   لا یـسـألـون عـن الـحـجـاو الأولـق
لـکـن مـن رزق الـحـجـا حـرم الغنی   هـذان مـفـتـرقـان أی تـفـرق
لـو کـان بـالـحیـل الـغـنـی لوجد تنی   بـنـجـوم أقـطـار السـمـاء تـعـلـقـی

اس کو سن کر امام شافعی نے کہا: دیکھو میں نے کس طرح فی البدیہ اشعار کہے ہیں، تم اس طرح کہتے۔ اس پر امام شافعی نے مذکورہ اشعار پیش کیے۔ (شرح مقامات الحریری ۹۲/۴)

محنت برائے عزت ورفعت

یہ مشہور اشعار امام شافعی ہی کے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ بلند مقام بغیر عزم و حوصلے اور بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتا:

بقدر الكد تكتسب المعالي   ومن طلب العلا سهر الليالي
و من رام العلا من غير كد   أضاع العمر في طلب المُحال
تروم العزم ثم تنام ليلا   يغوص البحر من طلب اللآلي (١)

سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

ہم اپنے اندر عیب ہوتے ہوئے دوسروں پر طعن کرتے ہیں، اپنے عیوب پر نظر ہونی چاہیے، فرماتے ہیں:

نعيب زماننا و العيب فينا   وما لزماننا عيب سوانا
و نهجو ذا الزمان بغير ذنب   ولو نطق الزمان لنا هجانا
و ليس الذئب يأكل لحم ذئب   و يأكل بعضنا بعضا عيانا
لبسنا للخداع مُسوح ضأن   فويل للمغير اذا أتانا
ديانتنا التصنع و الترائي   فنحن به نخادع من يرانا (٢)

حصول علم کی شرطیں

حصول علم کی شرطوں کو کس جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے:

أخي لن تنال العلم إلا بستة   سأنبيك عن تفصيلها ببيان
ذكاء، وحرص، واجتهاد، وبلغة   وصحبة أستاذ، وطول زمان (٣).

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۳۳۰   (۲) دیوان الامام، ص: ۳۷۶
(۳) دیوان الامام، ص: ۳۷۸

دنیا کی بے حقیقتی

دنیا کی بے حقیقتی اور اس میں ایمان اور طاعت کی پونجی کی حفاظت پر اس طرح زور دیا ہے:

يا من تعزز بالدنيا و زينتها   الدهر يأتي على المنبي و الباني
و من يكن عزه الدنيا و زينتها   فعزه عن قليل زائل فاني
و اعلم بأن كنوزالأرض من ذهب   فاجعل كنوزك من بر و إيمان(۱)

عمل صالح سفینۂ نجات

دنیا ایک ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر ہے، اور سفینۂ نجات صرف عمل صالح ہے، فرماتے ہیں

إن لله عباداً فطناً   تركوا الدنيا و خافوا الفتنا
نظروا فيها فلما علموا   أنها ليست لحي وطنا
جعلوها لجة و اتخذوا   صالح الاعمال فيها سفنا(۲)

وقتِ اخیر مناجات

اخیر میں امام شافعی کے وہ اشعار پیش کرتے ہیں جو امام شافعی نے انتقال سے کچھ پہلے کہے تھے، امام مزنی اخیر وقت میں خدمت میں حاضر ہوئے، اور خیریت پوچھی تو اس طرح جواب دیا۔

اصبحت من الدنيا راحلاً، وللاخوان مفارقاً، وعلى الله وارداً، ولكأس المنية شارباً، ولسوء اعمالي ملاقياً، فلا ادري نفسي إلى الجنة تصير فأهنئها أو إلى النار فأعزيها، پھر رونے لگے اور اس طرح مناجات کی:

---

(۱) دیوان الامام، ص: ۳۹۵

(۲) دیوان الامام، ص: ۳۷۳

إليك إله الخلق أرفع رغبتي   وإن كنت يا ذاالمن و الجود مجرما
ولما قسا قلبي وضاقت مذاهبي   جعلت الرجا مني لعفوك سلما
تعاظمني ذنبي فلما قرنته   بعفوك ربي كان عفوك أعظما
وما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل   تجود و تعفو منة و تكرما
ولولاك ما يقوى بإبليس عابد   فكيف وقد أغوى صفيك آدما
فإن تعف عني تعف عن متمرد   ظلوم غشوم ما يزايل مأثما
وإن تنتقم مني فلست بآيس   ولو أُدخلت نفسي بجرمي جهنما
فجرمي عظيم من قديم و حادث   وعفوك ياذا العفو أعلى وأجسما(۱)

قفطی (علی بن یوسف الشیبانی المتوفی ۶۴۶ھ) نے المحمدون من الشعراء میں اور عفیف عبدالرحمٰن نے معجم الشعراء العباسیین میں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک عربی زبان کی اہمیت اور اس کے سیکھنے کی تاکید

امام شافعی کو عربی زبان پر جو کمال تھا، وہ اس کو دینی ضرورت بھی سمجھتے تھے، اور دنیوی عزت کا باعث بھی، اس لیے اس کے سیکھنے کی تاکید کرتے تھے، فرماتے تھے: تعلموا العربية فإنها تنبت الفضل و تزيد في المروءة(۲) عربی زبان سیکھو، اس سے فضل و کمال پائیدار ہوتا ہے اور قدروں میں اضافہ ہوتا ہے۔

وہ طرح طرح سے یہ زبان سیکھنے کی ترغیب دیتے تھے، فرماتے ہیں: أصحاب العربية جن الإنس، يبصرون ما لا يبصر غيرهم(۳) یعنی عربی زبان جاننے والے انسانوں میں جن کے مانند ہیں انھیں وہ چیز نظر آتی ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتی یعنی عربی زبان پر جس کو قدرت ہوگی اور الفاظ کی حقیقت پر جس کی نظر ہوگی وہ قرآن و حدیث سے ایسے نکتے نکالے گا ہے جہاں تک دوسروں کی نظر نہیں پہنچتی۔

---

(۱) مناقب الشافعی ۲/۲۹۳

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/۳۷۴

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۱۲، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۵۳

نویں فصل

امام شافعی اور علم طب

طب کا علم انسانی ضرورت ہے، انسانی صحت کا اس پر دار و مدار ہوتا ہے اور صحت ہی سے دین و دنیا کے کام انجام پاتے ہیں، اسی لیے نبی کریم ﷺ اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً بہت سی باتیں ارشاد فرماتے رہتے تھے، یہاں تک کہ طب نبوی کے نام سے مستقل ایک علم وجود میں آیا، اور متعدد علماے اسلام نے اس موضوع پر توجہ کی اور الطب النبوی کے نام سے متعدد کتابیں سامنے آئیں، امام شافعی ان لوگوں میں تھے جن کو اس علم سے خصوصی لگاؤ تھا۔

امام شافعی کے نزدیک علم طب کی اہمیت

فرماتے تھے: العلم علمان ، علم فقه الادیان و علم طب الابدان ، یعنی علم دو طرح کے ہیں ایک دین کی سمجھ کا علم دوسرے بدن کی درستی اور علاج معالجے کا علم، بلکہ یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کے علاوہ سب علم وقتی ضرورت اور بے جا مشغولیت ہے (۱)۔

مسلمانوں کے طب میں توجہ نہ کرنے اور یہود و نصاریٰ کے حوالہ کرنے پر افسوس

وہ اس کی تاکید کرتے تھے کہ ایسے شہر میں سکونت اختیار مت کرو جہاں کوئی عالم نہ ہو جو تمھیں دین کے بارے میں بتائے، اور جہاں کوئی طبیب نہ ہو جو تمھیں تمھارے جسم کے بارے میں بتائے (۲)۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۱۴-۱۱۵، نیز دیکھیے، آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۲۴۴

(۲) آداب الشافعی، ص: ۲۴۴، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۱۵

فرماتے تھے: دو چیزوں میں لوگوں نے بڑی غفلت برتی ایک طب کا علم دوسری عربی زبان کا علم (۱)۔

ان کے شاگرد حرملۃ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی کو بڑا افسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے طب کا علم ضائع کردیا، وہ اس کو ایک تہائی علم قرار دیتے تھے، فرماتے تھے: مسلمانوں نے ایک تہائی علم ضائع کردیا اور اس کو یہود ونصاری کے حوالے کردیا (۲)۔

فرماتے ہیں: میں نہیں سمجھتا کہ حلال وحرام کے علم کے بعد طب سے معزز اور شریف کوئی علم ہو، مگر اہل کتاب اس میں ہم سے آگے نکل گئے (۳)۔

طب میں امام شافعی کی کامل مہارت

امام شافعی نے طب میں بڑا درک حاصل کیا تھا، امام ذھبی لکھتے ہیں: کان الشافعي مع عظمته في علم الشريعة و براعته في العربية، بصيراً في الطب، نقله غير واحد. (٤)

یعنی امام شافعی علم شریعت میں مقام بلند اور عربی زبان میں مہارت تام کے ساتھ طب میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، متعدد لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے۔

طب میں امام شافعی کی مہارت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُس زمانے میں مصر کے ایک طبیب بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی مصر آئے تو انھوں نے طب کے معاملات میں مجھ سے ایسی گفتگو کی کہ میں سمجھنے لگا کہ یہی ان کا فن ہے، اس لیے میں نے ان سے درخواست کی کہ میں آپ سے بقراط کی کتاب کا کچھ حصہ پڑھنا چاہتا ہوں، انھوں نے جامع مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے (۵)۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۱۶

(۲) ایضاً ۲/ ۱۱۶

(۳) سیر أعلام النبلاء ۱۰/ ۵۷

(۴) تاریخ الاسلام (حوادث ووفیات ۲۰۱-۲۱۰) ص: ۳۲۳

(۵) توالی التاسیس، ص: ۱۱۸، نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۲۴

امام شافعی کے بیاں کردہ چند نسخے

امام شافعی سے متعدد نسخے مروی ہیں، جن کو بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے، اور علامہ ابن قیم نے بھی طب نبوی کے اخیر میں کچھ چیزیں نقل کی ہیں، ہم دو چار نسخے یہاں نقل کرتے ہیں، تا کہ یہ کتاب ان کے اس علم سے خالی نہ رہے اور قارئین اس سے بھی فائدہ اٹھائیں:

فرمایا: رات میں ابلے انڈے ہرگز مت کھانا یہ خطرے سے خالی نہیں (۱) اور بعض نے اس کو اس طرح نقل کیا ہے، رات کو کوئی ابلے انڈے کھا کر سو جائے اور اس کو موت نہ آئے تو تعجب ہے (۲)۔

فرمایا: گوشت کھانے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۳)

فرمایا: تین چیزیں اس کی دوا ہے جس کی کوئی دوا نہ ہو، اور اطباء اس کے علاج سے عاجز آ چکے ہوں، انگور، اونٹنی کا دودھ اور گنے کا رس، اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر گنا نہ ہوتا تو میں یہاں مصر میں اقامت اختیار نہ کرتا (۴)۔

گرمی ہو یا سردی غسل جنابت گرم پانی سے کرنا چاہیے، اپنے معمول کے طور پر امام شافعی نے یہ بات بیان کی (۵)۔

فرمایا: چار چیزوں سے جسم مضبوط ہوتا ہے: گوشت کھانا، خوشبو سونگھنا، زیادہ غسل کرنا (بغیر مجامعت کے) کتان کا کپڑا اپہننا۔ اور چار چیزوں سے جسم کمزور ہوتا ہے، کثرت جماع، زیادہ فکر و غم، نہار منھ زیادہ پانی پینا اور کھٹی چیز زیادہ کھانا۔ (۶)

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱۱۹/۲

(۲) حلیۃ الاولیاء ۱۴۳/۹

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۰/۲

(۴) ایضاً ۱۲۲/۲

(۵) ایضاً ۱۲۳/۲

(۶) الطب النبوی لابن القیم ص ۳۹۱

دسویں فصل

علم الانساب میں مہارت

انساب کا علم عربوں کی خصوصیات میں ہے، زمانۂ جاہلیت میں اپنے خاندان نہیں اپنے جانوروں کا نسب تک وہ یاد رکھتے تھے، صحابہ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو اس میدان میں امتیاز خاص حاصل تھا، اور دغفل بن جعفر جن کا تعلق بنو شیبان سے تھا، نسب دانی میں ان کی مثال دی جاتی تھی، ان کا شمار بھی صحابہ میں کیا گیا ہے۔

امام شافعی اس میدان کے بھی امام تھے، ماہرین انساب کہتے تھے کہ کان الشافعی من اعلم الناس بالانساب یعنی امام شافعی انساب کے سب سے زیادہ جاننے والوں میں تھے، ماہرین نسب ایک رات ان کے پاس جمع ہوئے، تو امام شافعی نے عورتوں کے نسب کے بارے میں ان سے بحث کی اور فرمایا مردوں کے انساب تو ہر کوئی جانتا ہے۔ (۱)

سیرت و مغازی کے مشہور امام ابن ہشام کا شمار ماہرین انساب میں ہوتا تھا، خود سیرت ابن ھشام سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی جب مصر تشریف لائے تو ابن ھشام سے کہا گیا کہ ان سے ملنے آپ جائیں گے؟ تو وہ آمادہ نہیں ہوئے، جب ان سے بہت کہا گیا کہ وہ ایسے ہیں ایسے ہیں، تو تیار ہوئے اور آکر مردوں کے نسب کے بارے میں امام شافعی

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۸۸-۴۸۹

سے بحث کی، جب کچھ دیر اس سلسلے میں گفتگو ہوئی تو امام شافعی نے کہا، چھوڑیئے! مردوں کے نسب تو ہم آپ سب جانتے ہیں، چلیے عورتوں کے نسب کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہیں، جب اس میں گفتگو شروع ہوئی تو ابن ہشام دنگ رہ گئے۔ ابن ہشام بعد میں کہتے تھے، کہ میں نہیں خیال کرتا کہ اللہ نے اس طرح کا آدمی پیدا کیا ہو۔ (۱)

ابن أبی حاتم نے اپنی کتاب میں امام شافعی کی نسب دانی کی ایک جھلک دکھائی ہے جس میں انھوں نے قریش کی تمام شاخوں کے انساب بیان کیے ہیں۔ (۲)

شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید نے ''طبقات النسابین'' میں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے۔

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۸۸ و ۲/ ۴۲ والانتقاء، ص: ۱۴۹

(۲) دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۸۸-۲۰۷

گیارہویں فصل

تاریخ اور ایام عرب میں امام شافعی کی مہارت

ایام عرب سے مراد جاہلیت میں عربوں کی جو تاریخ رہی ہے جو جنگیں ہوئیں، روم وایران کے ساتھ ان کے جو تعلقات تھے اور جو کچھ ان کے آپس کے معاملات تھے، اور اس سلسلے میں جو شعر کہے گئے ہیں ان سب سے واقفیت۔

اسلام کے دور اول میں ادیب ہونے کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ آدمی ایام عرب سے واقف ہو جائے (۱)۔

چوں کہ امام شافعی ابتدائی زندگی میں ادبی تعلیم میں ہمہ تن مشغول تھے، اس لیے ایام عرب سے بھی خوب واقفیت کے مواقع ہاتھ آئے، چناں چہ عربی زبان وادب کی تعلیم کے ساتھ ہی تاریخ اور ایام عرب سے بھی ان کی واقفیت حاصل کرنے کا ذکر آتا ہے، عربی زبان کی تعلیم کے سلسلے میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام شافعی نے عربی زبان اور لوگوں کے احوال وایام عرب سے واقفیت حاصل کرنے میں بیس سال صرف کیے۔ (۲)

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے قبیلۂ ھذیل کے اشعار، ان کے ایام واحوال کی تعلیم اپنے چچا مصعب بن عبداللہ زبیری سے حاصل کی، میں نے ان سے پوچھا کہ انھوں نے کس سے یہ علم حاصل کیا؟ انھوں نے کہا قریش کے ایک نوجوان محمد بن ادریس شافعی سے یہ علم حاصل کیا، انھوں نے سب باتیں زبانی مجھے بتائی تھیں تھے۔ (۳)

---

(۱) دیکھیے الامام الشافعی فقیہ السنۃ الأکبر، عبدالغنی الدقر، ص: ۲۶۴-۲۶۵

(۲) دیکھیے ص.... (۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۴۵، ۴۶ وتاریخ دمشق ۵۱/۳۷۵

محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں: کان من اعرف الناس بالتواریخ (۱) یعنی تاریخ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

یونس بن عبدالاعلی کہتے ہیں کہ امام شافعی جب لوگوں کی تاریخ و واقعات بیان کرنا شروع کرتے تو آپ سمجھتے کہ یہی ان کا میدان ہے۔ (۲)

مصعب زبیری کہتے ہیں: ما رأیت أحداً أعلم بأیام الناس من الشافعی(۳).

(میں نے شافعی سے بڑھ کر لوگوں کے حالات و واقعات اور تاریخ کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا)

ربیع فرماتے ہیں: کان الشافعی إذا خلا فی بیته کالسیل یهدر بأیام العرب.(٤)

(امام شافعی جب گھر میں تنہا ہوتے تو عرب کی تاریخ و احوال اس طرح بیان کرنے لگتے جیسے کوئی سیلاب امنڈ رہا ہو)

پرانے قصے کہانیاں اور حکایات جاننے والا بھی طبقہ علماء میں کوئی آپ کے برابر نہیں تھا، **ابن وھب کے بھتیجے کہتے ہیں:** ما قدم علینا بلدنا فقیه و لا محدث اکثر حفظا للحکایات و الاسمار من الشافعی.(٥)

(ہمارے اس علاقے میں کوئی ایسا فقیہ یا محدث نہیں آیا جس کو امام شافعی سے زیادہ واقعات اور قصے کہانیاں یاد ہوں)

یہی وجہ ہے کہ ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں اور ابشیھی نے المستطرف میں بعض حکایتیں آپ کے حوالے سے نقل کی ہیں۔

---

(۱) مرآۃ الجنان ۲/ ۱۵

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۱۷۹

(۳) ایضاً/ ۴۸۸

(۴) الانتقاء، ص: ۱۴۸

(۵) تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۰۷

بارھویں فصل

امام شافعی اور علم کلام

علم کلام کی تعریف

علم کلام یعنی وہ علم جس میں عقائد کے سلسلے میں ہونے والے شکوک و شبہات کو دلائل کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر یہ علم بہت نازک ہے، ان شبہات میں جب آدمی زیادہ غور کرنے لگتا ہے تو راستہ بھٹک کر راہ راست سے دور نکل جاتا ہے، چناں چہ اس طرح دسیوں فرقے اسلام میں ظاہر ہوئے، دلائل کے ساتھ ان کا توڑ کرنے کے لیے علمائے حق میدان میں اترے، اس طرح علم کلام کے نام سے ایک مستقل فن وجود میں آگیا اور متکلمین اسلام کی ایک جماعت تیار ہوئی، جنھوں نے اپنے اپنے دور میں عقائد اسلام کی طرف سے دفاع کے سلسلے میں بڑے کارنامے انجام دیے۔

عقائد کے سلسلے میں امام شافعی کا موقف

تاہم بہت سے علمائے حق اس میدان میں پڑنا ہی نہیں چاہتے تھے، ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ صاف اور سیدھے طریقے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں عقائد پیش کیے جائیں کہ اسی طرح ان کو مانا جائے، نہ زیادہ سوچا جائے، نہ اس سلسلے میں بحث کی جائے، یہ ایک پرخار وادی ہے جو اس میں داخل ہوگا گمراہ ہوجائے گا۔ امام شافعی اصلاً اسی نظریے کے حامی تھے، وہ اپنے شاگردوں کو علم کلام کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے اور اس وادی پرخار میں قدم رکھنے سے سختی سے منع کرتے تھے، دراصل انھیں معتزلہ سے مناظروں کا تجربہ ہوا تھا،

اس سے ان کو انھیں سمجھنے کا بہترین موقع ملا، جو انھوں نے ان کے یہاں تشکیکی ذہن، حد سے زیادہ عقل سے مرعوبیت اور فکری آوارگی دیکھی تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہ نجات کا راستہ نہیں، بلکہ کفر تک لے جانے والا راستہ ہے۔

علم کلام میں امام شافعی کی مہارت

امام شافعی کو اللہ نے قرآن وحدیث میں جو نمایاں مقام عطا کیا تھا، دلائل کا انھیں جو استحضار تھا اور پھر عقل وذہانت کی جس چوٹی پر آپ تھے، اس کی وجہ سے عقائدی وکلامی مناظروں میں بھی آپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا، خود ہی ایک موقع پر فرمایا: کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں ان اہل کلام سے مناظرہ نہیں کر سکتا، میں نے اس میدان میں قدم رکھا تھا اور بڑی ترقی کی تھی، لیکن اس کا کچھ حاصل نہیں، مناظرہ ایسی چیزوں میں کرو کہ اگر تم اس میں غلطی کر جاؤ تو کہا جائے کہ تم نے غلطی کی، ایسی چیزوں میں مناظرہ مت کرو کہ اگر تم اس میں غلطی کر جاؤ تو کہا جانے لگے کہ تم نے کفر کیا۔(۱)

معتزلہ کا امام شافعی سے مرعوبیت

اسی وجہ سے معتزلہ (جو عقائدی معاملات میں قرآن وحدیث کو بنیاد بنانے کے بجائے عقل کو مختار کل سمجھتے تھے) آپ سے بہت گھبراتے تھے۔ بشر المریسی بغداد کا ایک معروف معتزلی عالم تھا، مناظروں کا دلدادہ، وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ آیا تھا تو امام شافعی سے ملاقات کی تھی، لگتا ہے کچھ بحث بھی کی ہو، لیکن اسے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ ان سے مناظرہ نہیں کیا جا سکتا، بس یہی ہیں جن سے ہمیں خطرہ ہے، چناں چہ اس نے جا کر اپنے ساتھیوں کو مکے کا حال یوں بتایا "رأيت شابا من قريش بمكة، ما أخاف على مذهبنا الامنه يعنى الشافعى".(۲)

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۵۹

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۰۳، تاریخ دمشق ۵۱/۳۲۷

یعنی میں نے مکہ میں ایک قریشی نوجوان کو دیکھا ہے، مجھے تو اپنے مسلک پر بس اسی سے خطرہ ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میں نے ایسا سوال کرنے والا دیکھا نہ ایسا جواب دینے والا پایا۔ (۱)

نیز اس نے واپس آ کر یہ بھی اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے اگر اس کا تعلق تمھاری جماعت سے ہو تو تمھیں کبھی شکست نہ ہو، اور اگر وہ تمھارے خلاف ہو تو پھر تیاری کرو، اور بہت محتاط رہو، یہ ہیں محمد بن ادریس الشافعی۔ (۲)

معتزلہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش

امام شافعی چاہتے تھے کہ یہ لوگ جو کلامی مباحث میں پڑ کر اپنے کو برباد کر رہے ہیں، اس سے باز آئیں، بشر کو بھی بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا، بشر کی ماں خود امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، ابو عبداللہ! میں دیکھتی ہوں کہ میرا بیٹا آپ سے مرعوب ہے، اور آپ سے اس کو محبت بھی ہے اور جب آپ کا اس کے سامنے ذکر آتا ہے تو آپ کی بڑی عزت بھی کرتا ہے آپ اس کو سمجھائیں کہ وہ اس طرح کی عقلی بحثوں سے باز آ جائے، اس کی وجہ سے لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں، امام شافعی نے کہا ٹھیک ہے، جب بشر حاضر ہوا تو امام شافعی نے کہا بشر! ذرا بتاؤ کہ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو کیا قرآن میں اس کی تعلیم ہے؟ یا اللہ کی طرف سے یہ کوئی فرض کردہ چیز ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے، یا سلف صالحین نے اس سلسلے میں بحث و مباحثہ کیا ہے؟ اس نے کہا ان میں سے کوئی بات نہیں، مگر ہمارے لیے اس سے ہٹنا ممکن نہیں، امام شافعی نے کہا تم نے اپنی غلطی خود تسلیم کر لی، تو پھر تم کیوں یہ بحثیں چھوڑ کر فقہ و حدیث میں اپنی صلاحیتیں صرف نہیں کرتے، اس سے لوگ بھی تمھارے قریب آئیں گے، اس نے کہا: کیا کریں اس میں ہمارا خوب جی لگتا ہے، جب وہ چلا گیا تو امام شافعی نے فرمایا: یہ کامیاب

---

(۱) ایضاً و حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۵

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۰۰

نہیں ہوگا۔ (۱)

علمائے بغداد کا معتزلہ سے نمٹنے کے لیے امام شافعی کا انتظار کرنا

بغداد میں اس کا ایک حلقہ تھا، فقہاء اور محدثین دونوں اس سے پریشان تھے، اس کو جواب دیے نہیں بنتا تھا، امام احمد نے کہا: ذرا صبر کرو امام شافعی یہاں آنے والے ہیں، زعفرانی کہتے ہیں: امام شافعی تشریف لائے تو ہم نے ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا، انھوں نے ہمیں اپنی کچھ کتابیں دیں، میں نے دو دن ان کا مطالعہ کیا، پھر بشر کے پاس پہنچا اور اس سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کر دیا، وہ بھی سمجھ گیا، اس نے کہا یہ تمھاری بات نہیں ہے، یہ تو اس شخص کی بات ہے جس کو میں نے مکے میں دیکھا تھا، اس کے پاس تو دنیا کی آدھی عقل ہے (۲)۔

امام شافعی کا معتزلہ پر اثر انداز ہونا

اس طرح بغداد میں معتزلہ کا زور اس وقت کچھ کم ہوا اور پھر امام شافعی کے تشریف لانے کے بعد بشر کا حلقہ سمٹ کر رہ گیا، اور لوگ امام شافعی کے حلقے میں ہر طرف سے ٹوٹ ٹوٹ کر جمع ہونے لگے (۳)۔

علمائے مصر کا معتزلہ سے مقابلہ کے لیے امام شافعی کا سہارا لینا

اسی طرح جب مصر تشریف لے گئے، تو وہاں بھی معتزلہ کا ایک حلقۂ اثر تھا، حفص الفرد جن کا نمایندہ سمجھا جاتا تھا، یہ کلامی مباحث چھیڑ چھیڑ کر لوگوں کو پریشان کرتا تھا، امام شافعی مصر پہنچے تو وہاں علماء نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب ہمیں اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں، امام شافعی اس سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں، اب وہ اس کے سوالوں کا جواب دینے کے بجائے کہتے کہ امام شافعی سے پوچھو، جیسا کہ ذیل کے قصے سے اندازہ ہوتا ہے۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۱۰، مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۰۴

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۰۱ نیز توالی التاسیس، ص: ۸۱

(۳) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۰۲

امام شافعی کا معتزلہ کو شکست دینا

ایک دفعہ عبداللہ بن عبدالحکم جو امام مالک کے نہایت ممتاز شاگردوں میں تھے اور مصر کے بہت بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، اور یوسف بن عمرو بن یزید وہ بھی امام مالک کے شاگردوں میں تھے اور مصر کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، یہ دونوں حضرات امام شافعی کی خدمت میں حاضر تھے، حفص الفرد بھی تھا، اس نے عبداللہ بن عبدالحکم سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ یعنی اس کو مخلوق مانتے ہیں یا کلام اللہ کہتے ہیں؟ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر اس نے یوسف بن عمرو سے بھی یہی سوال کیا، انھوں نے بھی جواب دینے سے انکار کیا، دونوں امام شافعی کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ ان سے پوچھو اور بعض روایتوں میں ہے کہ سب لوگ کہہ رہے تھے کہ امام شافعی سے پوچھو، تو اس نے امام شافعی سے پوچھا، امام شافعی نے پوری قوت کے ساتھ دلائل سے ثابت کیا کہ قرآن کلام اللہ ہے، مخلوق نہیں ہے، دیر تک یہ مناظرہ جاری رہا، اور نتیجتاً اپنی بات ثابت کرنے کے ساتھ امام شافعی نے حفص پر کفر کا فتوی صادر کیا۔ ربیع بن سلیمان جو اس قصے کے راوی ہیں، کہتے ہیں کہ میری ملاقات بعد میں حفص سے ہوئی، تو کہنے لگا: شافعی تو مجھے مارے ڈال رہے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے کہا کہ انھوں نے میری تکفیر کی، مگر اس کے باوجود میرا ماننا ہے کہ ان سے بڑا کوئی عالم نہیں، ماأعلم انسانا أعلم منه (۱)

اسی طرح امام شافعی کے سامنے بعض دوسرے علماء کی بھی حفص سے بعض عقائدی معاملات میں بحث شروع ہوئی، حفص کے مقابلے میں جب وہ کمزور پڑنے لگے تو امام شافعی نے مسئلہ اپنے ہاتھ میں لیا اور حفص کا ناک میں دم کر دیا کہ اس کی بولتی بند ہوگئی (۲)۔

ایسے ہی مشہور محدث اسماعیل ابن علیہ کے بیٹے ابراہیم بن اسماعیل کے ساتھ بھی

---

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۴۹، مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۵۵، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۸۲-۳۸۳، نیز دیکھیے حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۱۲

(۲) آداب الشافعی ومناقبہ، ص: ۱۴۷، مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۳۸۷، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۱۵، وتاریخ دمشق

امام شافعی کے بغداد اور مصر میں کئی مناظرے ہوئے، اس کا شمار مشہور معتزلی علماء میں ہوتا تھا، خطیب بغدادی اور بیہقی نے بعض مناظرات نقل کیے ہیں۔ (۱)

عقائدی بحثوں سے امام شافعی کی نفرت

یہ عقائدی اور کلامی مناظرے مجبوری تھے، اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ ان مبہم اور متشابہ عقائدی بحثوں کو ہرگز نہ چھیڑا جائے نہ کریدا جائے، جو صحابہ کا طرز عمل تھا، اسی پر قائم رہا جائے، لیکن اگر ان میں کوئی تشکیک کی کوشش کرے تو اس کو مطمئن کرنے اور دوسرے مسلمانوں کو اس کے دام سے بچانے کے لیے میدان میں اترنا بھی ضروری ہے، پھر قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں اس سلسلے میں اس سے بحث کی جائے، مخالف کو اطمینان نہ ہو تو شرعی حدود میں عقل کا استعمال کیا جائے، متکلمین اسلام نے یہی روش اختیار کی، امام شافعی نے اسی وجہ سے یہ کمان سنبھالی تھی، مگر عقائدی معاملات میں عقل کا بے محابا استعمال کرنے والے معتزلہ وغیرہ سے مناظروں کے بعد امام شافعی کو ان کلامی بحثوں سے ہی نفرت بلکہ وحشت ہونے لگی تھی، بالخصوص حفص الفرد سے مناظروں کے بعد (۲) ان کے شاگرد اور متعلقین جانتے تھے کہ وہ اس میدان میں بھی کمال رکھتے ہیں، اس لیے ان سے درخواست کرتے تھے کہ وہ ان عقائدی مسائل میں کتابیں لکھیں جن کو یہ لوگ موضوع بنا کر عوام کا ذہن تشکیکی بنا رہے ہیں۔

امام شافعی کے بہت مشہور اور نہایت ہی باکمال شاگرد ابو ثور بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے کہا کہ "ارجاء" کے سلسلے میں ایک کتاب لکھیں (ارجاء کے معنی تاخیر کے ہیں یعنی کسی چیز کو موخر کرنا، وہ کہتے تھے کہ بندے کو کوئی اختیار ہی نہیں ہوتا سب مقدر سے ہوتا ہے، اس لیے ایمان کے ساتھ کوئی بھی گناہ کرے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے کفر کے ساتھ طاعت کا کوئی فائدہ ہی نہیں، اسی طرح ایمان کے ساتھ معصیت سے کوئی نقصان نہیں، یہ عقیدہ رکھنے

---

(۱) دیکھیے تاریخ بغداد ۶/ ۲۰-۲۱، ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۲۱۱-۲۱۲ و ۴۵۷

(۲) دیکھیے تاریخ الاسلام للذھبی وفیات ۲۰۱-۲۱۰ ص ۳۳۱

والوں کو" مرجئہ "کہا جاتا تھا) تو انھوں نے کہا چھوڑو ان باتوں کو۔(۱)

ربیع فرماتے ہیں امام شافعی نے مجھ سے کہا، "لو أردت أن اضع على كل مخالف كتابا لفعلت، و لكن ليس الكلام من شأني ، ولا أحب أن ينسب إلى منه شيئ"(۲) (اگر میں ہر مخالف کے مقابلے میں ایک کتاب لکھنا چاہوں تو لکھ سکتا ہوں، لیکن کلام میرا مزاج نہیں ہے، اور نہ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں میری طرف کوئی چیز منسوب کی جائے)

امام ذھبی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: هذا النَفَس الذكی متواتر عن الشافعی (۳) (یہ پاکیزہ جذبہ امام شافعی کا تواتر سے ثابت ہے)

زعفرانی کہتے ہیں: امام شافعی کی کتابوں میں أحادیث فی الرؤية و عذاب القبر ہے، پھر وہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام شافعی ان چیزوں میں کلام نہیں کرتے تھے، یہ ہم نے ان کی کتابوں سے نکال کر جمع کیا ہے، وہ ان موضوعات میں کچھ لکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے، ارجاء کے سلسلے میں کتاب لکھنے کی ان سے درخواست کی گئی، تو انھوں نے انکار کیا، وہ اس سلسلے میں بحث کرنے سے منع کرتے تھے(۴)۔

کلام کے بارے میں امام شافعی کا شدید منفی تاثر

حفص الفرد سے مناظروں کے بعد وہ کہنے لگے کہ ان اہل کلام کی ایسی باتیں ہمارے سامنے آئیں ہیں جن کا ہم کبھی تصور نہیں کر سکتے، پھر فرمانے لگے کہ آدمی شرک کو چھوڑ کر تمام گناہوں میں مبتلا ہو جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اللہ اسے کلام میں مبتلا کرے(۵)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۰

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/۳۷۱

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۱

(۴) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۵

(۵) آداب الشافعی ومناقبہ ص: ۱۳۷، نیز ص: ۲۴۳، مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۵۳-۴۵۴، الانتقاء، ص: ۱۳۱ و جامع بیان العلم ۲/۹۳۹، تاریخ دمشق ۵۱/۳۰۹

ایک روایت میں ہے کہ میں نے حفص سے ایسی بات سنی جس کو بیان نہیں کر سکتا(۱)۔

امام شافعی کا اپنے شاگردوں کو کلامی بحثوں سے روکنا

امام شافعی اپنے شاگردوں کو بھی کلامی بحثوں میں پڑنے سے سختی سے روکتے تھے ،ان کے شاگردوں میں امام مزنی عقل وذہانت میں سب سے ممتاز تھے، اسی وجہ سے امام شافعی کی مصر آمد سے پہلے ان کا رجحان کلام کی طرف تھا، مگر امام شافعی نے اس سے ہٹا کر انھیں فقہ پر آمادہ کیا، خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن امام شافعی کے پاس بیٹھا ہوا اہل کلام کے بہت سارے سوالات آپ سے کر رہا تھا، وہ غور سے میرے سوالات سنتے رہے اور مجھے دیکھتے رہے اور فوری طور پر معقول جواب دیتے رہے۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو مجھ سے کہا، بیٹا! کیا اس سے بہتر علم تمھیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتائیں، فرمانے لگے، یہ علم ایسا ہے کہ اگر تم صحیح راستے پر رہو تو کوئی خاص اجر نہیں ملے گا، اور اگر غلطی کر گئے تو کفر کے مرتکب ہو جاؤ گے، کیا ایسے علم میں تمھیں رغبت نہیں کہ اس میں تم اگر صحیح ٹھہرے تو تمھیں اجر ملے گا اور اگر غلطی ہوئی تو کوئی گناہ نہیں، میں نے پوچھا وہ کونسا علم؟ آپ نے فرمایا: یہ فقہ کا علم ہے، تو میں نے آپ کا دامن تھام لیا اور آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کر کے فقہ کا علم حاصل کر لیا۔(۲)

نیز مزنی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص سے میرا مناظرہ ہوا تو میری عجیب کیفیت ہوگئی، میں پریشان امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کو تفصیل سنائی، فرمانے لگے: جانتے ہو تم کہاں ہو؟ میں نے کہا میں مسجد میں ہوں، فرمایا تم ایسی جگہ ہو جہاں اللہ نے فرعون کو غرق کیا۔

کیا تمھارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں سوال کا

---

(۱) جامع بیان العلم ۲/ ۹۳۹

(۲) طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۲/ ۹۸

حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے پوچھا: کیا صحابہ نے اس سلسلے میں کلام کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے کہا: تو ان ستاروں میں سے ایک ستارہ جو تمھیں نظر آتا ہے کیا تم اس کی جنس کو جانتے ہو، اس کے طلوع وغروب کی کیفیت جانتے ہو، اور تمھیں علم ہے کہ اس کی پیدائش کس سے ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، امام شافعی نے کہا: تو جو چیز تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور وہ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک کمزور مخلوق ہے، تم اس کی حقیقت نہیں جانتے، تو اس خالق کے بارے میں تم کلام کر رہے ہو؟

پھر مجھ سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا: میں نے جواب دیا تو اس پر اشکال کیا، میں نے دوسرے انداز سے جواب دیا تو اور اس پر اشکال کیا، میں جو بھی جواب دیتا آپ میرے جواب میں نقص نکالتے، پھر مجھ سے کہا: یہ فقہ ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت اور مجتہدین کے اقوال ہیں، اس میں جب اس طرح کے اشکالات ہو سکتے ہیں تو رب العالمین کے سلسلے میں کلام کرنے میں کتنی احتیاط ہونی چاہیے، جس میں قدم قدم پر پھسلنے کا اندیشہ ہے،، پس جب اللہ کی ذات کے سلسلے میں کوئی ایسا خیال دل میں آئے تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس آیت پر غور کرو "وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم، إن في خلق السموات و الارض " ۔الایۃ (۱) مخلوق پر غور کر کے خالق کو سمجھو، اور جہاں تک تمھاری عقل کی رسائی نہیں اس میں نہ پڑو۔ امام مزنی کہتے ہیں: یہ سنا تو میں نے توبہ کی، اور علم کلام چھوڑ کر فقہ پر پوری توجہ مرکوز کی (۲)

ان کو کلامی مباحث سے اتنی نفرت ہو گئی تھی کہ کوئی اس سلسلے میں سوال بھی کرتا تو غصہ ہو جاتے، ان کے ایک معروف اور ممتاز شاگرد حسین کرابیسی بیان کرتے ہیں: امام

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۱۶۳-۱۶۴

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۸۱-۳۸۲، سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۲۶ نیز مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۵۸، امام ابن عساکر، امام بیہقی اور امام ذھبی سب نے اپنی اپنی سندوں سے یہ واقعہ ذکر کیا ہے، ہم نے سب روایتوں کو ملا کر حاصل بیان کیا ہے۔

شافعی سے عقائد سے متعلق کوئی اس طرح کا سوال کیا گیا تو غصہ ہو گئے اور کہنے لگے حفص الفرد اور اس کے ساتھیوں سے یہ سوال کرو، اللہ انھیں ذلیل کرے(۱)۔

اپنے سب سے عزیز شاگرد ربیع مرادی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ربیع میری تین نصیحتیں قبول کرو: صحابہ کے معاملے میں ہرگز نہ پڑو، کل قیامت کے دن نبی ﷺ تمھارے فریق ہوں گے، علم کلام میں مت مشغول ہو، ان کلام والوں کی سنگین صورت حال میرے علم میں ہے، اسی طرح علم نجوم میں مشغول مت ہونا، اس سے معاملہ یہاں تک پہنچے گا کہ تمھیں اللہ کی قدرت اور تصرف پر سے یقین اٹھ جائے گا(۲)۔

اہل کلام کے بارے میں امام شافعی کا فیصلہ

امام شافعی فرماتے تھے: اہل کلام کے سلسلے میں میرا فیصلہ ہے کہ ان کو کوڑے مارے جائیں اور اونٹ پر سوار کر کے محلوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور تشہیر کی جائے اور ندا لگائی جائے، یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے کتاب وسنت چھوڑ کر کلام پر توجہ کی ہے۔(۳)

بہر حال، علم کلام میں پوری مہارت کے باوجود عقائدی مسائل میں زیادہ عقل لڑانے کو وہ نہایت مضر سمجھتے تھے، بس سیدھے سیدھے قرآن وحدیث میں جو باتیں مذکور ہیں بغیر چوں وچرا ان پر یقین رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا معاملہ یہ تھا کہ جب حدیث ان کے نزدیک ثابت ہوتی تھی تو بس اسی کی پیروی کرتے تھے، ان کی بہترین خصلت یہ تھی کہ کلام کو وہ پسند نہیں کرتے تھے، ساری توجہ فقہ پر تھی (۴)۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۱

(۲) توالی التاسیس ص: ۱۳۸ نیز دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۸

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۶۲، الانتقاء ص: ۱۳۴، جامع بیان العلم ۲/۹۴۱، توالی التاسیس ص: ۱۱۱

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۶

تیرہویں فصل

علم نجوم اور امام شافعی

علم نجوم کی تعریف اور اقسام

علم نجوم وہ علم ہے جس سے ستاروں کے احوال کو سامنے رکھ کر مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کی جاتی ہے، اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں: ایک کا تعلق علم ریاضی اور حساب سے ہوتا ہے یہ قطعی اور یقینی علم ہوتا ہے، شرعاً اس کی کوئی قباحت نہیں، دوسری قسم کا تعلق طبعیات سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے جو منازل مقرر کیے ہیں، ان کو معلوم کر کے موسم کے تغیرات اور سردی گرمی کے احوال کو پہلے سے معلوم کیا جا سکتا ہے، اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔ تیسری قسم جس کا تعلق وہمیات سے ہوتا ہے یعنی نظام فلکی پر غور کر کے، ستاروں کے طلوع و غروب اور ملاپ اور عمل دخل پر نظر کر کے بغیر شرعی دلیل کے کوئی پیشین گوئی کی جائے، اس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، کہ اس سے اللہ کی قدرت و تصرف سے نظر ہٹ کر ستاروں کی ذاتی تاثیر پر جاتی ہے، یہ بات کفر تک پہنچا سکتی ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے (علم نجوم ایک وسیع علم ہے، اس کی کئی ایک شاخیں ہیں، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کی تعریف اقسام اور اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے (۱)۔

علم نجوم کے سلسلے میں امام شافعی کی رائے

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ستاروں کو دیکھ کر پیشین گوئی کرنے والا یہ عقیدہ

---

(۱) دیکھیے کشف الظنون ۲/۱۹۳۰-۱۹۳۲

رکھے کہ موثر تو اللہ ہی ہے، لیکن اللہ کا یہ نظام ہے کہ فلاں ستارے کی یہ حالت ہوگی تو ایسا ہوگا، تو اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔

امام شافعی کی علم نجوم میں مہارت کا ایک عجیب واقعہ

نوجوانی میں امام شافعی کو اس کا ذوق تھا اور اس میں انھوں نے بڑی مہارت پیدا کی تھی، اس کی بنیاد پر جو کہتے تھے وہ ہوتا تھا، ایک سے زائد واقعات ان کے اس سلسلے میں نقل کیے گئے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ ہے کہ ان کے ایک دوست کی ایک باندی حاملہ تھی، اس کو دیکھ کر انھوں نے کہا کہ ستائیس دن میں ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کی بائیں ران پر ایک تل (سیاہ نقطہ) ہوگا، اور چوبیس دن وہ زندہ رہے گا پھر مر جائے گا، تو بالکل ایسے ہی ہوا، اسی طرح کا بچہ ہوا اور اتنی مدت گزرنے کے بعد اس کی موت ہوگئی (۲) اس کے بعد امام شافعی نے علم نجوم کی ساری کتابیں جلا دیں اور کبھی اس سے تعلق نہیں رکھا، اس لیے کہ انھیں احساس ہوا کہ اس سے اللہ کی قدرت اور اس کے موثر حقیقی ہونے پر سے نظر ہٹ کر ستاروں کی ذاتی تاثیر کا ذہن بنتا ہے، پھر نہ صرف یہ کہ خود چھوڑ دیا، بلکہ اپنے شاگردوں کو اس سے دور رہنے کی تاکید کرتے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

---

(۱) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲/۱۰۲

(۲) دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۲۶ و توالی التاسیس ص: ۱۱۵

چودہویں فصل

امام شافعی اور علم فراست

فراست کے معنی تاڑ جانے کے ہیں، یعنی آدمی کے خدوخال اور حرکات وسکنات پر نظر کر کے حقیقت کو سمجھ لینا اور تہہ تک پہنچ جانا۔

فراست کیسے حاصل ہوتی ہے؟

یہ چیز عقل وشعور کی پختگی، حضور ذہنی اور کثرت تجربہ سے حاصل ہوتی ہے، ایک خاص ملکہ پیدا ہوتا ہے جس میں غلطی کم ہوتی ہے، اکثر اس کی بات صحیح ثابت ہوتی ہے اور اگر ایمانی نور اس میں شامل ہو جائے تو پھر کیا کہنا۔ اسی کو حدیث میں کہا گیا ہے "اتقوا فراسة المومن، فإنه ينظر بنور الله "(۱) یعنی مومن کی فراست سے ڈرو، اس لیے کہ وہ اللہ کی روشنی سے دیکھتا ہے۔

امام شافعی میں فطری طور پر جو ذکاوت تھی، اس کی وجہ سے تھوڑے سے تجربے سے یہ ملکہ حاصل ہو سکتا تھا، مگر اس کے ساتھ اس فن کی کتابیں پڑھ کر انھوں نے بڑی عجیب صلاحیت اس میں پیدا کی تھی، پھر نور ایمان نے اس کو اور چمکا دیا تھا۔

فراست کے سلسلے میں امام شافعی کے نہایت حیرت انگیز عجیب وغریب واقعات ہیں، دو چار واقعات ہم یہاں ذکر کرتے ہیں تا کہ امام شافعی کی فراست کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

امام شافعی کے شاگرد حمیدی (جو امام بخاری کے شیخ اور بڑے محدث ہیں)

---

(۱) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۱۲۷

فرماتے ہیں: میں اور امام شافعی مکے سے باہر چلے، ابطح میں ہمیں ایک شخص ملا، میں نے امام شافعی سے کہا اپنی فراست سے بتایئے کہ اس شخص کا کیا پیشہ ہے؟ انھوں نے کہا یہ شخص بڑھئی ہے یا درزی، میں نے اس سے پوچھا اس نے کہا پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا، لیکن آج کل درزی کا کام کر رہا ہوں (۱)۔

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں، ہم امام شافعی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص وہاں سے گزرا، امام شافعی نے کہا: یہ بنکر ہے یا بڑھئی، ہم نے اس کو بلوا کر پوچھا تو اس نے کہا بڑھئی ہوں، ہم نے کہا اور کچھ؟ اس نے کہا: چند لڑکے ہیں جو ہمارے یہاں بنائی کا کام کرتے ہیں۔ (۲)

صنعاء کا ایک شخص امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا، امام شافعی نے اس کو دیکھ کر پوچھا، کیا تمھارا تعلق صنعاء سے ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، پھر پوچھا: کیا تم لوہاری کا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ (۳)

امام مزنی فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں امام شافعی کے ساتھ تھا، کہ ایک آدمی آیا اور سوتے ہوئے لوگوں میں کسی کو تلاش کرنے لگا، امام شافعی نے ربیع سے فرمایا: جا کر اس سے پوچھو تمھارا سیاہ فام غلام جس کی آنکھ میں نقص ہے، کیا گم ہو گیا ہے؟ ربیع کہتے ہیں: میں نے اس سے جا کر پوچھا جو امام شافعی نے کہا تھا، اس نے کہا: جی یہی میرا غلام ہے، میں نے کہا چلو امام شافعی کے پاس، اس نے امام شافعی کے پاس آ کر پوچھا: میرا غلام کہاں ہے؟ انھوں نے کہا: جاؤ، قید خانے میں تمھیں ملے گا، وہ قید خانے پہنچا تو واقعی وہاں وہ مل گیا۔ مزنی فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے کہا کہ آپ نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا، بتایئے تو ماجرا کیا ہے؟ انھوں نے کہا: بات یہ ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ یہ شخص مسجد میں آ کر سوتے ہوئے لوگوں میں چکر لگا رہا ہے تو میں سمجھ گیا کہ یہ کسی بھاگے ہوئے کو ڈھونڈ

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۳۰

(۲) ایضاً ۲/ ۱۳۱

(۳) ایضاً

رہا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ یہ سیاہ فام لوگوں کی طرف جا رہا ہے، تو میں سمجھ گیا کہ اس کا سیاہ فام غلام بھاگ گیا ہے، اور میں نے دیکھا کہ وہ بائیں طرف جا رہا ہے تو میں سمجھا کہ اس کی بائیں آنکھ میں کوئی نقص ہے۔

میں نے کہا: یہ سب صحیح، یہ بتائیے کہ یہ آپ نے کیسے کہا کہ وہ قید خانے میں ہے؟ امام شافعی نے فرمایا: مجھے وہ بات یاد آئی جو حدیث کے طور پر بیان کی جاتی ہے کہ غلام جب بھوکے ہوتے ہیں تو شراب پیتے ہیں اور پیٹ بھرا ہوتا ہے تو زنا کرتے ہیں، تو میں سمجھ گیا کہ دونوں میں سے کوئی معاملہ ہے، چناں چہ ایسا ہی تھا۔(۱)

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ امام شافعی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: میں کتب فراست کی طلب میں یمن گیا، یہاں تک کہ میں نے یہ کتابیں لکھیں اور یاد کرلیں، واپسی کے وقت راستے میں نیلی آنکھوں اور ابھری پیشانی والا ایک شخص ملا جو اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، جس کی داڑھی ہی نہیں نکلی تھی، فرماتے ہیں: فراست کے لحاظ سے ایسے آدمی کو بہت ہی برا آدمی ہونا چاہیے، تاہم میں نے اس سے رات کے ٹھہرنے کے متعلق پوچھا، اس نے مجھے ایک گھر میں ٹھہرایا اور بڑے ہی اخلاق سے ملا، کھانا بھجوایا، گھوڑے کے لیے گھاس اور چارے کا انتظام کیا، عطر بھجوایا، بستر اور لحاف بھی عمدہ تھا، رات بھر میں کروٹیں بدلتا رہا اور سوچتا رہا، یا اللہ: میں ان کتابوں کا کیا کروں؟ اس کیفیت کے ساتھ یہ شخص ایسا شریف النفس، فراست کے بالکل خلاف معاملہ ہے!! صبح ہوئی تو میں نے غلام سے کہا، سواری تیار کرلو، سواری تیار ہوئی تو میں اس کے پاس حاضر ہو کر اس کا نہایت شکر گزار ہوا اور میں نے کہا جب کبھی مکہ تشریف لائیں تو ذی طوی میں محمد بن ادریس کا مکان دریافت کر لیجیے گا، اور وہیں تشریف لا کر قیام فرمایئے گا، اس نے کہا: میں آپ کے والد کا غلام تو نہیں؟ میں نے کہا، نا، آپ کیسی بات کرتے ہیں، اس نے کہا: کبھی آپ نے مجھ پر احسان تو نہیں فرمایا تھا؟ میں نے کہا، ایسی بھی کوئی بات نہیں، اس نے کہا، حضرت یہ

---

(۱) ایضاً ۲/ ۱۳۵، توالی التاسیس، ص ۱۱۷-۱۱۸

فرمایئے کہ میں نے رات میں آپ کو جو راحت و آرام پہنچایا اس کا کیا ہوگا؟ میں نے کہا بتایئے؟ اس نے کہا: دو درہم میں میں نے آپ کے لیے کھانا خریدا، اور اتنے ہی کا سالن، اور عطر تین درہم میں، اور آپ کے جانور کا چارہ دو درہم میں، اور بستر اور لحاف کا کرایہ دو درہم، میں نے غلام سے کہا سب کچھ دے دو، پھر پوچھا اب تو کچھ باقی نہیں ہے؟ اس نے کہا صرف گھر کا کرایہ باقی ہے، میں نے اپنے کو تنگی میں ڈال کر آپ کو آرام پہنچایا تھا، خیر میں نے یہ کرایہ بھی ادا کر دیا، امام شافعی کہتے ہیں، مجھے ان کتابوں کی وجہ سے خود اپنے اوپر رشک آرہا تھا کہ ان کتابوں سے کیسا علم حاصل ہو گیا ہے، میں نے پھر اس سے پوچھا اور تو کچھ باقی نہیں ہے؟ اس نے کہا جایئے آگے بڑھیے! اللہ تم کو رسوا کرے، میں نے تم سے برا کوئی آدمی نہیں دیکھا (۱)۔

علم میں فراست میں امام شافعی کا کتابیں لکھنا

کہتے ہیں کہ اس فن میں امام شافعی نے کتابیں بھی لکھی ہیں۔ (۲)

---

(۱) آداب الشافعی ومناقبہ ص: ۹۶-۹۷، حلیۃ الاولیاء ۹/۱۴۴ ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۳۴

(۲) دیکھیے مدارج السالکین ۲/۴۸۹

پندرہویں فصل

فنون سپہ گری اور امام شافعی

امام شافعی کو شرعی علوم کے علاوہ دوسرے تمام نظری علوم میں مہارت کے ساتھ فنونِ سپہ گری میں بھی پوری مہارت تھی، اور یہ بھی شریعت میں مطلوب ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تاکید کی گئی ہے، تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

تیراندازی میں امام شافعی کی مہارت

بہرحال، بچپن ہی میں امام شافعی نے تیراندازی میں وہ مہارت بہم پہچائی تھی کہ کوئی نشانہ خطا نہیں جاتا تھا، دس میں دسوں تیر نشانے پر لگاتے تھے، ان کا تیراندازی کا شوق حد سے فزوں تھا، فرماتے ہیں: دنیا میں میری دلچسپی کی دو ہی چیزیں تھیں: ایک تیراندازی دوسرے علم (یہ بات ان کی طالب علمی کے سلسلے میں گزر چکی ہے)

فرماتے ہیں: مجھے تیراندازی کا اتنا شوق تھا، اور اس قدر اس سے لگاؤ تھا کہ ڈاکٹر مجھ سے کہتا تھا، مجھے اندیشہ ہے کہ اتنا زیادہ دھوپ اور گرمی میں کھڑا ہونے کی وجہ سے تمہیں سل کی بیماری لاحق نہ ہو جائے۔(۱)

گھڑسواری میں امام شافعی کی مہارت

اور جہاں تک گھڑسواری کا تعلق ہے، اس میں بھی بہت کم لوگ ان کے مقابلے

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۲۸ و تاریخ بغداد ۲/ ۶۰

میں تھے، ربیع بیان فرماتے ہیں: امام شافعی تمام لوگوں میں گھڑسواری میں سب سے زیادہ ماہر اور سب سے زیادہ بہادر تھے، وہ گھوڑے کا کان پکڑتے اور گھوڑا دوڑنے لگتا، تو وہ دوڑنے کی حالت میں کود کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے۔ (۱)

اس فن میں امام شافعی کی تصنیف

امام شافعی لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے کہ ان فنون میں مہارت پیدا کریں، انھوں نے "کتاب السبق والرمی" نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے (۲) امام مزنی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب میرے لیے لکھی۔ (۳)

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۲۹

(۲) اس کا خطی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے

(۳) ایضاً

سولہویں فصل

مختلف علوم میں امام شافعیؒ کی مہارت وامامت پر معاصرین کے تاثرات

امام شافعی کو مختلف علوم میں جو مہارت بلکہ امامت حاصل تھی، مختلف عنوانات کے تحت وضاحت سے اس کا تذکرہ ہوا، اب ہم اس عنوان کے تحت ان شاگردوں اور معاصرین کے بیانات درج کرنا چاہتے ہیں، جنھوں نے مجموعی طور پر امام شافعی کے علمی کمالات کا نقشہ کھینچا ہے:

ہر پڑھا لکھا شخص امام شافعی کا ممنون - امام احمد

امام احمد نے اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: جس کے ہاتھ میں قلم اور دوات ہے اس کی گردن پر امام شافعی کا احسان ہے(۱)۔

امام شافعی کے علوم ہماری سمجھ سے بالاتر - امام مزنی

امام مزنی فرماتے ہیں: اگر ہم امام شافعی کی ہر بات سمجھتے تو طرح طرح کے علوم تم لوگوں کے سامنے پیش کرتے، لیکن ہم لوگ سمجھتے نہیں تھے، ایک صاحب نے امام مزنی سے پوچھا: امام شافعی نے ”کتاب السبق و الرمی“ آپ کو لکھوائی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں اور ہمارے علم کے مطابق اس موضوع پر ان سے پہلے کسی نے کتاب نہیں لکھی، پھر امام

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۵

مزنی فرمانے لگے، کونسا علم تھا جو امام شافعی نہیں جانتے تھے!! لیکن ہم لوگوں میں سمجھ کی کمی تھی، ہم لوگوں نے کوتاہی کی اور وہ جلد موت کے آغوش میں چلے گئے (۱)۔

امام شافعی ہر فن میں بے نظیر۔ بویطی

بویطی فرماتے ہیں، میں نے بہت لوگوں کو دیکھا، خدا کی قسم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو ان کی طرح ہو، بلکہ کسی بھی علم میں کوئی ان کے قریب نہیں تھا۔

امام شافعی علوم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ زعفرانی

زعفرانی فرماتے ہیں: امام شافعی تو ایک سمندر تھے، عموماً وہ خود شروع کر دیتے تھے، اور اگر کوئی ان سے سوال کرتا تو بس سمندر رواں دواں ہو جاتا، نیز فرماتے ہیں: ہر طرح کے شعر ان کے سامنے پڑھے جاتے تو وہ پہچان لیتے۔ (۲)

تمام علوم پر مشتمل امام شافعی کی شاندار مجلس۔ کرابیسی

حسین بن علی کرابیسی فرماتے ہیں: ایسی شاندار اور معزز کوئی مجلس میں نے نہیں دیکھی جیسی امام شافعی کی مجلس تھی، حدیث والے، فقہ والے، شعر والے سب اس میں حاضر ہوتے تھے، بڑے بڑے فقہاء اور شعراء تشریف لاتے تھے، اور سب ان سے علم حاصل کرتے اور مستفید ہوتے تھے۔ (۳)

امام شافعی ہر فن مولی۔ یونس بن عبد الاعلی

یونس بن عبد الاعلی فرماتے ہیں: امام شافعی عقل مند ترین لوگوں میں تھے، اگر سارے لوگ ان کی عقل میں ڈال دیے جائیں تو اس میں ڈوب جائیں، وہ جس فن میں زبان کھولتے تو تم کہتے کہ یہی ان کا فن ہے، اور جب تاریخ اور ایام عرب کا سلسلہ شروع

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۷۳

(۲) ایضاً ۲/۲۶۵-۲۶۶

(۳) ایضاً ۲/۲۲۶

کرتے تو تم کہتے کہ یہی ان کا فن ہے، جب شعر اور عربی زبان کے سلسلے میں گفتگو کرتے تو تم کہتے کہ یہی ان کا فن ہے، جب وہ کسی سے مناظرہ کرتے تو اس کو لا جواب کر دیتے۔ (۱)

امام شافعی ہر علم میں سب سے بڑھ کر- اسحاق بن راہویہ

امام اسحاق بن راہویہ امام شافعی سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ امام شافعی نے ہمیں اپنے قریب بلایا اور معانقہ کیا پھر تو ہم نے حدیث کے سلسلے میں باہم گفتگو کی، تو میں نے ان سے بڑھ کر جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا، پھر فقہ میں بحث کی تو ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نظر نہیں آیا، پھر قرآن کریم کے سلسلے میں مذاکرہ ہوا تو ان سے بڑھ کر قرآن کریم کا علم رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں پایا، پھر لغت کے سلسلے میں گفتگو ہوئی تو میں نے ان کو لغت کا خزانہ پایا۔ میری آنکھوں نے کبھی ان کی طرح کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (۲)

امام شافعی ہر فن میں حجت- ابن عبد الحکم

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم فرماتے ہیں: میری پیدائش ذی قعدہ ۱۸۶ھ کی ہے، اگر امام شافعی کے زمانے میں میری عمر زیادہ ہوتی تو میں ان کے پہلوؤں کے درمیان سے بہت علوم نکال لیتا، کیسا کمال تھا انھیں ہر فن میں! میں نے ھذیل کے اشعار ان سے پڑھے، جس قصیدہ کو میں شروع کر دیتا وہ شروع سے اخیر تک وہ پڑھ دیتے، یہ صرف چون سال کی عمر میں رخصت ہو گئے (۳)۔

ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا امام شافعی لغت میں حجت تھے،؟ تو انھوں نے کہا: اگر کوئی صاحب علم کسی فن میں حجت ہے تو شافعی تو ہر فن میں حجت تھے (۴)۔

محمد بن عبد الحکم ہی فرماتے ہیں: ہم نے امام شافعی کی مثال نہیں دیکھی، محدثین،

---

(۱) ایضاً ۱/ ۱۷۹

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۳۰

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۴۸

(۴) ایضاً ۱/ ۲۲۶

ناقدین حدیث اور حدیث کی پرکھ رکھنے والے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے سامنے حدیثیں پیش کرتے ، بسا اوقات ان ناقدین کے نقد کی وہ کمزوری دکھاتے اور حدیث کی پوشیدہ علتوں سے وہ انھیں واقف کراتے ، جہاں ان کی نظر نہیں گئی تھی، تو وہ بہت ہی تعجب کرتے ہوئے روانہ ہوتے ، اور ان کے پاس موافق ومخالف سب فقہ والے آتے اور جب روانہ ہوتے تو سب ان کی مہارت اور ذہانت کے معترف ہوتے ، ادب والے آتے اور شعر ان کے سامنے پڑھتے اور وہ اس کی تشریح کرتے اور مطلب واضح کرتے ، ان کو صرف قبیلۂ ھذیل کے دس ہزار اشعار اعراب ومعانی کے ساتھ یاد تھے، وہ سب سے زیادہ تاریخ کا علم رکھنے والوں میں تھے، اور ان سب پر دو چیزیں ان کی مدد کرتی تھیں، ایک وفور عقل اور دوسری دین کی سلامتی (ہر بدعت اور قابل اعتراض پہلو سے اس کی حفاظت) اور ان کے تمام معاملات کی روح اخلاص وللّٰہیت تھی ۔ (۱)

امام شافعی ہر چیز میں کامل - مامون

خلیفہ مامون رشید کا بیان ہے: امتحنت محمد بن ادريس الشافعي في كل شئي فوجدته كاملاً (توالي التأسيس ص: ٨١)

یعنی میں نے ہر چیز میں میں نے امام شافعی کا امتحان لیا تو ان کو کامل پایا۔

یحییٰ بن اکثم کا تأثر

قاضی یحییٰ بن اکثم نے ایک موقع پر ان کی عقل وفطانت اور کمالات علمی کی داد دیتے ہوئے فرمایا اگر حدیث میں بھی ان کے شیوخ کی تعداد ویسی ہوتی جیسے مشہور محدثین کے یہاں ہوتی ہے تو امت کو کسی اور عالم کی ضرورت نہ پڑتی (۲) یہ بات انھوں نے اس وقت فرمائی تھی ، جب ان سے سوال کیا گیا تھا کہ ابو عبید اور شافعی میں بڑا عالم کون ہے تو

---

(۱) کتاب الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین، ص: ۲۴۱

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۸، توالی التاسیس، ص: ۸۳

انھوں نے کہا ابو عبیدہ کو چوں کہ عربی زبان میں مہارت ہے اس لیے اگر ان کے سامنے کتابیں ہوں تو اچھی کتابیں لکھتے ہیں، مگر شافعی کا جہاں تک تعلق ہے، انھوں نے امام محمد سے بڑے مناظرے کیے، ان کی عقل و فطانت کے کیا کہنے! دماغ بہت تیز تھا، وہ بہت جلد بات سمجھ لیتے تھے، بس حدیث میں ان کے شیوخ کی تعداد زیادہ نہیں، اور ایک حدیث کے کئی کئی طرق جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا، چوں کہ محدثین کے یہاں اس کی اہمیت تھی، اگر امام شافعی بھی اس جانب توجہ کرتے تو امت کہیں اور دیکھتی ہی نہیں۔(۱)

امام شافعی کے یہاں تمام علوم کے درس کا اہتمام

وہ ان تمام علوم کا درس بھی دیتے تھے، جیسا کہ ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں:

فجر کی نماز پڑھ کر امام شافعی اپنے حلقے میں بیٹھتے تو قرآن والے خدمت میں حاضر ہوتے، جب سورج طلوع ہوتا تو وہ اٹھتے اور حدیث والے آجاتے اور حدیث کی تشریح اور معنی و مطلب ان سے دریافت کرتے، جب سورج کچھ چڑھ جاتا تو یہ حضرات اٹھتے تو اب مسائل میں غور و فکر اور مذاکرے و مباحثے کا حلقہ لگ جاتا، جب چاشت کا وقت ہو جاتا تو یہ مجلس ختم ہو جاتی، اب عربی زبان و ادب عروض، نحو اور شعر والے آتے تو برابر زوال تک یہ مجلس جاتی رہتی، پھر حضرت تشریف لے جاتے۔(۲)

مختلف علوم امام شافعی کی نظر میں

مختلف علوم پر امام شافعی نے ایک نہایت جامع تبصرہ کیا ہے، جو یاد رکھنے کے

---

(۱) یہ بات انھوں نے محل مدح میں بیان کی تھی جیسا کہ اس کے پس منظر سے بالکل ظاہر، مگر علامہ شبلی نعمانی نے اس کو علم حدیث میں امام شافعی کی کمزوری دکھانے کے لیے نقل کیا ہے اور اس تمہید کے ساتھ لکھا ہے کہ قاضی یحیٰ بن اکثم حسرت سے کہا کرتے تھے (دیکھیے سیرۃ النعمان، ص: ۹۰) دراصل انھوں نے توالی التاسیس سے یہ بات نقل کی ہے جہاں لو امعن فی الحدیث کے الفاظ ہیں، جب کہ ابن عساکر نے لو اکثر سماعا للحدیث کے الفاظ ذکر کیے ہیں اور ذہبی نے بھی اس کو نقل کیا ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۱۷) اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک ہی حدیث کے متعدد طرق یا شیوخ کی تعداد میں اضافہ اہم ہے، یا اکثر حدیثوں کا علم تفقہ کے ساتھ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ (۲) مناقب الشافعی ۲/ ۲۸۵

قابل ہے، فرماتے ہیں: من تعلم القرآن جل فی عیون الناس، من تعلم الحدیث قویت حجته ، ومن تعلم النحو هیب، ومن تعلم العربیة رق طبعه ، ومن تعلم الحساب جزل رأیه ، ومن تعلم الفقه نبل قدره ، ومن لم یصن نفسه لم ینفعه علمه : و ملاك ذلك كله التقوى (۱).

یعنی جو قرآن کی تعلیم حاصل کرے لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت بڑھ جاتی ہے ، جو حدیث کی تعلیم حاصل کرے اس کی حجت اور دلیل مضبوط ہو جاتی ہے، اور جو نحو کی تعلیم حاصل کرے تو اس کا رعب پڑتا ہے، جو عربی زبان سیکھے اس کی طبیعت میں نرمی پیدا ہوتی ہے، جو حساب سیکھے اس کی رائے پختہ ہوتی ہے، اور جو فقہ کی تعلیم حاصل کرے تو اس کا مقام بلند ہوتا ہے، اور جو اپنے کو گناہوں سے محفوظ نہ رکھے اس کے علم سے اسے کوئی فائدہ نہیں، اور سب کا جوہر اور لب لباب تقوی ہے۔

امام شافعی کے نواسے نے ان سے عرض کیا: ابا جان! میں کونسا علم حاصل کروں؟ تو انھوں نے کہا: بیٹے! جہاں تک شعر کا تعلق ہے تو وہ بلند کو پست اور پست کو بلند کرتا ہے، اور نحو کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ آدمی زبان وادب کی تعلیم دینے والا بن جائے گا، اور اگر فرائض میں ترقی کر کے انتہا کو پہنچے تو آدمی حساب کا معلم ہو جائے گا جہاں تک حدیث کا تعلق ہے اس کی خیر و برکت زندگی کے آخری وقت میں ظاہر ہوتی ہے، اور جہاں تک فقہ کی بات ہے تو وہ جوان بوڑھے سب کے لیے مفید ہے، اور وہ علم کا سردار ہے۔ (۲)

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۲۳ نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۸۲ و تاریخ دمشق ۱۳/۳ و ۵۱/۴۰۹، بعض روایتوں میں جل فی عیون الناس کے بجائے عظمت قیمته ہے اور العربیة کے بجائے اللغة ہے اور تعلم کے بجائے نظر فی ہے۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۲۴-۱۲۵

سترہویں فصل

امام شافعی کا زہد، ورع، تقوی، عبادت اور اخلاق وصفات

علم کا مقصد اور اس کے لازمی نتائج

امام شافعی کے علمی کمالات کا تذکرہ مکمل ہوا، لیکن علم کے ساتھ عمل نہ ہو، اور خشیت الٰہی میں اضافہ نہ ہو تو اس کا کچھ حاصل نہیں، بلکہ یہ علم الٹے وبالِ جان بن جائے گا، علم صرف ذریعہ ہے، خشیت اس کا مقصود اور عمل اس کا نتیجہ ہے، جیسے جیسے آدمی علم میں آگے بڑھتا ہے اللہ کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے، اور معرفت کا لازمی نتیجہ خشیت ہے، اور خشیت، اخلاص کے ساتھ کثرتِ عبادت عمل صالح کی محرک ہے، اور اللہ کی معرفت کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی اس پر عیاں ہو جاتی ہے، اور اسی کے ساتھ دنیا کی محبت ختم ہو جاتی ہے، زہد اسی کا نام ہے، اور خشیت کا استحضار رہے تو آدمی پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے اور یہی ورع کی بنیاد ہے، اور اللہ کی معرفت اس کی محبت کی متقاضی ہے، اور اس کی محبت اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک پر آمادہ کرتی ہے، اور یہیں سے اخلاق جنم لیتے ہیں، اور نرم خوئی، ہم دردی، غم خواری اور جود وسخا سمیت اس کی تمام شاخیں پھوٹتی ہیں، اللہ کی عظمت کا احساس اور اپنی بے حقیقی پر نظر رہے تو عجب اور کبر کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور تواضع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اپنے عدم استحقاق کے ساتھ اس کی نعمتوں کی فراوانی کو دیکھے تو اس کا رویاں رویاں جذباتِ شکر سے معمور ہو جاتا ہے، اس کی محبت کو سوچے اور اس کی رضا مندی پیش نظر رہے تو اس کی آزمایشوں پر صبر آجاتا ہے، اللہ ہی اللہ اس کے دماغ پر چھا

جائے، اس کی محبت اور خشیت قلب وفکر میں سما جائے تو بندہ توکل کی چوٹی سر کر لیتا ہے، اور اب وہ محبوب خدا ہو جاتا ہے۔

یہ سب نتیجہ ہے علم کا، اگر آدمی حصول علم میں مخلص اور رضاے الٰہی کا طالب ہو تو یہ ساری کیفیات بآسانی پیدا ہو جاتی ہیں، بلکہ یہ سب علم کے لازمی نتائج ہیں، علماے سلف میں دس بیس نہیں، سینکڑوں مثالیں اس کی پائی جاتی ہیں، ہمارے علماے سلف جن کا آج نام زندہ ہے وہ علمی کمالات کے ساتھ زہد وورع کی بلندیوں اور ذوق عبادت کی چوٹیوں پر تھے، امام شافعی کو چوں کہ علمی میدان میں امتیاز خاص حاصل تھا، اس لیے زہد و ورع اور خشیت و عبادت کے میدان میں بھی وہ خصوصی امتیاز کے حامل تھے، اس سلسلے کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی اس لیے ہم نمونے کے طور پر اختصار کے ساتھ کچھ باتیں بیان کرتے ہیں۔

زہد، ورع اور تقویٰ کیا ہے؟

زہد کہتے ہیں دنیا میں بے رغبتی اور اس سے بے تعلقی کو، دنیا برتنے کے ساتھ اس میں جی نہ لگانا اور استغنا کے ساتھ زندگی گزارنا زہد ہے۔

اور ورع پرہیزگاری کو کہتے ہیں، یعنی حرام ہی سے نہیں مشتبہات سے بھی دور رہنا، ذاتی زندگی کے عام معاملات میں اپنے اوپر سختی اور تنگی کرنا اور مباح سے بھی فائدہ نہ اٹھانا اور جواز کے باوجود اجتناب کرنا اس خوف سے کہیں گناہ نہ ہو جائے۔

اور تقوی یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور جلال کے تصور سے اس کی نافرمانی سے بچنا اور نتیجتاً اس کی طاعت اور عبادت میں پوری کوشش صرف کرنا۔

بچپن سے امام شافعی کی نمایاں دینداری

امام شافعی کی زندگی کا ہم جائزہ لیں اور ان کے حالات دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت میں ذہانت وفطانت اور علمی رسوخ کے ساتھ وقار و متانت اور مزاج میں صالحیت تھی، آپ کے بچپن کے تمام اساتذہ نے اس کی شہادت دی

ہے۔ حمیدی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ ہوں یا مسلم بن خالد زنجی، سعید بن سالم ہوں (سعید بن سالم القداح، ابن جریج کے شاگردوں میں اور مکہ کے مشہور محدثین میں تھے، امام شافعی کے اساتذہ میں سے ہیں، باوجود یہ کہ ابن عیینہ ان سے ہر لحاظ سے بڑے تھے مگر انھوں نے ان سے روایت کی ہے، تقریباً ۱۹۵ھ میں انتقال ہوا (۱)۔

اسی طرح مکہ کے دوسرے شیوخ، سب آپ کے مداح تھے، وہ سب بچپن ہی سے آپ کو خوب جانتے تھے، آپ ان سب کے نزدیک عقل و ذہانت اور دین داری اور اخلاق میں سب سے فائق تھے، اور وہ سب حضرات کہتے تھے کہ ہم نے ان میں بچوں کی سی حرکتیں یا اخلاقی کمزوری کی کوئی بات نہیں دیکھی (۲) پھر جیسے جیسے وہ علم و فضل میں آگے بڑھتے گئے، زہد و ورع، تقوی و عبادت اور اخلاق و کردار میں ترقی کرتے گئے، ان کے زہد و ورع اور تقوی کا ثبوت ان کے عمل سے بھی ملتا ہے اور ان کے اقوال سے بھی اس کو سمجھا جا سکتا ہے، معاصرین نے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں نے اس کی شہادت دی ہے۔

زہد، ورع اور تقوے سے متعلق امام شافعی کے اقوال زرّیں

ہم پہلے ان کے اس طرح کے اقوال کی کچھ جھلکیاں پیش کرتے ہیں پھر ان کی عملی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

فرمایا: طلب فضول الدنيا عقوبة عاقب الله بها أهل التوحيد (۳).

(ضرورت سے زائد دنیا کی طلب مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے دی ہوئی سزا ہے)

فرمایا: لأن الدنيا عِلق يباع في السوق لما اشتريته برغيف لما أعلم فيه من الافات (ایضاً)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹/ ۳۱۹، یا عبد المجید بن عبد العزیز (عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی روّاد المکی، شیخ حرم، ابن جریج کی احادیث کے سب سے بڑے عالم، عبادت و خشوع میں بے نظیر تھے، امام شافعی کے اساتذہ میں ہیں ۲۰۶ھ میں انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ۹/ ۴۳۴)

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۴۲-۲۴۳

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۶۹

(اگر دنیا کوئی نفیس چیز ہوتی جو بازار میں بک رہی ہوتی تو میں ایک سوکھی روٹی کے بدلے بھی اس کو نہ خریدتا، اس لیے کہ اس میں مجھے بڑی آفتیں معلوم ہوتی ہیں)

اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان مرادی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یا ربیع علیك بالزهد ، فالزهد على الزاهد احسن من الحلى على الناهد.(۱)

(ربیع: زہد اختیار کرو، زاہد کے لیے زہد اس سے زیادہ اچھا لگتا ہے جتنا نوجوان خوبصورت عورت کے لیے زیور)

فرمایا: من غلبت عليه شدة الشهوة لحب الدنيا لزمته العبودية لأهلها، ومن رضى بالقنوع زال عنه الخضوع. (۲)

جس پر دنیا کی محبت کا شدید غلبہ ہوتا ہے اسے دنیا والوں کی غلامی کرنی پڑتی ہے اور جو قناعت پر راضی ہو جاتا ہے اسے کسی کے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں پڑتی)(۳)۔

فرمایا: خير الدنيا والاخرة فى خمس خصال : غنى النفس ، و كف الاذى ، و كسب الحلال، و لباس التقوى ، و الثقة بالله عز وجل على كل حال. (٤)

(دنیا و آخرت کی بھلائی پانچ باتوں میں ہے: دل کا استغنا، کسی کو تکلیف پہنچانے سے بچنا، حلال کمائی، تقوی اور ہر حال میں اللہ پر توکل)

فرمایا: أجهل الناس من ترك يقين ما عنده لظن ما عند الناس.(٥)

(سب سے نادان ہے وہ شخص جو لوگوں کے پاس موجود چیز کے وہم سے اپنے پاس موجود یقینی چیز کو چھوڑ دے)

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۳۰، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۷۱، تاریخ دمشق ۵۱/۳۹۴

(۲) مناقب الشافعی ۲/۱۷۰

(۳) لا شيئى ازين بالعلماء من الفقر و القناعة والرضاء بهما (الطبقات الكبرى للشعرانى ص :٧٧

(۴) ایضاً

(۵) الکواکب الدریۃ للمناوی ۱/۴۰۷

فرمایا: أنفع الذخائر التقوی و أضرها العدوان.(۱)

(سب سے نفع بخش خزانہ تقوی ہے اور سب سے مضر ظلم و زیادتی ہے)

فرمایا: من صدق الله نجا ، و من أشفق علی دینه سلِم من الردی ، و من زهد فی الدنیا قرت عیناه بما یری من ثواب الله تعالی غدا.(۲)

(جو اللہ سے سچائی کا معاملہ رکھے وہ نجات پائے گا، جو اپنے دین کے معاملے میں ڈرتا ہے وہ ہلاکت سے محفوظ رہے گا، اور جو دنیا میں زہد اختیار کرے، کل اللہ کا ثواب دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی)

فرمایا: الدنیا دحض مزلة و دار مذلة ، عمرانها إلی الخراب صائر ، وساکنها للقبور زائر ، شملها علی الفرقه موقوف ، و غناها إلی الفقر مصروف، الإکثار فیها إعسار، و الاعسار فیها یسار ، فافرغ الی الله تعالی ، وارض برزق الله ، لا تستسلف من دار بقائك فی دار فنائك فان عیشك فیء زائل، و جدار مائل ،أکثر علی عملك و قصر من املك.(۳)

(دنیا پھسلنے کی جگہ ہے اور ذلت کا گھر ہے، اس کی آبادی ویرانی کی طرف گامزن اور اس کے رہنے والے قبر کے مہمان ہیں ، اس کا اتحاد پارہ پارہ ہونے والا اور اس کی تونگری فقر سے دوچار ہونے والی ہے، اس کی دولت تنگی اور اس کی تنگی کشادگی ہے، پس اللہ کا سہارا لو اور اس کی روزی پر رضا مند رہو، اس فنا ہونے والے گھر میں باقی رہنے والے گھر کے قرض کا مطالبہ نہ کرو (یعنی اخرت میں جن نعمتوں کے ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے دنیا میں اس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش مت کرو) تمھاری یہ دنیاوی زندگی ڈھلتی چھاؤں اور گرتی دیوار ہے، عمل زیادہ کرو اور تمناؤں اور خواہشات میں کمی کرو)

فرمایا: کن فی الدنیا زاهدا ، وفی الآخرة راغبا، و اصدق الله فی جمیع

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۲۲ و مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۷۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۷۶

(۳) ایضاً ۲/۱۷۸

أمورك تنج بها مع الناجين غدا.(۱)

(دنیا میں زاہد بنو اور آخرت کے حریص، اپنے تمام معاملات میں اللہ سے سچائی کا معاملہ رکھو، کل نجات پانے والوں کے ساتھ تم بھی نجات حاصل کرلوگے)

فرمایا: من احب أن يفتح الله قلبه و يرزقه الحكمة فعليه بالخلوة، و قلة الاكل و ترك مخالطة السفهاء و بغض أهل العلم الذين ليس معهم إنصاف و لا أدب.(۲)

(جو چاہتا ہو کہ اللہ اس کا دل کھول دے اور اسے حکمت عطا کرے تو اسے چاہیے کہ خلوت اختیار کرے اور کھانا کم کھائے اور کم عقل اور نادان لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرے، اور ان اہل علم سے دوری اختیار کرے جن کے یہاں انصاف اور ادب نہیں)

فرمایا: من احب أن يفتح الله له قلبه أو ينوره فعليه بترك الكلام فيما لا يعنيه، و ترك الذنوب، و اجتناب المعاصي، و يكون له فيما بينه و بين الله خبية من عمل، فإنه إذا فعل ذلك فتح الله عليه من العلم ما يشغله عن غيره، و إن في الموت و ذكره لاكثر الشغل.(۳)

(جو چاہتا ہو کہ اللہ اس کا دل کھول دے اور باطن منور کردے تو اسے چاہیے کہ لایعنی باتیں چھوڑ دے اور گناہوں سے دور رہے، اور اس کے اور اللہ کے درمیان ایسا عمل ہو جو لوگوں سے مخفی ہو، جب وہ ایسا کرے گا تو اللہ اس پر ایسا علم منکشف کردے گا جو دوسری چیزوں سے اس کی توجہ ہٹادے گا، اور موت کو یاد کرنے میں دوسری چیزوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے)

وہ زاہد کو سب سے زیادہ عقل مند قرار دیتے تھے، اس لیے کہ دنیا کی حقیقت کو وہ سمجھتا ہے، اس لیے اس میں جی نہیں لگاتا، یہاں تک فرماتے تھے، لو أوصى رجل بشئ لأعقل الناس صرف إلى الزهاد.(٤)

---

(۱) ایضاً ۲/۱۷۶ (۲) ایضاً ۲/۱۷۲

(۳) ایضاً ۲/۱۷۱ (۴) تہذیب الاسماء واللغات ۱/۵۵، تذکرۃ السامع والمتکلم ص: ۳۵، وسیر اعلام النبلاء ۱۰/۹۸ نیز دیکھیے مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۸۳-۱۸۴

(یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں وصیت کرے کہ یہ سب سے زیادہ عقل مند کو دی جائے تو زاہدوں کو دی جائے گی)

فرمایا: لا عيب بالعلماء أقبح من رغبتهم فيما زهّدهم الله فيه، و زهدهم فيما رغّبهم فيه. (۱)

(علماء کے لیے اس سے بڑا کوئی عیب نہیں کہ وہ اس چیز میں دلچسپی لیں جس میں جی نہ لگانے کے لیے اللہ نے کہا تھا، اور اس چیز میں بے رغبتی ظاہر کریں جس میں اللہ نے ان کو جی لگانے کے لیے کہا تھا)۔

فرمایا: زينة العلم الورع و الحلم. (۲)

(علم کی زینت ورع اور بردباری ہے)

فرمایا: التواضع يورث المحبة، و القناعة تورث الراحة. (۳)

(تواضع محبت کو فروغ دیتی ہے اور قناعت راحت کا سبب ہوتی ہے)

فرمایا: من لم تعزه التقوى فلا عزله. (٤)

(تقوی جس کو عزت نہ دے اس کے لیے کوئی عزت نہیں، یعنی جس کی عزت کا سبب تقوی نہ ہو اس کی عزت کی کوئی حیثیت نہیں، نہ اس میں پائیداری ہوتی ہے)

فرمایا: اشد الاعمال ثلاثة: الجود من قلة، و الورع في خلوة، و كلمة الحق عند من يرجي و يخاف. (٥)

(تین کام سب سے مشکل ہیں: کم ہونے کے باوجود جود و سخا سے کام لینا، تنہائی کی حالت میں ورع اختیار کرنا، جس سے امید ہو یا خوف ہو، بہر صورت سب کے سامنے حق بات کہنا)

---

(۱) تھذیب الاسماء واللغات ۱/۵۴

(۲) ایضاً

(۳) الکواکب الدریۃ ۱/۲۰۷

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۶۸ و تاریخ دمشق ۵۱/۳۹۷

(۵) صفۃ الصفوۃ، ص: ۳۹۲

فرمایا: انك لا تـقـدر أن تُرضی الناس كلهم فأصلح ما بينك و بين الله ثم لا تبال بالناس. (۱)

(تم سب لوگوں کو راضی نہیں رکھ سکتے، تو تم اپنے اور اللہ کے درمیان معاملات کو درست کرلو، پھر لوگوں کی پروانہ کرو)

فرمایا: ترك العبادة ذنب مستحدث. (۲)

عبادت چھوڑنا ایسا گناہ ہے جو ہوتا رہتا ہے۔

اصمعی امام شافعی کا یہ قول نقل کرتے ہیں: أصـل الـعـلـم : التثبت، و ثمرتـه: السـلامة ، و أصـل الورع : القناعة ، و ثمرته : الراحة ، وأصل الصبر : الحزم ، و ثـمـرتـه : الـظـفـر، و أصـل العمل : التوفيق، و ثمرته : النجح ، و غاية كل امر : الصدق (تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۸)

(علم کی بنیاد تحقیق ہے اور اس کا فائدہ سلامتی یعنی خطرات اور گناہوں سے حفاظت ہے، ورع کی بنیاد قناعت ہے اور اس کا فائدہ راحت ہے، صبر کی بنیاد دوراندیشی ہے، اور اس کا فائدہ مقصد کا حصول ہے، عمل کی بنیاد توفیق ہے اور اس کا فائدہ کامیابی ہے اور ہر امر کا مقصد صدق وصفائی ہے)

اس کے علاوہ امام شافعی کے طلب علم، حسن اخلاق، سخاوت، مروت اور دیگر موضوعات سے متعلق دسیوں حکیمانہ اقوال ہیں، جن کو یہاں بیان کرنے سے بڑی طوالت ہو جائے گی، اور وہ ہمارے موضوع سے بھی خارج ہیں۔

اب دیکھیے عملی لحاظ سے اس سلسلے میں امام شافعی کا کیا حال تھا:

امام شافعی کی راتیں

امام شافعی نے رات تین حصوں میں تقسیم کی تھی، پہلے حصے میں لکھنے کا کام کرتے

---

(۱) توالی التاسیس ص: ۱۳۶

(۲) ایضاً

تھے اور دوسرے حصے میں نماز پڑھتے تھے اور تیسرے حصے میں آرام کرتے تھے (۱)۔

ربیع کہتے ہیں کہ میں بہت راتیں امام شافعی کے گھر آرام کر چکا ہوں، وہ رات میں بہت کم سوتے تھے۔ (۲)

ان کی نماز کی کیفیت

کرابیسی کہتے ہیں: اسّی راتیں میں نے امام شافعی کے ساتھ گزاری ہیں، وہ رات میں تقریباً ایک تہائی حصہ نماز پڑھتے تھے،، پچاس آیتیں اور زیادہ سے زیادہ سو آیتیں پڑھتے تھے، رحمت والی کوئی آیت آتی تو اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے رحمت کی دعا کرتے تھے، اور عذاب والی کوئی آیت آتی تو اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے عذاب سے پناہ مانگتے اور نجات کی دعا کرتے، گویا امید اور خوف دونوں چیزیں ان کے لیے ایک ساتھ جمع کی گئی تھیں۔ (۳)

امام شافعی کی نمازِ کی کیفیت پیچھے گزر چکی ہے، نیز ان کے چچازاد بھائی ابراھیم بن محمد فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بہتر نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، بات یہ ہے کہ انھوں نے نماز مسلم بن خالد زنجی سے سیکھی اور مسلم نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے عطاء سے اور عطاء نے عبداللہ بن الزبیر سے اور عبداللہ بن الزبیر نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔ (۴)

ان کا خوف وخشیت

ان پر خوفِ خدا کا غلبہ رہتا تھا، نوجوانی ہی سے ان کی یہ کیفیت تھی، یہ قصہ پیچھے

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۵، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۵۷ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۵۷

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۵۸ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۱

(۴) حلیۃ لاولیاء ۹/ ۱۳۵

گزر چکا ہے کہ نوجوانی میں جب وہ حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس درس میں تھے اور ایک رقت انگیز حدیث آئی تو ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ (۱)

حج میں بھی ان پر خوف وخشیت کی کیفیت غالب رہتی تھی، ربیع کہتے ہیں: ہم نے امام شافعی کے ساتھ حج کیا، وہ کسی بلندی پر چڑھتے یا وادی میں اترتے تو روتے جاتے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے:

یا راکبا قف بالمحصب من منی   واهتف بقاعد خیفها و الناهض
سحرا اذا فاض الحجیج الی منی   فیضا کملطتم الفرات القابض
ان کان رفضا حب آل محمد   فلیشهد الثقلان انی رافضی(۲)

ان کی خلوت گزینی

کبھی کبھی یکسوئی کے لیے خلوت اختیار کر لیتے تھے۔ (دیکھیے حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۴)

غالباً اس کا محرک یہ ہوتا تھا کہ لوگوں سے اختلاط کی وجہ سے قلب پر جو میل آ جاتا ہے اس کی صفائی ہو، بہت سے اہل اللہ کا یہ معمول رہا ہے کہ لوگوں سے مسلسل اختلاط کے بعد کچھ دنوں کے لیے یکسوئی کی خاطر وہ خلوت اختیار کر لیتے تھے۔

ان کی تلاوت

جہاں تک تلاوتِ قرآن کا تعلق ہے تو وہ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، یعنی ہر مہینے تیس ختم اور رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں جو پڑھتے تھے یہ اس کے علاوہ ہے۔ (۳)

مگر ابن ابی حاتم اور ابونعیم کی روایت میں صراحت ہے (اور وہ روایت بھی ربیع

---

(۱) دیکھیے ص:....

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۵۸ نیز دیکھیے تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۱۷

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۵۸، صفۃ الصفوۃ ص: ۳۹۴

ہی کی ہے) کہ رمضان مبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ ختم کرتے تھے۔ (۱)

مصر کے کچھ فقہاء سحر کے وقت امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کے سامنے مصحف کھلا ہوا تھا، فرمانے لگے: تم لوگوں کو فقہ کی مشغولیت نے قرآن سے غافل کر رکھا ہے، مگر میں عشاء کی نماز پڑھتا ہوں اور قرآن کھولتا ہوں تو پھر صبح تک اس کو بند نہیں کرتا۔ (۲)

ذمہ داریوں سے پہلے کثرت عبادت کی تاکید

فرماتے تھے کہ کسی کام کی ذمہ داری یا صدارت ملنے سے پہلے جتنی عبادت کرسکے کرلینی چاہیے، اس لیے کہ پھر زیادہ عبادت کرنے کا موقع نہیں ملتا، الفاظ یہ ہیں:

تعبد قبل أن ترأس ، فإنك إن ترأس لم تقدر أن تتعبد. (۳)

امام شافعی کا زہد

امام شافعی کا زہد بہت بڑھا ہوا تھا، جب داڑھی کے بال پکنے لگے تو عصا لینا شروع کیا، لوگوں نے کہا کہ آپ کمزور تو نہیں ہیں پھر عصا کی کیا ضرورت؟ فرمایا: تاکہ مجھے یاد رہے کہ اس دنیا میں میری حیثیت مسافر کی ہے۔ (۴)

فرماتے تھے کہ سولہ سال ہوئے میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، ایک دفعہ کھایا تھا تو فوراً قے کرلی، اس لیے کہ اس سے بدن میں سستی اور دل میں سختی پیدا ہوتی ہے، عقل و سمجھ میں کمی آتی ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور عبادت میں سستی ہوتی ہے۔ (۵)

فرماتے تھے: میں فقر سے مانوس ہو چکا ہوں، یہاں تک کہ اب اس سے مجھے

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۷۴، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۴

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۶۰

(۳) الکامل لابن عدی ۱/ ۱۱۶

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۷۰، الکواکب الدریۃ ۱/ ۲۰۴

(۵) آداب الشافعی، ص: ۷۸، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۷، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۱۶-۱۱۷، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۴

وحشت نہیں ہوتی، اس لیے فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی فقر و افلاس سے نہ گھبرائے، میں تین دفعہ مفلسی کا شکار ہو چکا ہوں پھر کشادگی ہوئی۔ (۱)

امام شافعی کا ورع اور پرہیزگاری واقعات کی روشنی میں

ایک دفعہ فرمایا: میں فقر سے کبھی نہیں گھبرایا، مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ مجھ پر ایسا گزرا ہے کہ گوندھا ہوا پتلا آٹا کھا کر اوپر سے پانی پی لیتا تھا۔ (۲)

اس زہد کے ساتھ مزاج میں بہت نفاست تھی، ربیع فرماتے ہیں: اگر تم امام شافعی کو دیکھتے ان کے کپڑوں کا حسن، ان کی نظافت اور فصاحت کو دیکھتے تو تمھیں تعجب ہوتا۔ (۳)

امام شافعی زہد کے ساتھ ورع میں بھی بہت آگے تھے، ان کے ورع کے متعدد واقعات ان کے سیرت نگاروں نے لکھے ہیں:

امام شافعی کو مکہ مکرمہ جانا تھا تو انھوں نے نہایت عمدہ قیمتی بغدادی کپڑے دھلنے کے لیے دھوبی کو دیے، آگ لگ گئی تو دھوبی کی دکان اور کپڑے سب جل گئے، وہ کچھ لوگوں کو لے کر امام شافعی کے پاس آیا وہ ان لوگوں کے ذریعے امام شافعی سے سفارش کروا کے تاخیر کی معذرت کرنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کپڑوں کی قیمت ادا کرے۔ امام شافعی نے کہا کہ دھوبی کو ضامن بنانے کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے اور مجھے اس کی ضمانت کے سلسلے میں اطمینان نہیں ہے، اس لیے میں ضمانت میں تم سے کچھ بھی نہیں لے سکتا۔ (۴)

امام شافعی کے شاگرد حارث بن سُریج بیان کرتے ہیں: میں امام شافعی کے ساتھ ہارون رشید کے ایک خادم کے پاس گیا، وہ ایسے کمرے میں تھا، جس میں ایک قسم کا

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۲۸-۱۲۹، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۷

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۲۹

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۸۶

(۴) آداب الشافعی ص: ۶۰، ۷، مناب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۶۳، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۶

ریشم بچھا ہوا تھا، جب امام شافعی نے چوکھٹ پر قدم رکھا تو اس پر نظر پڑی، پچھلے پاؤں لوٹ آئے اور اندر داخل نہیں ہوئے، خادم نے کہا تشریف لائیے تو انھوں نے کہا اس کا بچھانا جائز نہیں، تو خادم مسکراتے ہوئے اٹھا اور دوسرے کمرے میں داخل ہوا جس میں ارمنی کپڑا (جو ایک نہایت عمدہ اور قیمتی کپڑا تھا) بچھا ہوا تھا، تو امام شافعی داخل ہوئے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا یہ حلال ہے اور وہ حرام تھا، یہ اُس سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ قیمتی ہے، خادم مسکرا کر خاموش رہا۔ (۱)

امام شافعی کے مشہور شاگرد امام مجتہد ابو ثور بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی نے سفر کا ارادہ کیا، ان کے ساتھ کچھ پیسے تھے، وہ اتنے سخی تھے کہ کسی چیز کو روکنا ان کے لیے مشکل تھا، تاہم میں نے عرض کیا، بہتر ہے کہ ان پیسوں سے آپ مکہ میں کوئی جائے داد خرید لیں، جو آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لیے کام آئے گی، جب واپس تشریف لائے تو میں نے اس سلسلے میں ان سے دریافت کیا، تو فرمانے لگے، مکے میں مجھے کوئی جائے داد ایسی نہیں ملی جس کو خریدنا میرے لیے ممکن ہو، اس لیے کہ میں اس کی زمین کی اصلیت جانتا ہوں، اکثر حرم شریف کے لیے وقف ہے، البتہ ہم نے منی میں ایک خیمہ لگا دیا ہے جو ہمارے دوستوں کے کام آئے گا، جب حج کریں گے تو اس میں اترا کریں گے۔

ابو ثور کہتے ہیں کہ جب انھوں نے دیکھا کہ گویا مجھے اس کا کچھ احساس ہوا ہے تو یہ اشعار پڑھے:

اذا اصبحت عندی قوت یومی   فخل الھم عنی یا سعید
ولا تخطر ھموم غدٍ ببالی   فإن غدا لہ رزق جدید
أُسلّم إن اراد اللّٰہ امراً   و أترك ما أرید لما یرید (۲)

(میری صبح اس حال میں ہو جائے کہ میرے پاس آج کے دن کی روزی موجود

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/۳۹۵، آداب الشافعی، ص: ۷۶ وحلیۃ الاولیاء ۹/۱۲۶، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۶۵

(۲) آداب الشافعی، ص: ۷۷-۷۸ مع الحاشیۃ، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۲۴ تاریخ دمشق ۵۱/۳۹۵، وتوالی التاسیس، ص: ۱۲۰

ہے تو اے نیک بخت مجھ سے فکر معاش کو دور رکھ، کل کی روزی کی فکر میرے دل میں سوار نہ ہو جائے، اس لیے کہ کل کے لیے نیا رزق مقدر ہے، اللہ جب کوئی فیصلہ کرے تو میں اس کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں اور مرضی مولی کی خاطر اپنی مرضی چھوڑ دیتا ہوں)

امام شافعی کے نواسے اپنی والدہ یعنی امام شافعی کی صاحبزادی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک خاتون ہمارے گھر آئی، امام شافعی آرام کر رہے تھے، اس عورت کے ساتھ ایک بچہ تھا، وہ باتیں کرنے لگیں اتنے میں بچہ رونے لگا، امام شافعی کا بڑا رعب تھا، اس نے گھبرا کر بچے کے منھ پر ہاتھ رکھا اور جلدی سے باہر نکل گئی، کہ کہیں امام شافعی کی آنکھ نہ کھل جائے، جب امام شافعی بیدار ہوئے تو میری والدہ نے ان سے کہا: آج تو آپ ایک کی جان ہی لے رہے تھے! ان کا رنگ بدل گیا اور انھوں نے تعجب سے پوچھا کیا بات؟ والدہ نے پورا قصہ بتایا تو انھوں نے قسم کھائی کہ کچھ دن تک وہ قیلولہ نہیں کریں گے، جب تک کہ چکی ان کے سر کے پاس نہ چلائی جائے، تو جب وہ قیلولہ کرتے تو چکی ان کے سرہانے چلائی جاتی۔ (۱)

ماورد ایک قسم کا عطر تھا، مگر امام شافعی اس کا استعمال صرف اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ اس میں نشہ آور چیز کی بو آتی تھی۔ (۲)

امام شافعی پانی کے استعمال میں بھی بہت احتیاط کرتے تھے، کم سے کم پانی استعمال کرتے تھے، ان کے شاگرد محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بڑھ کر ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو کم سے کم پانی میں پورا وضو کر لیتا ہو۔ (۳)

بویطی فرماتے ہیں: خدا کی قسم امام شافعی میرے نزدیک ورع و پرہیز گاری میں سب سے بڑے تھے۔ ان تمام لوگوں سے بھی بڑھ کر جن کی ورع کی نسبت کی جاتی ہے۔ (۴)

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۷۵، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۶۸، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۶

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۶۷-۱۶۸، نیز آداب الشافعی، ص: ۲۱۳۔ ماورد سے ماء الورد (گلاب کا پانی) مراد ہے یعنی جس کے نکالنے میں بعض نجس الکوہل سے مدد لی جاتی تھی۔

(۳) آداب الشافعی، ص: ۵۹ و مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۷۹ (۴) ایضاً ۲/ ۱۷۱

امام شافعی کی عبادت ومجاہدے اور زہد و ورع کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ان کے شاگرد امام مزنی جوان کے شاگردوں میں کثرتِ عبادت اور زہد و ورع میں خاص امتیاز کے حامل تھے، وہ اس کو امام شافعی کی صحبت کا اثر سمجھتے تھے، فرماتے تھے: انا خلق من اخلاق الشافعی (۱)۔ یعنی میں امام شافعی کے مزاج وعادات کا ایک حصہ ہوں۔

امام شافعی کا توکل

توکل جو اہل اللہ کی خاص پہچان ہے، امام شافعی کو اس کا حصۂ وافر عطا ہوا تھا، مکے میں جائے داد خریدنے کے سلسلے میں جو واقعہ مذکور ہوا اس سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے جس میں انھوں نے فرمایا تھا کہ آج کی روزی موجود ہو تو فکر معاش کی کوئی ضرورت نہیں، کل کا مالک اللہ ہے۔

اور یہ واقعہ بھی دیکھیے: جب امام شافعی مصر تشریف لائے تو وہاں کے ایک بہت بڑے عالم عبداللہ بن عبدالحکم جو امام مالک کے نہایت ممتاز شاگرد اور بڑے فقیہ اور مفتی تھے، انھوں نے امام شافعی سے کہا: اگر آپ اس شہر میں رہنا چاہتے ہیں تو ایک سال کی خوراک کا انتظام ہونا چاہیے اور حاکم کے یہاں رسائی جس سے آپ کو عزت حاصل ہو، تو امام شافعی نے ان سے کہا، تقوی جس کی عزت کا سبب نہ ہو تو اس کی عزت کچھ بھی نہیں، میری پیدائش غزہ میں ہوئی اور حجاز میں پرورش، ہمارے پاس ایک رات کی خوراک بھی نہیں تھی، مگر کبھی بھوکے نہیں سوئے۔ (۲)

توکل کے سلسلے میں ان کے متعدد اشعار بھی ہیں، مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہوں: فرماتے ہیں:

توکلت فی رزقی علی اللہ خالقی   و أیقنت ان اللّٰہ لا شك رازقی
وما یك من رزقی فلیس یفوتنی   ولو کان قاع البحار الغوامق
سیأتی بہ اللّٰہ العظیم بفضلہ   ولو لم یکن منی اللسان بناطق

---

(۱) مناقب الشافعی ۲/۳۵۱، وطبقات الشافعیہ الکبری ۲/۹۴

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۶۸، توالی التاسیس، ص: ۱۲۱

ففي أيّ شيئ تذهب النفس حسرة　　وقد قسم الرحمن رزق الخلائق(۱)

امام شافعی کے اخلاق عالیہ

جو نبوی مزاج جتنا حامل ہوتا ہے، اخلاق کی ویسی ہی بلند چوٹی پر نظر آتا ہے، امام شافعی چوں کہ نبوی مزاج میں ڈھلے ہوئے تھے اس لیے اخلاق کی نہایت بلندی پر تھے، خود ان کا قول ہے: زينة العلماء التقوى، و حليتهم حسن الخلق، و جمالهم كرم النفس(۲).

(علماء کی زینت تقوی ہے، ان کا زیور حسن اخلاق ہے، اور ان کا جمال عالی ظرفی اور شرافت نفس ہے)

ربیع فرماتے ہیں: امام شافعی اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والے تھے، چھوٹے بڑے ہر کسی کا اکرام کرتے تھے اور اس کو کنیت سے پکارتے تھے۔

نیز ربیع فرماتے ہیں: امام شافعی حسین چہرے والے اور بہترین اخلاق والے تھے، امام شافعی کے وقت جتنے فقہاء، امراء اور معززین مصر میں تھے، سب آپ سے محبت کرتے تھے، ہر کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ کی عظمت کرتا تھا۔(۳)

امام شافعی کے ایک عظیم شاگرد قحزم بن عبداللہ الأسوانی (جن کا امام شافعی کے شاگردوں میں سب سے اخیر میں انتقال ہوا ہے یعنی ۲۷۱ھ) فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بارعب کوئی عالم نہیں دیکھا جس کا دور سے اتنا رعب پڑتا ہو، اور قریب سے مل کر دیکھیں تو اتنا زیادہ وہ اچھا سلوک کرنے والا اور لحاظ رکھنے والا ہو بالخصوص اجنبی کے ساتھ(۴)۔

---

(۱) دیوان الامام الشافعی، ص۳۰۲

(۲) توالی التأسیس (ص: ۱۳۵)، مناوی نے الکواکب الدریۃ (۱/۲۰۴) میں یہ قول نقل کیا ہے، اس کے شروع میں زينة العلماء التوفيق ہے۔

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۸۵، ۲۸۶

(۴) ایضاً ۲/۲۸۶-۲۸۷

امام شافعی کی مروت

اخلاق جب بلند ہوتے ہیں تو طبعاً مروت میں بھی اضافہ ہوتا ہے،، چوں کہ امام شافعی کے اخلاق نہایت عالی تھے، اس لیے ان کی مروت بھی سب سے بڑھی ہوئی تھی، اتنی زیادہ مزاج میں مروت تھی کہ لوگوں نے اتنی مروت کسی میں دیکھی ہی نہیں۔

بویطی فرماتے ہیں کہ مکہ والے قریش کے قبائل اور تمام عرب قبائل کے لوگ کہتے تھے کہ انھوں نے امام شافعی سے بڑھ کر مروت والا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

اس کے بعد بویطی کہتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک مروت سے مراد نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی پیروی ہے۔(۱)

امام شافعی کا قول ہے: المروءة عفة الجوارح عما لا يعنيها (۲) یعنی مروت یہ ہے کہ اعضاء جوارح کو نامناسب باتوں سے دور رکھا جاے۔

ایک دفعہ فرمایا: للمروءة اربعة اركان : حسن الخلق ، و السخاء ، و التواضع، والنسك. (۳)

مروت کے چار ستون ہیں: حسن اخلاق، سخاوت، تواضع اور عبادت۔

اور خود ان کی مروت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی، فرماتے تھے اگر مجھے لگے کہ ٹھنڈا پانی پینے سے میری مروت میں کچھ کمی آئے گی تو میں ٹھنڈا پانی نہ پیوں۔(۴)

امام شافعی کی سخاوت

اہل اللہ کی خاص صفت جود وسخا بھی ہے، یہ حسن اخلاق کا ایک اہم جزء ہے، اس لیئے کہ

---

(۱) ایضاً ۲/ ۲۸۵

(۲) ایضاً ۲/ ۱۸۸

(۳) ایضاً ۲/ ۱۸۸

(۴) آداب الشافعی ص: ۶۴، مناقب للبیہقی ۲/ ۱۸۷-۱۸۸ وحلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۲۴، ۱۲۶ و الانتقاء ص: ۱۵۰، صفۃ الصفوۃ ص: ۳۹۴

حسن اخلاق عبارت ہے خندہ پیشانی، نرم خوئی، جود وسخا، حسن سلوک، ہم دردی اور غم خواری سے۔

امام شافعی کے جود وسخا کا جو حال تھا اس کی مثالیں تاریخ میں کم سے کم ملیں گی، ان کے شاگردوں نے ان کی سخاوت کے حیرت انگیز قصے نقل کیے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر ہم ان کے تمام واقعات کا ذکر کریں تو خود ایک رسالہ ہو جائے گا، اس لیے ہم چند واقعات پر اکتفا کرتے ہیں، جن سے ان کے جود وسخا اور دریا دلی کی کیفیت کا اندازہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

عمرو بن سواد (وفات: ۲۴۵ھ) جو امام مسلم کے شیوخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: امام شافعی سب سے زیادہ سخی تھے، خواہ درہم و دینار کا معاملہ ہو یا اشیائے خورد و نوش کا، مجھ سے خود انھوں نے بیان کیا کہ تین دفعہ ایسی صورت حال پیش آئی کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا، مجھے اپنی چھوٹی بڑی سب چیزیں بیچنی پڑیں، یہاں تک کہ بیٹی اور بیوی کے زیور تک میں نے بیچ دیے اور کبھی رہن نہیں رکھا۔ (۱)

بویطی کہتے ہیں امام شافعی کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کوئی چیز وہ اپنے پاس روک نہیں پاتے تھے۔ (۲)

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں: امام شافعی کے پاس جو چیز بھی ہوتی اس کو خرچ کرنے میں وہ سب سے سخی تھے، وہ ہمارے گھر سے گزرتے اور میں نہ ملتا تو کہہ جاتے کہ محمد آجائیں تو کہنا کہ گھر آئے وہ جب تک نہیں آئیں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا، میں کبھی جاتا اور کھانے میں شریک ہوتا تو لونڈی سے کہتے کہ فالودہ بناؤ، جب تک وہ نہ بناتی، دستر خوان سامنے سے نہ اٹھواتے، پھر ہم لوگ کھانا کھاتے۔ (۳)

ابو ثور فرماتے ہیں: امام شافعی سب سے سخی اور سب سے زیادہ خرچ کرنے

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۹۴، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۷۷، ۱۳۲، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۲۱-۲۲۲، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۷، جس پس منظر میں انھوں نے یہ بات یہاں کی ہے اس سے سمجھنا مشکل نہیں کہ خرچ کرتے کرتے نوبت یہاں تک پہونچی تھی۔

(۲) آداب الشافعی، ص: ۹۴، حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۳۲

(۳) آداب الشافعی، ص: ۹۳-۹۴، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۲، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۲۲ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۰۳

والوں میں تھے، پکانے میں ماہر ایک باندی انھوں نے خرید لی تھی، جو کھانا پکانا اور اچھا حلوا بنانا جانتی تھی، یہ شرط لگائی تھی کی کہ وہ اس کے قریب نہیں جائیں گے (۱)، صرف اسی لیے باندی خریدی تھی کہ دوستوں اور شاگردوں کے تقاضے پورا کریں۔ ہم سے فرماتے تھے دیکھو میں نے ایک باندی خریدی ہے، وہ تمھارے تقاضے بہتر طریقے سے پورے کر سکتی ہے، تو ہمارے کچھ ساتھی اس سے کہتے تھے آج یہ بناؤ، ہم لوگ جو چاہتے تھے اس کو حکم دیتے تھے اور امام شافعی اس سے خوش ہوتے تھے۔ (۲)

خلیفہ ہارون رشید بلکہ ان کی زوجہ زبیدہ بھی امام شافعی کی خدمت میں ہدایا و تحائف بھیجتے رہتے تھے، مگر وہ ان کو اپنے پاس نہیں رکھتے تھے، فوراً تقسیم کر دیتے تھے۔

ہرثمہ جو جو ہارون رشید کے خاص سپہ سالاروں اور مصر کے امراء میں تھا، اس نے ایک دفعہ امام شافعی سے کہا: امیر المؤمنین ہارون رشید نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور پانچ ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا ہے، چناں چہ اس نے پانچ ہزار دینار آپ کے گھر پہنچائے، اسی وقت امام شافعی نے حجام کو بلوا کر بال بنوائے اور اسے پچاس دینار دیے، اور کئی تھیلیوں میں یہ دینار باندھے اور یہاں ان کے پاس جو قریشی لوگ موجود تھے اور مکے میں جو تعلق والے قریشی تھے سب میں یہ دینار تقسیم کروائے، جو گھر لوٹے تو سو دینار بھی ان کے پاس نہیں بچے تھے۔ (۳)

بویطی کہتے ہیں کہ زبیدہ عمدہ اور منقش کپڑوں کی گٹھریاں امام شافعی کی خدمت میں بھیجتی تھیں، مگر امام شافعی ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (۴)

حمیدی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی صنعاء آئے، ان کے لیے خیمہ لگایا گیا، ان کے ساتھ دس ہزار دینار تھے، کچھ لوگوں نے آ کر سوال کیا، خیمہ جب ہٹایا گیا تو ان کے

---

(۱) ان دنوں بواسیر کی وجہ سے انہیں تکلیف تھی، عورتوں سے صحبت ممکن نہیں تھی۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۲۲ وحلیۃ الاولیاء ۹/۱۳۳ و تاریخ دمشق ۵۱/۴۰۳

(۳) آداب الشافعی ومناقبہ ص: ۹۵-۹۶، حلیۃ الاولیاء ۹/۱۳۱-۱۳۲، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۲۶

(۴) حلیۃ الاولیاء ۹/۱۴۲، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۳۶

پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں تھا۔(۱)

صنعاء سے مکہ آئے، دس ہزار دینار ایک کپڑے میں بندھے ان کے پاس تھے، تو انھوں نے مکہ کے باہر خیمہ لگایا، لوگ آتے تھے اور وہ تقسیم کرتے تھے، جب تک سب ختم نہیں ہوا، وہاں سے نہیں ہٹے۔(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ یمن سے مکہ تشریف لائے، بیس ہزار دینار ان کے ساتھ تھے، شہر میں داخل ہونے سے پہلے باہر خیمہ لگایا اور سب تقسیم کرکے وہاں سے اٹھے۔(۳)

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے شادی کی، امام شافعی نے پوچھا کتنا مہر باندھا؟ میں نے کہا تیس دینار، پوچھا: کتنا ادا کرچکے ہو؟ میں نے کہا چھ دینار، تو گھر گئے اور ایک توڑا میرے پاس بھیجا، دیکھا تو اس میں چوبیس دینار تھے۔(۴)

امام مزنی بیان کرتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بڑھ کر سخی کوئی آدمی نہیں دیکھا، میں عید کی رات مسجد سے ان کے ساتھ نکلا، ایک مسئلے میں ان سے مذاکرہ کررہا تھا، یہاں تک کہ ان کے گھر کے دروازے تک پہنچا، وہاں پہنچے تو ایک غلام پیسوں سے بھری تھیلی لے کر ان کے پاس آیا اور کہا میرے آقا سلام عرض کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تھیلی آپ قبول فرمائیں، انھوں نے لے کر رکھ لیا، اتنے میں ایک آدمی جو درس میں شریک ہونے والوں میں تھا آیا اور اس نے عرض کیا رات میرے بچہ پیدا ہوا ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں، تو آپ نے وہ پوری تھیلی اس کے حوالے کی، گھر میں داخل ہوئے تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔(۵)

ربیع ایک قصہ بیان کرتے ہیں: امام شافعی بواسیر کے مرض میں تھے،، ان کی ایک

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۰۱

(۲) مناقب الشافعی للبیهقی ۲/ ۲۲۰، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۰

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۰۱، توالی التاسیس، ص: ۱۲۳

(۴) آداب الشافعی، ص: ۹۳، حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۳۲، الانتقاء: ۱۵۱

(۵) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۲

گدی تھی جس پر بیٹھتے تھے، جب سوار ہوتے تو میں گدی اٹھائے پیچھے چلتا تھا، تو وہ گھر کی طرف جا رہے تھے، اسی حال میں ایک شخص نے پرچا بڑھایا جس میں لکھا تھا میں ایک سبزی فروش ہوں، میری کل پونجی ایک درہم ہے اور میں نے شادی کی ہے اور رخصتی ہوئی ہے، اور بس یہی ایک درہم ہے، آپ مدد فرمائیں۔ امام شافعی نے مجھ سے کہا: ربیع! اس کو تیس دینار دو اور میری طرف سے اس سے معذرت کرنا، میں نے کہا اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے، اسے تو دس درہم کافی تھے، امام شافعی نے کہا چھوڑو بھائی! تیس دینار بھی اس کے کیا کام آئیں گے؟ بیوی کے جہیز میں دینا ہے اور یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے، چلو دو اس کو۔ (۱)

ربیع ہی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام شافعی کی رکاب ٹھیک کی تو مجھ سے کہا: ربیع! اس کو چار دینار دے دو اور میری طرف سے معذرت کر دو۔ (۲)

مزنی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام شافعی کے ساتھ تھا، ہم پہاڑ کی طرف نکلے وہاں ایک شخص عربی کمان لے کر نشانہ لگا رہا تھا، امام شافعی اس کو دیکھتے کھڑے ہو گئے، وہ اچھا تیر انداز تھا، کئی نشانے اس نے ٹھیک لگائے۔ امام شافعی نے اس کو بڑی مبارک باد دی اور مجھ سے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا تین دینار ہیں، انھوں نے کہا یہ اسے دو اور میری طرف سے معذرت کرنا کہ اس وقت اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (۳)

بازار سے گزر رہے تھے کہ کوڑا گر گیا، ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر اٹھایا اور اپنی آستین سے پوچھ کر امام شافعی کے حوالے کیا تو امام شافعی نے اسے سات یا نو دینار دے دیے۔ (۴)

محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں: امام شافعی ہمارے گھر تشریف لائے، اور مجھ سے کہا اس سواری پر سوار ہو جاؤ، میں سوار ہوا تو مجھ سے کہا آگے بڑھا کے پیچھے ہٹا کے دیکھو، میں نے کیا، تو فرمانے لگے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑی مہارت سے کر رہے ہو، تو لو یہ

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۴۰۰

(۲) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۰، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۲۰، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۸

(۳) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۸، توالی التاسیس، ص: ۱۲۲

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۲۱ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۹

تمھارے لیے ہے۔ (۱)

امام شافعی نے ایک لاکھ میں اپنی جاے داد بیچی اور سارا پیسہ مکے میں تقسیم کردیا۔ (۲)

وہ اپنے گھر والوں پر بھی بڑی کشادگی کے ساتھ خرچ کرتے تھے، جیسے بڑے بڑے تاجر اور مالدار لوگ خرچ کرتے ہیں۔ (۳)

ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کوئی مانگتا تو فوراً جتنا وہ مانگتا دے دیتے، اس وقت نہ ہوتا تو گھر لوٹ کر اس کے یہاں بھیج دیتے، ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ربیع فرماتے ہیں: امام شافعی کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص ان سے کچھ مانگتا تو مانگنے والے سے شرما کر ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا، اور جتنا مانگتا فوراً دے دیتے، ایک دن وہ سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا، تو ان کا رنگ بدل گیا، اور اس سے پوچھا تم کہاں ہو گے کہ میں تمھاری ضرورت بھر تمھارے پاس بھیج دوں؟ تو جب گھر لوٹے تو جو کچھ اس نے مانگا تھا اس کے پاس بھیج دیا۔ ربیع کہتے ہیں: ہم نے بہت سے سخی لوگوں کے بارے میں سنا، خود ہمارے یہاں مصر میں سخی لوگوں کی ایک جماعت تھی، مگر امام شافعی کی طرح سخی ان کے زمانے میں نہ کہیں دیکھا نہ سنا۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ اہل یمن میں سخاوت ہوتی ہے۔ ربیع یہ بات بیان کر کے حمیدی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کہاں مقابلہ اہل یمن کی سخاوت کا امام شافعی کی سخاوت سے؟ وہ لوگ زائد مال میں سخاوت کرتے تھے اور امام شافعی سارا کا سارا مال خرچ کر دیتے تھے۔ (۴)

کوئی دن ایسا نہ گزرتا کہ وہ کچھ صدقہ نہ کرتے ہوں، رات میں صدقہ کرتے اور رمضان میں خاص طور پر صدقے کا اہتمام کرتے تھے، پیسے بھی دیتے اور کپڑے بھی، فقراء

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۲۳

(۲) ایضاً ۲/۲۲۴

(۳) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۸۵ و توالی التاسیس، ص: ۱۲۳

(۴) ایضاً ۲/۲۳۵ نیز توالی التاسیس، ص: ۱۲۲

اور کمزور لوگوں کو تلاش کر کے صدقہ کرتے اور جس سے بھی کوئی پہچان ہوتی اس کے بارے میں معلوم کرتے اور ان سب لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے۔ (۱)

عبادت و حسن خلق کی ان کیفیات کی وجہ سے اولیاء اللہ پر لکھنے والے تقریباً تمام مصنفین نے اپنی کتابوں میں آپ کا قدرے تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں، ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ میں، ابن الاثیر نے المختار من مناقب الاخیار میں، شعرانی نے الطبقات الکبری میں اور مناوی نے الکوکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

تمام باتوں میں کامل اتباع سنت

الغرض عبادت و تلاوت سے لے کر حسن اخلاق کے تمام پہلوؤں میں وہ کامل اتباعِ سنت کی کوشش کرتے تھے، فقہی اجتہادات میں جہاں ان کے سب سے زیادہ متبعِ سنت ہونے کی شہادت امام احمد اور امام اسحٰق بن راہویہ وغیرہ نے دی ہے۔ وہیں نماز کے خشوع اور تلاوت کی کیفیت میں بھی وہ سنت سے قریب تر تھے (۲)، اسی طرح اخلاق کے تمام گوشوں میں سنت کا پورا عکس ان میں نظر آتا ہے۔ بلکہ تقریباً انھی الفاظ کے ساتھ ان کے معاصرین اور شاگردوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے جن الفاظ کے ساتھ صحابہ نے آپ ﷺ کی کیفیت بیان کی ہے، یہاں تک کہ رعب میں آپ کی تقریباً وہی کیفیت تھی کہ دور سے کوئی دیکھے تو مرعوب ہو جائے، اور قریب آ کر ملے تو محبت کرنے لگ جائے جیسا کہ آپ ﷺ کی کیفیت صحابہ نے بیان کی ہے۔

اسی وجہ سے اہل اللہ آپ کو زمانے کا سب سے بڑا ولی قرار دیتے تھے جیسا کہ علماء سب سے بڑا عالم آپ کو سمجھتے تھے۔

---

(۱) مناقب الشافعی ۲/۲۸۴ نیز توالی التاسیس، ص: ۱۲۳

(۲) جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اپنے زمانے کے اہل اللہ سے ربط و تعلق

اپنے زمانے کے عابدین و زاہدین سے بھی آپ کا خصوصی ربط تھا، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے، جن میں خاص طور پر شیخ ادریس بن یحییٰ الخولانی (۱)۔

صوفیہ کی صحبت اور ان سے اخذ کردہ فوائد

فرماتے ہیں: میں نے صوفیہ کی صحبت اختیار تو ان سے مجھے دو باتوں کا فائدہ ہوا، الوقت سیف فان قطعته و إلا قطعك، و نفسك ان لم تشغلها بالحق و إلا شغلتك بالباطل (۲).

یعنی وقت ایک تلوار ہے اگر تم نے اس کو نہیں کاٹا یعنی صحیح کاموں میں صرف نہیں کیا تو وہ تم کو کاٹ کر رکھ دے گا، یعنی غلط کاموں میں ڈال دے گا جس سے تمھاری تباہی لازمی ہوگی، دوسری بات یہ کہ اگر اپنے نفس کو تم نے حق میں مشغول نہیں رکھا تو وہ تم کو باطل میں مشغول کر دے گا۔

تصوف کی بنیاد امام شافعی کی نظر میں

اور تصوف کی بنیاد انھوں نے ایک لفظ میں بیان کی ہے، اسس التصوف علی الکسل (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۷، یعنی تصوف کی بنیاد سستی پر ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ جب

---

(۱) ادریس بن یحییٰ الخولانی اپنے زمانے کے بڑے زاہدین میں تھے، امام ذھبی نے ان کا تذکرہ اس طرح شروع کیا ہے، الامام القدوۃ الزاهد شیخ مصر .... احد الأبدال، کان یشبّه ببشر الحافی فی فضله و تأهله، اور یونس کا یہ قول نقل کیا ہے، مارأیت فی الصوفیة عاقلاً سواہ، وفات ۲۱۱ھ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۱۲۵-۱۲۶ نیز حلیۃ الاولیاء ۸/ ۳۱۹) کا ذکر آتا ہے۔ (دیکھیے آداب الشافعی، ص: ۶۳ و حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۳۵، مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۵۹-۱۶۰، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۹۳

(۲) مدارج السالکین ۳/ ۱۲۹، اس کو نقل کر کے ابن قیم لکھتے ہیں: یا لهما من کلمتین ما أنفعهما و أجمعهما و أدلهما علی علو همة قائلهما و یقظته، و یکفی فی هذا ثناء الشافعی علی طائفة هذا قدر کلماتهم.

لوگوں میں سستی اور عبادتوں میں غفلت پیدا ہوئی، تو کچھ اہل اللہ نے مجاہدوں کا طریقہ شروع کیا، تاکہ ریاضت سے نفس عبادت کا عادی ہو جائے، اور دنیا کی حقیقت جان کر اس سے بے تعلق ہو جائے، یہی تصوف کی حقیقت ہے، بعد میں تصوف کے بعض حلقوں میں جو غیر شرعی چیزیں داخل ہوئیں، اہل اللہ کا تصوف اس سے بری ہے، حقیقی تصوف سے اس کا کوئی تعلق نہیں، تصوف دراصل وہی ہے جس کو قرآن میں "تزكية" اور حدیث میں "احسان" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، لفظ کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی، بالکل ایسے ہی جیسے "ایمان اور عقیدہ" کے الفاظ ہیں، قرآن وحدیث میں ایمان کا لفظ استعمال ہوا ہے، بعد میں "عقیدہ" کا لفظ اس کی جگہ استعمال ہونے لگا، اور بعض حلقوں میں عقیدے کے نام پر بہت سی چیزیں داخل کی گئیں، جن سے سلف بری تھے، اہل حق کے نزدیک عقیدے سے وہی مراد ہے جو ایمان ہے، لفظ کے بدلنے سے حقیقت نہیں تبدیل ہوتی)

بہر حال وہ اپنے زمانے میں علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی بھی سب سے بلند چوٹی پر تھے۔

امام شافعی قطبِ وقت

اہل تصوف کی یہاں ایک اصطلاح "قطب" کی استعمال ہوتی ہے، ان کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخصیت ہے جو پوری دنیا میں روحانیت کے سب سے اونچے مقام پر ہوتی ہے، اور ایک وقت میں ایک ہی ہوتی ہے، اس کا انتقال ہوتا ہے تو دوسری شخصیت اس کی جگہ لیتی ہے۔

جس طرح کسی فن کا ماہر ہی اس فن کے ماہر کو پہچانتا ہے، اسی طرح روحانیت سے جس کا تعلق ہوتا ہے وہی اس میدان کے ماہرین کو پہچانتا ہے، اور یہ ایک فطری بات ہے، چناں چہ اس میدان کے ایک نہایت ماہر عارف کبیر شیخ ابوالحسن شاذلی (علی بن عبداللہ المغربی المتوفی ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام شافعی اپنے زمانے کے قطب تھے، انتقال

سے پہلے وہ قطبیت کے مقام پر فائز ہو چکے تھے (۱)۔

سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر متبع سنت

اوپر کی تفصیل سے یہ بات پوری طرح سامنے آ چکی ہے کہ امام شافعی اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر متبع سنت تھے، فکری و نظری لحاظ ہی سے نہیں بلکہ عملی لحاظ سے بھی آپ سے بڑا متبع سنت کوئی نہیں تھا، تاہم اس بات کو ہم چند غیبی اشاروں کا ذکر کرتے ہوئے مزید موکد کر کے ختم کرنا چاہتے ہیں۔

چند مبشرات

انھوں نے بچپن ہی میں ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر علم میں امامت اور اتباع سنت کی توفیق سے کی گئی تھی، فرماتے ہیں: بچپن کا زمانہ تھا اور میں مکہ مکرمہ میں تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک باوقار و بارعب شخص مسجد حرام میں لوگوں کی امامت کر رہے ہیں، نماز سے فراغت کے بعد وہ لوگوں کو تعلیم دینے لگے، میں نے قریب جا کر ان سے گزارش کی کہ مجھے بھی کچھ سکھلایئے، انھوں نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالی اور یہ کہتے ہوئے مجھے پیش کی کہ یہ تمھارے لیے ہے، امام شافعی فرماتے ہیں: وہاں خواب کی تعبیر بتانے والے ایک صاحب تھے، میں نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، انھوں نے کہا تم علم میں درجۂ امامت پر فائز ہو گے اور صحیح راستے اور سنت کے طریقے پر قائم رہو گے، اس لیے کہ مسجد حرام کے امام تمام ائمہ سے افضل اور اور سب سے بڑھ کر ہیں (ان سے علم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم علم میں سب سے بڑھ جاؤ گے اور کعبہ حق کا مرکز ہے اس لیے اس کی نسبت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم صحیح راستے پر رہو گے) اور میزان کا مطلب یہ ہے کہ تم ہر چیز کی حقیقت جان لو گے آگے پیچھے نہیں ہو گے بالکل ٹھیک اور سیدھی راہ پر قائم رہو گے۔ (۲)

---

(۱) یافعی نے مرآۃ الجنان (۲/۱۳) میں اپنی سند سے ان کی یہ بات نقل کی ہے۔

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۹۹

اور ایسے خواب بھی دیکھے تھے، جن میں دنیا بھر میں ان کی شہرت اور ان کے علوم کی اشاعت اور ان کی فصاحت بیان کے واضح اشارے تھے۔ (۱)

انتقال سے کچھ پیشتر اور انتقال کے وقت بھی کچھ ایسے خواب دیکھے گئے جن سے اس کی مزید تاکید ہوتی ہے:

امام شافعی کے مشہور و محبوب شاگرد ربیع مرادی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے انتقال سے چند دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا، صبح کو میں نے تعبیر دینے والے سے تعبیر پوچھی تو انھوں نے بتایا: جلد ہی دنیا کا سب سے بڑا عالم رخصت ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا وعلم آدم الاسماء کلها ، تو حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کا مطلب سب سے زیادہ علم رکھنے والے کا انتقال ہے، چند دن نہیں گزرے تھے کہ امام شافعی کا انتقال ہو گیا۔ (۲)

ربیع ہی نے ایک اور خواب بیان کیا ہے اپنا نہیں، عزیزی کا، ربیع کہتے ہیں کہ عزیزی (۳) ایک عبادت گزار شخص تھے، انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس رات امام شافعی کا انتقال ہوا ہے اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آج رات رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا ہے، اور فلاں جگہ غسل دیا جا رہا ہے اور یہ بھی مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ جنازہ عصر بعد اٹھایا جائے گا، صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ رات امام شافعی کا انتقال ہو گیا ہے اور جنازہ جمعہ بعد اٹھایا جائے گا، مجھے یاد آیا کہ خواب میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ جنازہ عصر بعد اٹھایا جائے گا، تھوڑی ہی دیر بعد امیر مصر کی طرف سے اعلان ہوا کہ جنازہ عصر بعد اٹھایا جائے، میں جنازے میں شریک ہوا، اور میں نے وہی چارپائی دیکھی جو مجھے

---

(۱) دیکھیے مناقب الشافعی ۱/ ۹۸ و مرآۃ الجنان ۲/ ۱۸

(۲) المجموع ۱/ ۲۴، مرآۃ الجنان ۲/ ۲۰

(۳) یہ کون ہے معلوم نہیں ہو سکا، نیز دیکھیے شیخ عبد الغنی عبد الخالق کا حاشیہ آداب الشافعی و مناقبہ ص ۵۵

خواب میں نظر آئی تھی۔ (۱)

خواب میں رسول اللہ ﷺ کا انتقال دیکھنا سب سے بڑے متبع سنت کے انتقال کی طرف اشارہ ہوتا ہے (۲)۔

تواضع وانکساری

تواضع عالم ربانی کے نمایاں اوصاف میں سے ہے، وہ اپنی حیثیت پر نظر کرتا ہے اور اللہ کے احسانات کو دیکھتا ہے اور اس کی عظمت اور استغنا کا خیال کرتا ہے تو اس کا سر تواضع سے جھک جاتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ینبغي للفقیه أن یضع التراب علی رأسه تواضعاً للّٰہ، و شکرا للّٰہ. (۳)

(عالم وفقیہ کو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے سر پر مٹی رکھنی چاہیے)

نیز فرماتے ہیں: التواضع من أخلاق الکرام، و التکبر من شیم اللئام. (٤)

(تواضع شریف لوگوں کی طبیعت ہے اور تکبر کم ظرف اور گھٹیا لوگوں کی خصلت ہے)

یہ بھی ان کا قول ہے: أرفع الناس قدراً من لا یری قدره، و أکثر الناس فضلاً من لا یری فضله. (٥)

وہ آدمی سب سے بلند مقام والا ہے جو اپنے مقام پر نظر نہ کرے، اور سب سے باکمال

---

(۱) آداب الشافعی ص: ۵۵-۵۶، حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۰۱، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۳۲ وتوالی التاسیس، ص: ۱۸۲-۱۸۳

(۲) اورنگ زیب نے ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تعبیر دینے والے نے یہ تعبیر بتائی کہ آج رات سب سے بڑے متبع سنت کا انتقال ہو گیا ہے، خبر آئی کہ رات شاہ علم اللہ کا انتقال ہو گیا ہے کمالِ اتباع سنت ان کا نمایاں وصف تھا، دیکھیے تذکرہ شاہ علم اللہ حسنی، ص: ۹۲ از مولانا محمد الحسنی، نیز مجالس حسنہ (مجالس مولانا علی میاں) مرتبۂ راقم، ص: ۴۳۳

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۵۳

(۴) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۲۰۰

(۵) ایضاً ۲/ ۲۰۱

وہ شخص ہے جو اپنے کمال کو نہ دیکھے، یعنی آدمی اپنے فضل وکمال کو دیکھے گا دوسروں کے ساتھ حقارت آمیز یا ناروا سلوک کرے گا، اور اگر اپنے کو افضل نہ سمجھے تو سب کے ساتھ تواضع سے پیش آئے گا۔

اتنے بڑے امام مجتہد جن کے اسی وقت ہزاروں معتقد تھے اور برملا ان کو دوسرے تمام علماء پر ترجیح دیتے تھے اور جو خود بھی دلیل میں کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑے، ان کی تواضع کا یہ حال تھا کہ سب سے کہہ رکھا تھا کہ اگر میری باتیں تمھاری عقل میں نہ آئیں تو ماننا کوئی ضروری نہیں، الفاظ یہ ہیں: كل ما قلت لكم فلم تشهد عليه عقولكم و تره حقاً فلا تقبلوه ، فإن العقل مضطر إلى قبول الحق (١).

یعنی جو بھی میں نے تم سے کہا ہے اگر تمھاری عقلیں اس کی شہادت نہ دیں اور اس کو حق نہ سمجھیں تو اس کو قبول مت کرو، اس لیے کہ عقل حق قبول کرنے کے لیے مجبور ہے۔

وہ اپنے شاگردوں کو پورا حق دیتے تھے کہ جو چاہیں ان سے بحث کریں، شاگردوں سے بحث کے بعد بھی ان پر اپنی فوقیت نہیں جتاتے تھے، بلکہ اپنے برابر قرار دیتے تھے۔

یونس بن عبد الاعلی ان کے مشہور شاگردوں میں ہیں، کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک مسئلے میں ان سے بحث کی، بحث ختم ہوئی اور ہم لوگ اپنے اپنے گھر گئے، پھر امام شافعی مجھ سے ملے تو میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: يا ابا موسى ألا يستقيم أن نكون اخواناً و إن لم نتفق في مسئلة.(٢)

(کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم بھائی بھائی بن کر رہیں اگرچہ ایک مسئلے میں بھی ہم متفق نہ ہوں)

اور ان کی تواضع کی یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ امام احمد سے (جو ان کے خاص شاگرد تھے) انھوں نے کہا تھا کہ چوں کہ آپ کی نظر حدیث پر ہم سے زیادہ ہے، اس لیے کوئی نئی حدیث معلوم ہو جائے تو ہمیں ضرور بتانا۔

اور ان کی یہ بات تو نہایت مشہور ہے کہ جب حدیث صحیح ملے تو میری بات کا کوئی اعتبار نہیں، تم کہیں نہ دیکھو حدیث لو اور میری بات چھوڑ دو، ان کی یہ بات مختلف الفاظ میں

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۶۸ و حلیۃ الاولیاء ۹/۱۲۴

(۲) تاریخ دمشق ۵۱/۳۰۲

ان کے متعدد شاگردوں نے نقل کی ہے۔ (۱)

اخلاص اور بے نفسی

ان کے اخلاص کی انتہا دیکھیے فرماتے ہیں: مـا نـاظـرت احداً فـأحببت أن یخطئ (۲) ابن حبان نے احداً کے بعد قط کا لفظ بھی ذکر کیا ہے۔

یعنی میں نے کبھی کسی سے مناظرہ نہیں کیا جس میں میری خواہش یہ رہی ہو کہ اس سے غلطی ہو جائے۔ (۳)

کرابیسی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا: مـا نـاظـرت أحـداً قـط إلا أحببـت أن یـوفّق او یسدّد و یعان ، ویکون علیه رعایة من اللّٰه و حفظ ، وما ناظرت أحداً إلا ولـم أبال بیّن اللّٰه الحق علی لسانی او لسانه(٤).

یعنی میں نے کسی سے بھی کبھی مناظرہ کیا ہے، تو میری خواہش یہی رہی کہ اللہ اس کو توفیق دے اور اس کی رہنمائی فرمائے اور اس کی مدد کرے اور وہ اللہ کی توجہ اور حفاظت میں رہے، اور کسی سے مناظرہ کرنے میں مجھے کبھی اس کی پروا نہیں رہی کہ اللہ حق میری زبان سے ظاہر کرے یا اس کی زبان سے۔

اور اخلاص کے سلسلے میں ان کی یہ بات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے: وددت أن الناس تعلموا هذه الکتب ولـم ینسبوها إلیّ(٥).

---

(۱) دیکھیے آداب الشافعی، ص: ۶۸-۷۰ ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۷۲-۴۷۶ وتاریخ دمشق ۵۱/۳۸۶-۳۹۰

(۲) آداب الشافعی، ص: ۶۸ وصحیح ابن حبان ۵/۳۹۹ وحلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۱۸ ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۷۴ و تاریخ دمشق ۵۱/۳۸۳-۳۸۴

(۳) بیہقی نے اور متعدد الفاظ نقل کیے ہیں: ماناظرت احداً قط علی الغلبة، ماناظرت احداً علی الغلبة إلا عـلـی الحق عندی ، ماکلمت احداً إلا ولم ابال بیّن اللّٰه الحق علی لسانی او علی لسانه ، ما ناظرت قط إلا علی النصیحة (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۷۳-۱۷۴)

(۴) حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۱۸، توالی التاسیس، ص: ۱۱۴

(۵) صحیح ابن حبان ۵/۳۹۹) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: لـو ددت أن الـخلق تعلمه ولـم ینسب الیّ منه شیٔ أبداً (آداب الشافعی، ص: ۶۸، الانتقاء، ص: ۱۳۸-۱۳۹ نیز حلیۃ الاولیاء (۹/ ۱۱۸) ومناقب الشافعی ۱/۱۷۳

یہ روایت ربیع کی ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ جو کتابیں میں نے لکھی ہیں، میری خواہش ہے کہ لوگ ان کو سیکھیں اور علم حاصل کریں اور میری طرف اس کا ایک حرف بھی منسوب نہ کیا جائے۔

حسن بن عبدالعزیز الجروی (وفات: ۲۵۷ھ) جو بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، ان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: و ما في قلبي من علم إلا وددت أنه عند كل أحد ، ولا ينسب إلي (۱).

یعنی میرے قلب میں جو علم ہے میری خواہش ہے کہ ہر کسی کے پاس وہ علم ہو، اور میری طرف اس کو منسوب نہ کیا جائے۔

اور حرملہ نے ان الفاظ میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے:

وددت أن كل علم أعلمه يعلمه الناس أوجر عليه ولا يحمدوني (۲).

یعنی میری خواہش ہے کہ جو بھی میں جانتا ہوں لوگ بھی اس کو جانیں اور مجھے اس پر اجر ملے اور میری تعریف نہ کریں۔

امام شافعی کی یہ تینوں باتیں یعنی اذا صح لكم الحديث عن رسول الله ﷺ فخذوا به ودعوا قولي ، اور ما ناظرت احداً قط فأحببت أن يخطئ اور وددت أن الناس تعلموا هذه الكتب ولم ينسبوها اليّ ، ان کے بارے میں مشہور محدث ابن حبان دعوی کرتے ہیں کہ اس طرح کی باتیں ان سے پہلے کسی نے نہیں کہیں اور اگر بعد میں کسی نے کہیں تو اس کی اصل امام شافعی ہی کی بات ہے، فرماتے ہیں: ان للشافعي ثلاث كلمات ما تكلم بها أحد في الإسلام قبله ، ولا تفوّه بها أحدا بعده إلا والمأخذ فيها كان عنه (۳).

---

(۱) آداب الشافعی، ص: ۶۸ ومناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۷۴

(۲) آداب الشافعی، ص: ۶۸ وحلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۹

(۳) صحیح ابن حبان ۵/۴۹۸

امام مزنی ایک دن امام شافعی کی خدمت میں پہنچے، اس وقت وہ تصنیف کا کام کر رہے تھے، امام مزنی کو احساس ہوا کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے تلامذہ بہت کتابیں لکھ رہے ہیں اور بڑی محنت کر رہے ہیں، اور امام شافعی امراض کی وجہ سے نہیں کر پا رہے ہیں، انھوں نے امام شافعی سے یہ بات عرض کی، امام شافعی نے کہا بھائی تم میرا حال دیکھ رہے ہو: کیسی تکلیف میں مبتلا ہوں، (انھیں بواسیر کی وجہ سے سخت تکلیف تھی) ہم بھی لکھ رہے ہیں وہ حضرات بھی لکھ رہے ہیں، پھر جو بات فرمائی وہ سنہری حروف میں لکھی جانی چاہیے۔ فرمایا: وما كان لله تعالى يبقى إلى الدهر (١).

یعنی جو کام اللہ کے لیے ہوتا ہے وہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

امام شافعی: بے نظیر، بے مثال

کوئی بھی عالم جو کسی خاص فن میں امتیاز رکھتا ہے تو عام طور پر اس کی مدح وتوصیف میں کہا جاتا ہے کہ اس کی مثال نہیں۔ اسی طرح مجموعی طور پر جو نمایاں صلاحیتوں کا مالک اور اعلیٰ صفات کا حامل ہوتا ہے تو اس کے بارے میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ بے نظیر ہیں۔ ان کی کوئی مثال نہیں۔

لیکن امام شافعی کا امتیاز اس سلسلے میں یہ ہے کہ دسیوں علمائے عصر نے ان کے بارے میں اس طرح کی بات کہی ہے اور چھوٹوں ہی نے نہیں بڑوں نے بھی اور ان لوگوں نے جنھوں نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا تھا۔ یہی نہیں بلکہ متعدد لوگوں نے یہ بات بھی فرمائی ہے کہ امام شافعی نے خود اپنی مثال نہیں دیکھی۔

ان کے خاص استاد اور شیخ سفیان بن عیینہ نے نوجوانی ہی میں ان کو زمانے کا سب سے افضل آدمی قرار دیا تھا۔ اور ان کے دوسرے شیخ ایوب بن سوید رملی نے تو یہاں تک کہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میری آنکھیں ایسے آدمی کو بھی دیکھ سکیں گی، ایسا آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

اس کو نقل کر کے ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ ایوب بن سوید نے سفیان ثوری،

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۱۷۷

مالک بن انس، اوزاعی، ابن جریج اور سفیان بن عیینہ جیسے بڑے بڑے ائمہ کو دیکھا ہے، اس پر وہ یہ فرمارہے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا آدمی کوئی پیدا کیا ہو۔

یہ سب باتیں ہم پیچھے لکھ چکے ہیں، اسی طرح امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابوعبید اور ابن ہشام کے اس طرح کے اقوال بھی گزر چکے ہیں۔ (سفیان بن عیینہ، ایوب بن سوید اور عبدالرحمٰن بن مہدی کے قوال باب سوم کی پہلی فصل میں بیان ہو چکے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے اقوال علم حدیث کے سلسلے میں یہاں بیان ہو چکے ہیں۔

ابوثور فرماتے ہیں "مارأیت مثل الشافعی رضی اللّٰہ عنہ، ولارأی الشافعی مثل نفسہ". (۱)

یعنی میں نے امام شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا اور نہ شافعی نے اپنی طرح کسی کو دیکھا، یعنی ان کی مثال کسی کی نظر میں تھی نہ ان کی اپنی نظر میں تھی۔

یہی بات کرابیسی اور ابن عبدالحکم نے بھی کہی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن عبدالحکم اور یوسف بن یزید (۳) کہتے تھے کہ ہم نے شافعی کی مثال نہیں دیکھی۔ (توالی التاسیس، ص:۸۱)

مصعب بن عبداللہ زبیری نے ایک موقع پر کہا کہ میری آنکھوں نے شافعی کی مثال نہیں دیکھی، تو ان کے بھتیجے زبیر بن بکار نے تعجب سے پوچھا: چچا جان آپ یہ کہہ رہے ہے، کیا سچ مچ آپ کی آنکھوں نے ان کی مثال نہیں دیکھی؟ مصعب نے کہا: بیٹے! واقعی میری آنکھوں نے ان کی مثال نہیں دیکھی۔ (۴)

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی، ۲/ ۲۶۴

(۲) ایضاً، ۲/ ۲۶۶ و ۲/ ۲۷۲

(۳) یوسف بن یزید القراطیسی، بڑے محدثین میں تھے، طویل عمر پائی ۲۸۷ھ میں سو سال کی عمر میں انتقال کیا، نوجوانی میں انھوں نے امام شافعی کو دیکھا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۴۵۵)

(۴) مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب، ص:۵۶

اس کو نقل کر کے خطیب کہتے ہیں کہ مصعب نے امام مالک اور ان کے معاصر علماے مدینہ کو دیکھا تھا۔

یحییٰ بن حسان تنیسی جو امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں، کہتے ہیں: ما رأیت مثل الشافعي (۱) یعنی میں نے شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔

زعفرانی کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کی طرح کوئی آدمی نہیں دیکھا نہ ان سے افضل نہ اس سے معزز، نہ ان سے سخی، نہ ان سے متقی، نہ ان سے بڑا عالم کسی کو دیکھا۔ (۲)

بویطی کہتے ہیں، ہم نے امام شافعی کی قدر اس وقت پہچانی جب ہم نے اہل عراق کو امام شافعی کا تذکرہ کرتے ہوئے دیکھا، وہ ان کی ایسی تعریف کرتے تھے کہ ہم بھی اس سے بہتر تعریف نہیں کر سکتے۔ فقہ میں گہری نظر رکھنے والے عراق کے ماہرین، محدثین اور عربی زبان وادب کے شناور، عراق کے یہ سب باکمال کہتے تھے کہ انھوں نے امام شافعی کی مثال نہیں دیکھی۔ اسی لیے بویطی بھی کہتے تھے کہ ہم نے بہت لوگ دیکھے مگر امام شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، نہ علم کی کسی صنف میں، نہ ورع وتقویٰ میں ان سے مشابہ کوئی نظر آیا۔ (۳)

ابو ثور فرماتے ہیں: جو یہ دعویٰ کرے کہ اس نے امام شافعی کی طرح کسی کو دیکھا ہے علم میں، فصاحت میں، پختگی اور کمال میں تو اس نے جھوٹ کہا، امام شافعی کی ان کی زندگی میں بھی کوئی مثال نہیں تھی، اور جب وہ رخصت ہوئے تو کوئی ان کا بدل نہیں تھا۔ (۴)

---

(۱) مناقب الشافعی ۲/ ۲۴۷

(۲) ایضاً ۲/ ۲۶۵، وتوالی التاسیس: ۸۰

(۳) مناقب الشافعی ۲/ ۲۷۱

(۴) تاریخ بغداد ۲/ ۶۷، تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۳۴، وفیات الاعیان ۴/ ۱۶۵

باب پنجم (۱)

ان کے حالات اور کارناموں پر ہونے والے کام کی کثرت

---

(۱) یہ باب دراصل باب چہارم کی چھٹی فصل ہے، مگر یہ فصل خود کئی فصلوں پر مشتمل ہے، اس لیے اس کو الگ باب کی صورت دی گئی ہے۔

آخری چیز جس سے کسی شخصیت کے مقام وعظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ اس پر ہونے والے علمی کام کی کثرت ہے۔ ائمہ اربعہ ہی نہیں علمائے سلف میں غالبًا کوئی ایسا نہیں جن پر اس کثرت سے لکھا گیا ہو، جتنا امام شافعی پر جن لوگوں نے اپنی تاریخ وتذکرے کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کا تو کوئی شمار ہی نہیں، اور یہی حال ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کا ہے؛ لیکن مستقل الگ سے امام شافعی پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اتنا شاید علمائے اسلام میں کسی پر نہیں لکھا گیا، یہ کام ان کے شاگردوں ہی سے شروع ہوا اور اس کے بعد مسلسل ہر صدی میں ہوتا رہا، اور ایک سے بڑھ کر ایک کتاب سامنے آتی رہی، اور عصر حاضر میں تو متعدد حیثیتوں سے بہت ہی وقیع کام ہوئے ہیں۔

حقیقت میں امام شافعی کے حالات پر اتنے لوگوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن کا شمار آسان نہیں، اور شروع ہی سے یہ معاملہ رہا، چناں چہ امام نووی (وفات: ٦٧٦ھ) نے چند حضرات کا نام لکھ کر لکھا ہے، وخلائق لا یحصون. (۱) یعنی اور اتنے لوگوں نے لکھا ہے جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔

حافظ ابن حجر (ت ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں، وقد سبق الی التالیف فی ذلک من یتعسّر استیعابھم بالذکر. (۲) یعنی اس سے پہلے امام شافعی کے حالات میں اتنے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔

امام شافعی پر ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں لکھی جاچکی ہیں، ان کی ہم ناتمام فہرست یہاں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ترتیب میں مصنفین کے سنین وفات کا لحاظ رکھا گیا ہے، پھر ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں امام شافعی کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اردو میں لکھی ہوئی کتابوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) تہذیب الاسماء ۱/۴۴

(۲) توالی التاسیس، ص: ۲۶

علامہ ابن الملقن (سراج الدین ابو حفص عمر بن علی المتوفی ۸۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے حالات میں مستقل چالیس سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں (۱)۔

امام شمس الدین سخاوی (محمد بن عبدالرحمٰن المتوفی ۹۰۲ھ) نے بھی تقریباً یہی تعداد لکھی ہے، لکھتے ہیں متقدمین ومتاخرین بہت سے ائمہ نے امام شافعی کے حالات میں کتابیں لکھی ہیں، پھر لکھتے ہیں، اجتمع لی منهم نحو الاربعين فكان آخرهم شيخنا. (۲)

یعنی تقریباً چالیس کتابوں کا ہمیں علم ہوا ہے آخری کتاب ہمارے شیخ یعنی حافظ ابن حجر کی ہے۔

امام شافعی پر ایک سے زائد کتابیں لکھنے والے بھی متعدد حضرات ہیں، جن کا ہم انشاء اللہ آگے تذکرہ کریں گے، بلکہ ابن خلکان نے تو لکھا ہے کہ مجھ سے ایک شیخ فاضل نے بیان کیا کہ انھوں نے امام شافعی کے مناقب میں تیرہ کتابیں لکھی ہیں۔ (۳)

غالباً سخاوی پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام شافعی پر مستقل کتاب لکھنے والے معلوم تمام علماء کا ذکر کرنے کی کوشش کی ہے، چناں چہ اس سلسلے میں انھوں نے چھتیس علماء وائمہ کے نام لکھے ہیں جنھوں نے امام شافعی کے تذکرے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ (۴)

حال میں متعدد علماء ومحققین نے اس سلسلے میں کوششیں کی ہیں، خاص طور پر دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر۔ (۵) دکتور جمال عزون (۶)۔

ہم نے ان سب محققین کی کوششوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اب ملاحظہ ہو امام شافعی

---

(۱) العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب، ص: ۱۷-۱۸

(۲) التحفۃ اللطیفہ ۳/ ۵۱۹

(۳) وفیات الاعیان ۴/ ۱۶۷

(۴) دیکھیے الجواہر والدرر ۳/ ۱۲۵۸-۱۲۵۹

(۵) دیکھیے مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر بتحقیقہ، ص: ۴۳-۴۴

(۶) دیکھیے مناقب الامام الشافعی للابری بتحقیقہ، ص: ۱۳-۳۰) اور شیخ ابراہیم بن منصور الہاشمی الامیر (دیکھیے ان کی کتاب اتحاف الامۃ بصحۃ قرشیۃ الامام الشافعی فقیہ الامۃ، ص: ۱۲۴-۱۵۳) خصوصا جمال عزون اور شیخ ہاشمی کی کوششیں بہت قابل قدر ہیں۔

پر لکھی ہوئی کتابوں کی ایک جامع فہرست، جس کے مکمل ہونے کا دعویٰ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا، اس فہرست کی ترتیب میں مصنفین کے سالہائے وفات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

پہلی فصل

اس کے تحت ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے ناموں سے یا تذکرہ نگاروں کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے، یا ذاتی طور پر واقفیت کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتابیں امام شافعی کی پوری زندگی کے احوال پر مشتمل ہیں:

۱- محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم المصری المالکی (ت ۲۶۸ھ) یہ امام شافعی کے خاص تلامذہ میں ہیں، امام شافعی کی وفات کے بعد خاص وجہ سے اپنے ابائی مسلک مالکی اختیار کیا تھا، اس کے باوجود امام شافعی کے بڑے گرویدہ تھے، ان کی کتاب کا نام "فضائل الشافعی" ہے، اور یہ امام شافعی کے مناقب پر سب سے پہلی کتاب ہے ان کی کتاب کا تذکرہ رازی نے کیا ہے۔(۱)

۲و۳- امام اہل الظاہر داود بن علی الظاہری (ت ۲۷۰ھ) نے امام شافعی کے فضائل ومناقب پر دو کتابیں لکھیں: ان کی ایک کتاب کا نام "فضائل الشافعی" ہے اور دوسری کتاب کا نام معلوم نہیں ان کی کتابوں کا تذکرہ سبھی لوگوں نے کیا ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھیے مناقب الامام الشافعی لفخر الدین الرازی، ص: ۲۷

(۲) تاریخ بغداد ۱۰/ ۴۴۹، ابواسحاق شیرازی نے صراحت کی ہے کہ امام شافعی کے فضائل ومناقب پر ان کی دو کتابیں ہیں، لکھتے ہیں: وكان من المتعصبين للشافعي رضي الله عنه، و صنف كتابين في فضائله والثناء عليه (طبقات الفقہاء، ص: ۱۰۲) نیز دیکھیے الجواہر الدرر (۳/ ۱۲۵۸) سبکی نے طبقات میں لکھا ہے: وله مصنفات في ذلك (طبقات الشافعیہ الکبری ۱/ ۳۴۳) یہ غالباً "مصنفان" کے بجائے "مصنفات" ہوا ہے۔ اور انھوں نے صراحت کی ہے کہ امام داود ظاہری نے امام شافعی کے مناقب میں سب سے پہلے کتاب لکھی، اسی طرح ابن کثیر اور حافظ ابن حجر نے بھی صراحت کی ہے (توالی التاسیس، ص: ۲۶) جب کہ امام رازی نے اپنی کتاب مناقب آلشافعی میں ابومنصور بغدادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے امام شافعی کے حالات میں کتاب لکھی ہے، وہ امام شافعی کے شاگرد ہیں اور امام داود ظاہری ۲۰۰ھ میں یعنی امام شافعی کی وفاتؒ سے چار سال قبل پیدا ہوئے ہیں، وہ امام شافعی کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، اس لیے پہلی کتاب ابن عبدالحکم کی قرار پاتی ہے۔

امام داود ظاہری کی کتاب کا تذکرہ ان کے علاوہ نووی، مزی حاجی خلیفہ اور مناوی وغیرہ نے کیا ہے۔ (۱)

۴- محمد بن ابراہیم البوشنجی الشافعی (ت ۲۹۱ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے۔ ان کی کتاب کا تذکرہ بیہقی اور حافظ ابن حجر نے کیا ہے۔ (۲)

۵- زکریا بن یحییٰ الساجی الشافعی (ت: ۳۰۷ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الشافعی'' ہے۔ خطیب، سمعانی، نووی، سبکی، ابن حجر اور مناوی نے اس کا ذکر کیا ہے (۳)۔

۶- ابو بکر محمد بن رمضان بن شاکر الزیات الجیشانی البصری المالکی (ت ۳۲۱ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الشافعی'' ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

۷- اسی مصنف کی ایک کتاب ہے ''النوادر عن الشافعی'' (۵) بظاہر یہ الگ کتاب ہے، جس میں امام شافعی کے مختصر حالات کے ساتھ خاص طور پر ان کے نادر حکیمانہ اقوال جمع کیے گئے ہوں گے۔

۸- مشہور نحوی نفطویہ: ابراہیم بن محمد الازدی (ت ۳۲۳ھ) ان کی کتاب ''مناقب الشافعی'' ہے رازی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۶)

---

(۱) تھذیب الاسماء ۱/۴۴، تھذیب الکمال ۱۸/۲۲۱، کشف الظنون ۲/ ۱۸۳۹، الکواکب الدریہ ۱/۲۰۷۔ داود ظاہری کی کتابوں میں "کتاب الکافی فی مقالة المطلبی "(یعنی الشافعی) کے نام سے ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے (دیکھیے ''الفہرست'' لابن الندیم، ص: ۲۶۰) معلوم نہیں یہ کتاب مناقب الشافعی پر ان کی لکھی ہوئی دوسری کتاب کا نام ہے یا اور کوئی کتاب ہے۔

(۲) دیکھیے معرفۃ السنن والاثار للبیہقی ۱/ ۲۱۸ وتوالی التاسیس للحافظ، ص: ۲۶، بوشنجی بہت جلیل القدر علماء میں تھے ان پر حاشیہ پیچھے گزر چکا ہے۔

(۳) تاریخ بغداد ۲/ ۲۴۰، الانساب للسمعانی (۳/ ۱۵۴) وتھذیب الاسماء ۱/ ۴۴ وطبقات السبکی ۱/ ۳۴۴ و الکواکب الدریہ للمناوی ۱/ ۲۰۷، لسان المیزان ۱/ ۴۰

(۴) دیکھیے الاصابۃ ۴/ ۶۸، حافظ عراقی نے ان کی ایک کتاب کا ذکر اس طرح کیا ہے، فی اخبار عن مالک و الشافعی وابن وھب وابن عبد الحکم (دیکھیے التقیید والایضاح، ص ۲۶۵، معلوم نہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا حافظ ابن حجر نے مناقب الشافعی کے نام سے ذکر کیا ہے یا الگ سے کوئی کتاب ہے، بظاہر الگ معلوم ہوتی ہے

(۵) دیکھیے طبقات الفقہاء الشافعیہ لابن الصلاح ۱/ ۱۹۱

(۶) مناقب الشافعی للرازی، ص: ۲۴۱

۹- عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازی الشافعی (ت ۳۲۷ھ) ان کی کتاب کا نام ’’آداب الشافعی ومناقبہ‘‘ ہے، امام شافعی کے حالات میں موجودہ کتابوں میں سب سے قدیم کتاب ہے، اور ساری باتیں انھوں نے اپنی سند سے بیان کی ہیں، بہت سی بنیادی معلومات انھوں نے محفوظ کی ہیں، مصر کے مشہور اور جلیل القدر عالم شیخ عبد الغنی عبد الخالق کی نہایت اعلی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ (۱)

۱۰- ابوالحسین محمد بن عبد اللہ بن جعفر الرازی الشافعی (ت ۳۴۷ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الشافعی باخبار الشافعی‘‘ ہے، ابن عساکر، ابن الصلاح، نووی، ابن حجر، اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۲) ابن الصلاح اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: کتاب جلیل حفیل

۱۱- ابن حبان: محمد بن حبان البُستی الشافعی (ت ۳۵۴ھ) ان کی کتاب ’’مناقب الشافعی‘‘ دو اجزاء میں ہے، خود ابن حبان نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح خطیب بغدادی نے بھی صراحت کی ہے۔ (۳)

۱۲- محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری الشافعی (ت ۳۶۰ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الامام الشافعی‘‘ ہے، نووی اور سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

۱۳- ابوالحسن محمد بن الحسین العاصمی الأبری السجستانی الشافعی (ت ۳۶۳ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الامام الشافعی‘‘ ہے، یہ بڑی جامع اور مفصل کتاب ہے (۵) چوہتر (۷۴) ابواب کے تحت انھوں نے پوری سیرت پیش کرنے کی کوشش کی ہے، (۶) یاقوت حموی نے لکھا ہے: كتاب نفيس كبير، أجاد فيه كل الإجادة (۷).

---

(۱) مکتبۃ الخانجی، قاہرہ الطبعۃ الاولی ۱۳۷۰ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت نے بھی اس کو شائع کیا ہے ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

(۲) تاریخ دمشق ۵۴/ ۳۶۷، طبقات الشافعیہ لابن الصلاح ۱/ ۱۸۳، تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۴)، السان المیزان (۱/ ۱۹۰-۱۹۱) کشف الظنون ۲/ ۱۸۳۹) (۳) الثقات لابن حبان ۹/ ۳۱، الجامع لأخلاق الراوی (۲/ ۳۰۳) مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض، یا ص: ۴۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، وسیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۹۵

(۴) تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۴، الجواہر والدرر ۳/ ۱۲۵۹ (۵) الانساب للسمعانی ۱/ ۵۶

(۶) طبقات الشافعیہ الکبری ۱/ ۳۴۴ (۷) معجم البلدان ۱/ ۵۱

اس کی خوبی اور اہمیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بیہقی نے اپنی کتاب میں ستر سے زائد موقعوں پر اس کا حوالہ دیا ہے

اس کا کچھ حصہ ترکی میں موجود ہے، اس کی بنیاد پر دکتور جمال عزون نے اس کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے، اور اُبری کے حوالے سے دوسرے مصنفین نے جو باتیں نقل کی ہیں ان کو بھی کتاب میں بطور ضمیمہ شامل کیا ہے۔ (۱) ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر نے بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بھی اس کتاب کو تحقیق کر کے اشاعت کے لیے تیار کیا ہے۔ (۲)

۱۴- الحسن بن رشیق العسکری (ت ۳۷۰ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی“ ہے، سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۱۵- محمد بن احمد بن حمدان الحیری (ت ۳۷۷ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی“ ہے، سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

۱۶- دارقطنی: ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی الشافعی (ت ۳۸۵ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ نووی، رازی، اور مناوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵)

۱۷- الصاحب بن عباد: ابوالقاسم الصاحب اسماعیل بن عباد الطالقانی (ت ۳۸۵ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ بیہقی، نووی اور مناوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ۲/ ۱۷۸ (بیہقی نے ابونعیم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۶)

۱۸- خطابی: ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی (ت ۳۸۸ھ) ان کی کتاب کا

---

(۱) شائع کردہ، الدار الاثریہ عمان، اردن طبع اول ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، انھوں نے بڑی تحقیق سے اٹھارہ علماء و مصنفین کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے اُبری کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے، اس لیے ہم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

(۲) دیکھیے مناقب الشافعی لابن الاثیر، تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر ص: ۳۵

(۳) الجواہر والدرر ۳/ ۱۲۵۸

(۴) الجواہر والدرر ۳/ ۱۲۵۹

(۵) تھذیب الاسماء واللغات ۱/ ۴۴، مناقب الشافعی للرازی (ص: ۲۲۵) الکواکب الدریہ للمناوی (۱/ ۲۰۳)

(۶) وتھذیب الاسماء واللغات (۱/ ۴۴) والکواکب الدریہ (۱/ ۲۰۳)

نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ رازی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

۱۹- جوزقی: ابوبکر محمد بن عبداللہ الجوزقی الشافعی (ت ۳۸۸ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے، امام رازی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

۲۰- الحسین بن احمد بن الحسین الاسدی الشافعی (چوتھی صدی ہجری) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے، سبکی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۳)

۲۱- ابوالحسن علی بن بدر التنسی (چوتھی صدی ہجری) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۴)

۲۲- ابوعبداللہ محمد بن علی الخاقانی (چوتھی صدی ہجری) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ ابن قاضی شھبہ اور مناوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۵)

۲۳- ابوالقاسم عبدالحسن بن عثمان بن غانم التنیسی القاضی الخطیب (چوتھی صدی ہجری) ان کی کتاب کا نام ”الواضح النفیس فی فضائل محمد بن ادریس“ ہے۔(۶)

۲۴- ابو الفضل احمد بن علی البیکندی السلیمانی (ت ۴۰۴ھ) ان کی کتاب ”مناقب الشافعی“ ہے۔(۷)

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للرازی (۲۲۵)

(۲) مناقب الشافعی للرازی، ص:۲۲۵

(۳) طبقات الشافعیہ الکبری ۱۳۶/۲

(۴) الجواھر والدرر ۱۲۵۸/۳، صلۃ الخلف بموصول السلف (ص:۳۱۶) میں التفلیسی لکھا ہے، اس کا مخطوط ”الفوائد والاخبار والحکایات عن الشافعی وابی حاتم الاصم“ کے نام سے مکتبہ تشستر بیتی ایرلینڈ میں موجود ہے (رقم ۲۹۱۷) اور اس کی نقل مکتبہ المخطوطات العربیۃ جامعۃ الکویت میں موجود ہے (رقم ف-ل ۱۱۰) (دیکھیے اتحاف الامہ، ص:۱۲۸)

(۵) دیکھیے مناقب الشافعی لابن قاضی شھبہ (ص:۵۶) بحوالہ مناقب الامام الشافعی للابری، ص:۱۴-۱۵) و مناقب الامام الشافعی وطبقات اصحابہ للمناوی (ص:۵۶) (بحوالہ اتحاف الامۃ، ص:۱۲۹)

(۶) اس کا مخطوطہ مکتبہ ایاصوفیا استنبول میں موجود ہے (نمبر:۳۵۳۷) تاریخ الأدب العربی لکارل بروکلمان (۶/۵) نیز دیکھیے مناقب الامام الشافعی للأبری مقدمہ محقق، ص:۱۵-۱۶

(۷) المنتخب من معجم شیوخ السمعانی ۱۵۲۷/۳، بحوالہ مناقب الامام الشافعی للأبری مقدمہ محقق، ص:۱۷

۲۵- حاکم: محمد بن عبداللہ النیسابوری الشافعی (ت ۴۰۵ھ) صاحب المستدرک

ان کی کتاب کا نام ''فضائل الشافعی'' ہے۔ رازی، ابن الصلاح، ذھبی، ابن قیم، سبکی، ابن کثیر، ابن الملقن، ابن حجر، سخاوی اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے(۱)، حافظ نے لکھا ہے: جمع في ذلك كتابا حافلاً كثير الفائدة (٢). اس کا کچھ حصہ ترکی کے شہر المالی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (۳)

۲۶- ابوعلی الحسن بن الحسین بن حمکان الھمذانی الشافعی (ت ۴۰۵ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے۔ ابن الصلاح، ابن کثیر، سبکی، ابن الملقن اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

۲۷- ابن شاکر القطان: ابوعبداللہ محمود بن احمد بن محمد بن عمرو بن شاکر القطان المعلم المصری الشافعی (ت ۴۰۷ھ) ان کی کتاب کا نام ''فضائل الامام الشافعی'' ہے۔ ذھبی، سبکی، یافعی، ابن الملقن، ابن حجر، سخاوی اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۵) سبکی نے لکھا ہے کہ یہ ایک مختصر اور مشہور کتاب ہے، (۶) اس کا کچھ حصہ ترکی کے شہر المالی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (۷)

---

(۱) مناقب الامام الشافعی للرازی، ص: ۲۲۵، طبقات الفقہاء الشافعیۃ لابن الصلاح ۱/۲۰۰ سیر اعلام النبلاء (۱۷/۱۷۰) مفتاح دار السعادۃ لابن القیم (۳/۲۴۵) طبقات الشافعیہ الکبری (۴/۱۵۲) طبقات الفقہاء الشافعیین لابن کثیر (۱/۳۶) العقد المذھب (ص: ۷۰-۷۱) وتوالی التاسیس (ص: ۲۶) الجواھر والدرر (۳/۱۲۵۹) کشف الظنون (۲/۱۸۳۹)

(۲) توالی التاسیس، ص: ۲۶-۲۷

(۳) دیکھیے مناقب الامام الشافعی للآبری، ص: ۱۷

(۴) طبقات الفقہاء الشافعیۃ لابن الصلاح (۱/۳۴۷)، طبقات الفقہاء الشافعیین لابن کثیر (۱/۳۴۹-۳۵۰) طبقات الشافعیۃ الکبری (۴/۳۰۴) العقد المذھب (ص: ۶۶) کشف الظنون (۲/۱۸۳۹)

(۵) تاریخ الاسلام (وفیات ۴۰۱-۴۱۰ (ص: ۱۶۶)) العبر ۲/۲۱۴، طبقات الشافعیہ للسبکی (۴/۹۵) مرآۃ الجنان (۳/۱۶) الاعلام بفوائد عمدۃ الاحکام لابن الملقن ۴/۵۴ (دیکھیے مناقب الشافعی للآبری، ص: ۱۸، مقدمہ محقق) المجمع المؤسس لابن حجر (ص: ۳۴) الجواھر والدرر (۳/۱۲۵۹) کشف الظنون (۲/۱۸۳۹)

(۶) طبقات الشافعیہ ۱/۳۴۴

(۷) دیکھیے مناقب الشافعی للآبری مقدمہ محقق، ص: ۱۹

۲۸- قرّاب الھروی: ابو محمد اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب السرخسی الھروی الشافعی (ت ۴۱۴ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الشافعی'' ہے۔

اس کتاب کا تذکرہ، ابن الصلاح، ذھبی، سبکی اسنوی، ابن الملقن، سخاوی، مناوی اور حاجی خلیفہ نے کیا ہے۔ (۱)

سبکی لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ایک سوسولہ (۱۱۶) ابواب ہیں، یہ ایک جامع کتاب ہے، دو جلدوں پر مشتمل اس کا نسخہ میں نے دار الحدیث الاشرفیہ دمشق کے کتب خانے میں دیکھا ہے۔ (۲)

۲۹- ابو سعید محمد بن علی بن عمرو النقاش الاصبھانی الحنبلی (ت ۴۱۴ھ) رافعی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۳۰- عبد القادر بن طاہر بن محمد البغدادی الشافعی (ت ۴۲۹ھ) ''مناقب الامام الشافعی'' کے نام سے ان کی ایک مفصل کتاب ہے، امام شافعی سے متعلق ان کی ایک دوسری مختصر کتاب بھی ہے۔ (۴) اس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

۳۱- ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبھانی الشافعی (ت ۴۳۰ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، امام رازی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵)

۳۲- ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی المصری الشافعی (ت ۴۵۴ھ)

---

(۱) طبقات الفقہاء الشافعیہ لابن الصلاح (۱/۴۱۴) سیر اعلام النبلاء (۱۷/۳۸۰) طبقات الشافعیہ الکبری (۱/۳۴۴ و ۴/ ۲۶۶) وطبقات الشافعیہ للاسنوی (۲/۱۵۵) والعقد المذھب لابن الملقن (ص: ۷۵) و الجواھر والدرر للسخاوی (۳/۱۲۵۸) والکواکب الدریۃ (۱/۷۰۳) وکشف الظنون (۲/۱۸۳۹) مناوی نے قراب اور سرخسی دو الگ الگ ناموں کا تذکرہ کیا ہے جب کہ قراب ہی سرخسی ہیں، اور کوئی دوسرے سرخسی امام شافعی پر لکھنے والے ان کے علاوہ معلوم نہیں۔

(۲) طبقات الشافعیہ ۴/ ۲۶۶

(۳) التدوین فی اخبار قزوین ۳/ ۴۲۹

(۴) دیکھیے طبقات الشافعیہ الکبری ۱/ ۳۴۴

(۵) مناقب الامام الشافعی للرازی، ص: ۲۲۵

صاحب مسند الشھاب و قاضی مصر، ان کی کتاب کا نام ''اخبار الشافعی و مناقبہ'' یا ''مناقب الامام الشافعی و أخبارہ'' ہے۔

ابن عساکر، ابن خلکان، ذہبی، صفدی، ابن کثیر، سبکی، ابن العماد اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے(۱)۔

۳۳۔ **بیہقی:** ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی الشافعی (ت ۴۵۸ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الشافعی'' ہے۔ امام شافعی کے حالات میں یہ ایک بہت مبسوط اور سب سے جامع کتاب ہے، امام شافعی پر لکھنے والے کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں۔

امام نووی، امام شافعی سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: و من أحسنھا و أثبتھا کتاب البیھقی، وھو مجلدان ضخمان مشتملان علی نفائس من کل فن استوعب فیھا معظم أحوالہ و مناقبہ بالأسانید الصحیحۃ و الدلائل الصریحۃ (۲) یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں السید صقر کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔(۳)

۳۴۔ امام شافعی کے حالات میں ان کی ایک اور کتاب جو سابقہ کتاب کا بحذف اسانید ایک جامع اختصار ہے، علامہ ابن الملقن اس کے بارے میں لکھتے ہیں: لا یسع لطالب العلم أن یجھلھا.(٤)

حافظ ابن حجر، بیہقی کی مناقب الشافعی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ثم ذیل علیہ ذیلاً (٥) یعنی پھر اس کتاب کا ایک تتمہ لکھا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن الملقن نے

---

(۱) تاریخ دمشق (۵۳/۱۶۸) و فیات الاعیان (۴/۲۱۲) سیر اعلام النبلاء (۱۸/۹۳) الوافی بالوفیات (۳/۱۱۶) طبقات الفقہاء الشافعیین لابن کثیر (۲/۴۳۵) الطبقات الوسطی للسبکی بحاشیۃ الطبقات الکبری (۴/۱۵۰) شذرات الذھب (۵/۲۳۰) کشف الظنون (۲/۱۸۳۹)

(۲) تھذیب الاسماء واللغات ۱/۴۴

(۳) ناشر: دار التراث، القاھرہ

(۴) عجلونی نے تاج الملوک النفیس میں اس کا ذکر کیا ہے، دیکھیے اتحاف الامۃ، ص: ۱۳۳

(۵) توالی التاسیس (ص: ۲۷)

جس اختصار کا ذکر کیا ہے وہ مناقب کا اختصار ہی نہیں، بلکہ اس میں کچھ اضافے بھی ہیں۔

بیہقی کی امام شافعی سے متعلق اور بھی کتابیں ہیں جن کا آگے ذکر آئے گا۔

۳۵۔خطیب بغدادی: ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی الشافعی (ت ۴۶۳ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔

خود خطیب نے تاریخ بغداد میں جہاں امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے لکھا ہے کہ ہم تفصیل کے ساتھ امام شافعی کے حالات مستقل کتاب میں بیان کریں گے۔(۱)

پھر انھوں نے یہ کتاب لکھی جیسا کہ سبکی اور مناوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔(۲)

امام شافعی سے متعلق خطیب کی ایک اور کتاب بھی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۳۶۔ابوعلی الحسن بن احمد البناء البغدادی الحنبلی (ت ۴۷۱ھ) ان کی کتاب کا نام ”المختار من فضائل الامام الشافعی“ ہے۔

رافعی، ابن رجب، سخاوی اور علیمی نے اس کا ذکر کیا ہے۔المنہج الاحمد (۲/۴۰) کتاب کا پورا نام رافعی نے لکھا ہے، ابن رجب اور علیمی نے صرف (۳)۔

۳۷۔امام الحرمین: ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوینی (ت ۴۷۸ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی“ ہے۔(۴)

---

(۱) تاریخ بغداد ۲/۷

(۲) طبقات الشافعیہ الکبری (۱/۳۴۴) والکواکب الدریۃ (۱/۷۰۳) ترکی میں اس کتاب کے دو مخطوطہ نسخے موجود ہیں۔(ایک مکتبہ سلیم آغا میں (نمبر ۵۳۸/۳، دوسرا نسخہ مکتبہ مراد منلا میں (نمبر ۷۰۲) دیکھیے مناقب الشافعی للآبری، مقدمہ محقق، ص: ۲۲ و اتحاف الامۃ، ص: ۱۳۴

(۳) التدوین فی اخبار قزوین (۱/۳۳۶) ذیل طبقات الحنابلۃ (۱/۷۸) الجواھر والدرر (۳/۱۲۵۸) فضائل الشافعی لکھا ہے۔

(۴) سبکی نے لکھا ہے کہ امام الحرمین نے مسلک شافعی کی دوسرے مسالک پر ترجیح کے سلسلے میں خاص ایک کتاب لکھی ہے (طبقات الشافعیہ ۱/۳۴۵) حاجی خلیفہ نے لکھا ہے: و لامام الحرمین مصنف في مناقبه و ترجيح مذهبه (کشف الظنون ۲/۱۸۳۹) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں پوری سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہوگی اور خاص طور پر مسلک شافعی کی ترجیح کے سلسلے میں بحث کی گئی ہوگی، اسی لیے ہم نے اس فہرست میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۳۸- ابو محمد عبد اللّٰہ بن یوسف الجرجانی الشافعی القاضی (ت ۴۸۹ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ یا ”فضائل الشافعی“ ہے۔

ذہبی، سبکی، ابن الملقن اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

۳۹- نصر بن ابراہیم المقدسی الشافعی (ت ۴۹۰ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی“ ہے۔ غزالی، نووی، سخاوی، مناوی اور حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

۴۰- ابن الطیوری: المبارک بن عبد الجبار البغدادی الصیر فی المعروف بابن الطیوری (ت ۵۰۰ھ) ان کی کتاب ہے ”مناقب الامام الشافعی“۔ سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۴۱- ابوبکر احمد بن علی بن بدران الحلوانی خالویہ (ت ۵۰۷ھ) ان کی کتاب کا نام ”فضائل الشافعی“ ہے۔ ابن الجوزی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

۴۲- ابو القاسم البغدادی: ھبۃ اللہ بن احمد بن عمر البغدادی الحریری المعروف بابن الطبر (ت ۵۳۱ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے، سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے: و ضم الیه فضائل اصحاب الشافعی. (۵)

۴۳- ابن اَبی الخیر العمرانی: ابو الخیر یحییٰ بن سالم ابی الخیر العمرانی الیمنی الشافعی (ت ۵۵۸ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی“ ہے، حاجی خلیفہ، اسماعیل باشا البغدادی اور زرکلی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۶)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ (۴/ ۱۲۲۷) سیر اعلام النبلاء (۱۹/ ۱۵۹) و تاریخ الاسلام للذھبی (وفیات ۴۸۱-۴۹۰ ص: ۳۰۰) والعقد المذھب (ص: ۱۱۰) وکشف الظنون (۲/ ۱۸۳۹-۱۸۴۰)

(۲) إحیاء علوم الدین (۱/ ۲۷) تھذیب الاسماء و اللغات (۱/ ۴۴) الجواھر والدرر (۳/ ۱۲۵۹) الکواکب الدریہ (۱/ ۲۰۳) کشف الظنون (۲/ ۱۸۴۰، غزالی نے إحیاء العلوم کے آغاز میں امام شافعی کے زہد و خشیت کے بارے میں کچھ احوال لکھ کر لکھا ہے کہ یہ زیادہ تر حالات نصر المقدسی کی کتاب مناقب الشافعی سے ماخوذ ہیں

(۳) الجواھر والدرر (۳/ ۱۲۵۸)　(۴) دیکھیے المنتظم ۶/ ۱۳۸

(۵) الجواھر والدرر ۳/ ۱۲۵۹

(۶) کشف الظنون (۲/ ۱۸۳۹) ھدیۃ العارفین (۲/ ۵۲۱) والأعلام (۸/ ۱۴۶)

۴۴- فندق: ابو الحسن علی بن ابی القاسم زید البیهقی المشهور بفندق (ت ۵۶۵ھ) ان کی کتاب کا نام ہے "وسائل الالمعی فی فضائل الشافعی"۔ ابن الصلاح، سبکی اور مناوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

۴۵- ابن عساکر: ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی الشافعی (ت: ۵۷۱ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الشافعی" ہے، سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

۴۶- ابو موسی المديني: محمد بن أبي بكر المديني الشافعي (ت ۵۸۱ھ) ان کی کتاب کا نام "النصح بالدليل الحلي عن الامام الشافعی"، سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے: شبہ المناقب (۳) اور علائی (صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی المتوفی ۷۶۱ھ) نے "النصح الجلی فی مناقب الشافعی" کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

---

(۱) طبقات الفقہاء الشافعیۃ لابن الصلاح (۲/ ۶۵۷) وطبقات الشافعیہ الکبری للسبکی (۱/ ۴۴) الکواکب الدریۃ (۱/ ۷۰۳) لیکن سبکی نے دوسری جگہ طبقات الشافعیہ پر لکھی ہوئی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے بھی ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے، وہاں اس کا نام "وسائل الالمعی فی فضائل أصحاب الامام الشافعی" لکھا ہے اور ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری، مگر جہاں سبکی نے امام شافعی پر لکھی ہوئی کتابوں کا ذکر کیا ہے وہاں کتاب کا نام نہیں لکھا صرف یہ لکھا کہ ان کی امام شافعی کے مناقب میں ایک بڑی کتاب ہے، جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی نظر سے گزری ہو، تو اس کا امکان ہے کہ ان کی اس نام سے دو کتابیں ہوں، یا مستقل دو جلدیں ہوں، ایک میں امام شافعی کے مفصل حالات اور ایک میں ان کے تلامذہ واصحاب کا تذکرہ ہو، ذہن میں رہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن الصلاح کے حوالے سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے، (دیکھیے توالی التاسیس ص: ۱۲۶) لیکن وہاں "وسائل" کے بجائے "رسائل" ہے، بظاہر یہ کتابت یا طباعت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لیکن اس امکان سے خالی نہیں کہ رسائل الالمعی امام شافعی کے حالات میں ہو اور وسائل الالمعی اصحاب الشافعی کے تذکرے پر مشتمل ہو، بہر حال ابن الصلاح کی نظر سے یہ کتاب گزری تھی اس لیے ان کے ذکر کردہ نام کے ساتھ ہی ہم نے اوپر اس کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) الجوہر والدرر ۳/ ۱۲۵۸ (۳) الجواھر والدرر ۳/ ۱۲۵۹

(۴) إثارة الفوائد المجموعۃ فی الإشارة إلی الفرائد المسموعۃ، ق: ۴۷أ (بحوالہ د جمال عزون فی تحقیقہ لمناقب الامام الشافعی للآبری، ص: ۲۵، نیز انھوں نے لکھا ہے کہ مرزوق بن ھیاس الزھرانی نے جو اس کا ایڈیشن شائع کیا ہے اس میں اس کا ذکر موجود نہیں ہے۔

۴۷- ابو الطیب طاہر بن یحییٰ بن أبي الخیر العمرانی (ت ۵۸۷ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الامام أبي عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی" ہے، ابن سمرۃ الجعدی، یافعی، اور سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور جعدی نے اس کے بارے میں لکھا ہے "تصنیف ملیح" (۱).

۴۸- ابن الجوزی: ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی القرشی الحنبلی (ت ۵۹۷ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الشافعی" ہے، ذھبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

۴۹- ابن المقرئ: ابو عبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن أبي زید الغانمی الاصبهانی المعروف بابن المقرئ (چھٹی صدی ہجری) ان کی دو کتابیں ہیں ایک مفصل، اس کا نام ہے "شفاء الصدور في محاسن صدر الصدور"

۵۰- اور دوسری کتاب اس کا اختصار ہے، اس کا نام ہے "الكتاب الذي أعده شافعي في مناقب الامام الشافعي" سبکی نے اس طرح دونوں کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۳)

۵۱- امام رازی: فخر الدین محمد بن عمر الرازی (ت ۶۰۶ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الامام الاشافعي" ہے۔ اس کا پورا نام "ارشاد الطالبین إلى المنهج

---

(۱) طبقات فقہاء الیمن (ص: ۱۸۸) و مرآۃ الجنان (۳/۴۴۳) و الجواہر والدرر (۳/۱۲۵۹) یافعی کے بیان سے لگتا ہے کہ اس کتاب میں امام احمد کا بھی تذکرہ تفصیل سے ہے اس لیے کہ وہ لکھتے ہیں: كتاب في مناقب الامامين الشافعي و احمد بن حنبل.

(۲) سیر أعلام النبلاء ۲۱/ ۳۶۹، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۴۴

(۳) طبقات الشافعیہ الکبری (۱/۳۴۴) ذھبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۰/۷۳) میں مناقب الشافعی کے نام سے ان کی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے، غالباً یہ دوسری کتاب ہے۔

ابن نقطہ (ت ۶۲۹ھ) نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ابن المقرئ سے ان کی کتاب جو "فضائل الامام أبي عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی" کے سلسلے میں ہے سنی ہے، بظاہر دوسری کتاب ہی اس سے مراد معلوم ہوتی ہے، ابن المقرئ، ابن نقطہ کے علاوہ ابن النجار (ت ۶۴۳ھ) اور ضیاء الدین مقدسی (ت ۶۴۳ھ) کے بھی شیوخ میں سے ہیں، اور ابو موسی المدینی (۵۰۱ھ-۵۸۱ھ) کے تلامذہ میں سے ہیں، اس لحاظ سے وہ ابو بکر الحازمی (م ۵۸۴ھ) عبد الغنی مقدسی (ت ۶۰۰ھ) جیسے علماء کے معاصر ہوتے ہیں۔ (دیکھیے مناقب الشافعی للآبری، مقدمہ محقق، ص: ۷۰)

السلیم و هدایة لهم إلی الصراط المستقیم " ہے، سبکی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: مناقب الشافعی حسن (۱) ابن کثیر لکھتے ہیں: صنف ترجمة الشافعی فی مجلد مفید، و فیه غرائب لا یوافق علیها. (۲) ابن قیم نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حاکم کی کتاب ان کے ہاتھ لگی تو اس میں تصرف کر کے کمی بیشی کی، پر حاکم کی کتاب میں دوسرے فوائد اور نصوص ہیں جن سے رازی نہیں واقف ہو سکے ہیں۔ (۳) کتاب کوئی شبہ نہیں مفید اور معلومات افزا ہے، اور امام شافعی اور مسلک شافعی کے ساتھ ان کے تعلق شدید کی غماز ہے، اس لیے کہیں کہیں دوسرے فقہاء کے ساتھ موازنے کی جھلکیاں نظر آتی ہیں جو مناسب نہیں معلوم ہوتیں، ابن کثیر کا تبصرہ متوازن ہے، کتاب "مناقب الامام الشافعی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ (۴)

۵۲- **ابن النجار: ابوعبداللہ محمد بن محمود البغدادی الشافعی** (ت ۶۴۳ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الامام الشافعی" ہے، یاقوت، ذہبی، سبکی، ابن الملقن، ابن قاضی شھبہ، سخاوی اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے، سبکی نے اس کے ساتھ "مصنف حافل" لکھا ہے، اسی طرح سخاوی نے بھی لکھا ہے۔ (۵)

۵۳- **امام نووی: ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی** (ت ۶۷۶ھ) ان کی کتاب کا نام "مناقب الشافعی" ہے، سخاوی نے اس کا ذکر کیا ہے اور زرکلی نے مزید صراحت کی ہے کہ اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ (۶)

---

(۱) طبقات الشافعیہ الکبری ۸/ ۸۷ (۲) البدایۃ والنہایۃ ۱۷/ ۱۱

(۳) مفتاح دار السعادۃ (۳/ ۲۴۵)

(۴) اس کی پہلی اشاعت ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲-۱۸۶۳ء) میں قاہرہ میں ہوئی، ایک اچھا ایڈیشن مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر احمد حجازی السقا کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے (مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، القاہرہ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

(۵) معجم الادباء (۱۹/ ۵۰) تذکرۃ الحفاظ (۴/ ۱۴۲۹) و سیر اعلام النبلاء (۲۳/ ۱۳۳) طبقات الشافعیہ الکبری (۸/ ۵۸) العقد المذہب (ص: ۳۶۱) و طبقات الشافعیہ لابن قاضی شھبہ (۲/ ۱۵۸) والجواہر والدرر (۳/ ۱۲۵۹) وکشف الظنون (۲/ ۱۸۴۰)

(۶) الجواہر والدرر للسخاوی (۳/ ۱۲۵۹) والاعلام (۸/ ۴۹)

۵۴-جعبری: ابراہیم بن عمر الجعبری الشافعی شیخ القراء (ت ۷۳۲ھ) ان کی کتاب کا نام ''مواہب الوفی فی مناقب الشافعی'' ہے۔

وادی آشی، صفدی، ابن شاکر کتبی، مقریزی، اور حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

۵۵-عیسی بن مسعود الزواوی المالکی (ت ۷۴۳ھ) اُن کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، اسماعیل باشا بغدادی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

۵۶-یافعی: ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی الیمنی المکی الشافعی (ت ۷۶۸ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الشافعی'' ہے۔(۳)

---

(۱) (برنامج الوادی آشی (ص: ۵۲) الوافی بالوفیات (۶/۷۴) وأعیان العصر (۱/۶۰) کلاھما للصفدی، و فوات الوفیات لابن شاکر (۱/۳۹) والمقفی الکبیر للمقریزی (۱/۲۴۳) وکشف الظنون (۲/۱۸۴۰) اس کا مخطوطہ اسی نام سے موجود ہے (اس کا ایک نسخہ مرکز المخطوطات و التراث و الوثائق، کویت (نمبر: ۴۴-۲۲۵-۱) اور ایک نسخہ مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ ریاض (نمبر: ۷۵۵۳۲) اور ایک نسخہ مکتبۃ البلدیۃ اسکندریہ مصر (۳۹، تاریخ) اور ایک نسخہ المکتبۃ الاحمدیہ حلب (نمبر: ۱۲۲۷) اور اسی آخری نسخے کا فوٹو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی لائبریری میں (نمبر ۱۴۴۰/۳) موجود ہے۔ (دیکھیے اتحاف الامۃ ص: ۱۴۰، ومناقب الأبری، مقدمہ محقق، ص: ۲۸) وادی آشی نے اس کا نام ''مواہب الوعی'' لکھا ہے)

(۲) (ھدیۃ العارفین ۱/۸۰۹) اتحاف الامۃ کے مصنف ابراہیم بن منصور الہاشمی الامیر نے اس کو اسماعیل باشا کا وہم قرار دیا ہے صرف اس بنیاد پر کہ قدیم تذکرہ نگاروں نے ان کی کتاب کا ذکر نہیں کیا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان کی کتاب ''مناقب الامام مالک'' ہے، دوسرا وہم صاحب ھدیۃ العارفین کو یہ ہوا ہے کہ انھوں نے ان کو شافعی قرار دیا ہے (دیکھیے اتحاف الامۃ: ۱۴۱، حاشیہ) یہ دونوں باتیں صحیح نہیں معلوم ہوتیں اس لیے کہ اسماعیل باشا نے ان کی دونوں کتابوں کا مستقل الگ الگ ذکر کیا ہے، ''مناقب الامام الشافعی'' اور ''مناقب الامام مالک'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر لکھ رہے ہیں، اگر صرف مناقب الامام الشافعی کا تذکرہ کرتے تو وہم کا امکان تھا، پھر یہ کہ قدیم تذکرہ نگاروں کا اس کتاب کا ذکر نہ کرنا اس کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ یہ کتاب ان کی تالیفات کی فہرست میں نہیں ہے، کتنی کتابیں آج ایسی ہیں حاجی خلیفہ اور اسماعیل باشا کے ذکر کرنے کی بنیاد پر ان کتابوں کا ان کے مصنفین کی طرف انتساب صحیح سمجھا جاتا ہے اور اس کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے، محققین کا یہی انداز ہے۔ دوسری بات یہ کہ بغدادی نے ان کو شافعی نہیں لکھا، بلکہ صاف ''الفقیہ المالکی'' لکھا ہے، معلوم نہیں ہاشمی صاحب کو کیسے یہ غلط فہمی ہوئی۔)

(۳) اس کا قلمی نسخہ مکتبۃ الاوقاف بغداد میں موجود ہے جیسا کہ عبداللہ الجبوری نے فھرس المخطوطات العربیہ فی مکتبۃ الاوقاف فی بغداد (۳/۲۶۶) میں ذکر کیا ہے (دیکھیے مناقب الشافعی للأبری، مقدمہ محقق، ص: ۲۸)

۵۷- سبکی: تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی (ت ۷۷۱ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، مناوی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

۵۸- ابن کثیر: ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (ت ۷۷۴ھ) ان کی کتاب کا نام ''الواضح النفیس فی مناقب ابن ادریس'' ہے، یہ ''کتاب مناقب الامام الشافعی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ (۲)

۵۹- الواسطی: محمد بن الحسن بن عبد اللہ الحسینی الواسطی (ت ۷۷۶ھ) ان کی کتاب کا نام ہے ''المطالب العلیۃ فی المناقب الشافعیۃ''، عبد اللہ بن محمد الحبشی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۵۹- ابو المعالی صدر الدین محمد بن ابراہیم بن اسحاق السلمی المناوی المصری الشافعی (ت ۸۰۳ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، مقریزی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

۶۰- ابن الملقن: سراج الدین ابو حفص عمر بن علی الاندلسی ثم المصری الشافعی (ت ۸۰۴ھ) ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، سخاوی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) دیکھیے الکواکب الدریہ ۱/۲۰۷) انھوں نے صرف سبکی لکھا ہے چوں کہ طبقات الشافعیہ تاج الدین السبکی ہی کی ہے، اس لیے یہ کتاب انھی کی ہوگی نہ کہ ان کے والد تقی الدین سبکی کی ورنہ ان کے بیٹے امام شافعی پر لکھی ہوئی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر کرتے۔

(۲) تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

(۳) معجم الموضوعات المطروقۃ فی التالیف الاسلامی و بیان ما الف فیھا (۲/۷۷۶) زرکلی نے ''الاعلام'' میں ''المطالب العلیۃ فی مناقب الشافعیۃ'' لکھا ہے، اور اس کے مخطوطے کا حوالہ دیا ہے، دونوں ناموں میں صرف الف لام کا فرق ہے، زرکلی کے بیان سے لگتا ہے کہ یہ کتاب طبقات الشافعیہ کے سلسلے میں ہے، جب کہ حبشی نے الشافعی عنوان کے ضمن میں امام شافعی پر لکھی ہوئی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے مخطوطے کا ذکر کیا ہے۔

(۴) دیکھیے المقفی الکبیر (۵/۷۹

(۵) الجواھر والدرر ۳/ ۱۲۵۸

۶۱- ابن فہد: محمد بن محمد الہاشمی المکی المعروف بابن فہد (ت ۸۲۶ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الشافعی“ ہے۔ سخاوی اور اسماعیل باشا بغدادی نے اس کا ذکر کیا ہے۔(۱)

۶۲- محمد بن محمد الکردی (ت ۸۲۷ھ) ان کی کتاب کا نام ”مختصر فی مناقب الشافعی“ ہے۔(۲)

۶۳- ابن قاضی شھبہ: ابوبکر احمد بن محمد ابن قاضی شھبہ الدمشقی الشافعی (ت ۸۵۱ھ) ان کی کتاب کا نام ”مناقب الامام الشافعی وطبقات أصحابہ“ ہے، اسی نام سے شائع ہوئی ہے۔(۳)

۶۴- حافظ ابن حجر: احمد بن علی بن حجر العسقلانی (ت ۸۵۲ھ) ان کی کتاب کا نام ”توالی التانیس بمعالی ابن ادریس“ ہے، کتاب مطبوع اور متداول ہے۔(۴)

۶۵- ابو المعالی علی بن عبد المحسن ابن الدوالیبی البغدادی ثم الدمشقی الصالحی الحنبلی (ت ۸۵۸ھ) ان کی کتاب کا پورا نام ”الحدیث عن مسند الامام الشافعی

---

(۱) الضوء اللامع ۱۱/ ۱۱۱، ایضاح المکنون ۲/ ۵۶۰

(۲) مرکز جمعة الماجد دبئ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے (نمبر ۲۳۲۶۵) صاحب اتحاف الامہ نے اس کو اخیر میں بیان کیا ہے جن کا سنہ وفات معلوم نہیں۔ مگر چوں کہ اس نام کے ایک مصنف معجم المولفین (۳/ ۶۴۰) میں مذکور ہیں، بظاہر یہ اس کتاب کے مصنف ہی ہیں، اسی احتمال کی بناپر ہم نے یہاں بیان کیا ہے۔

(۳) تحقیق عبد العزیز فیاض حرفوش، دار البشائر، بیروت، ۱۴۲۴ھ

(۴) اس کا پہلا ایڈیشن ”توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس“ کے نام سے مطبعۃ بولاق قاھرہ سے ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا تھا، پھر اسی نام سے ابو الفداء عبد اللہ القاضی کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، لیکن کتاب کا صحیح نام ”توالی التانیس بمعالی ابن ادریس“ ہے جیسا کہ محمد بن سلیمان الرودانی (ت ۱۰۹۴ھ) نے صلة الخلف بموصول السلف (ص: ۳۹۰) میں اور علامہ مرتضی زبیدی (ت ۱۲۰۵ھ) نے اتحاف السادة المتقین (۱/ ۱۹۲) میں ذکر کیا ہے، اور اس صحیح نام کے ساتھ عبد اللہ محمد الکندری کی تحقیق سے دار ابن حزم بیروت نے شائع کیا ہے۔(۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء)
نیز حافظ کی یہ کتاب ان کی دوسری کتاب ”الرحمة الغیثیہ بالترجمة اللیثیہ“ کے ساتھ ”سیرة الامامین اللیث و الشافعی“ کے نام سے عبد الرحمن محمود و احمد علی حسن کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الآداب قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔
(دیکھیے اتحاف الامة، ص: ۱۴۲)

و اربعون حدیثا مرویة عنه مع مناقب الامام الشافعی "المکتبة الظاھریة دمشق میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ (۱)

۶۶- ابن التنیسی: ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن محمد الاسکندری القاہری المالکی (ت ۸۷۵) دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر نے امام شافعی کے حالات پر مستقل لکھنے والوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

۶۷- محمد بن عبدالمنعم بن محمد الجوجری (ت ۸۸۹ھ) ان کی کتاب کا نام "ترجمۃ الامام الشافعی" ہے۔ اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ (۳)

۶۸- خیضری: محمد بن محمد بن عبداللہ بن خیضر قطب الدین الزُبیدی الدمشقی الشافعی (ت ۸۹۴ھ) دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر نے امام شافعی پر مستقل لکھنے والوں میں ان کا نام لکھا ہے۔ (۴)

۶۹- عمر بن زید الدوعنی الحضرمی (۹۰۰ھ میں موجود تھے تاریخ وفات معلوم نہیں) ان کی کتاب کا نام "الدرر الجوھر النفیس فی مناقب الامام محمد بن ادریس" ہے، اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ (۵)

---

(۱) دیکھیے مناقب الامام الشافعی للآبری تحقیق جمال عزون، ص: ۲۹

(۲) دیکھیے مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر تحقیقہ، ص: ۴۰) معلوم نہیں کہ ان کی معلومات کا مصدر کیا ہے؟ سخاوی نے الضوء اللامع میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ (۳) ایک نسخہ برلین (جرمنی) کے شاہی کتب خانے میں ہے (نمبر: ۱۰۰۱) اور ایک نسخہ اسکندریہ (مصر) کے مکتبۃ البلدیۃ میں ہے (نمبر: ۲۹ تاریخ) اور دوسرا نسخہ یہیں (۳۶۸۹/ج تاریخ) میں ہے (دیکھیے اتحاف الامۃ، ص: ۱۴۲)

(۴) دیکھیے مناقب الشافعی لابن الاثیر تحقیقہ ص: ۴۰) سخاوی نے ان کی کتابوں کی فہرست بیان کی ہے، اس میں مستقل امام شافعی کے مناقب پر ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا، البتہ ان کی ایک کتاب "زھر الریاض فی رد ما شنعہ القاضی عیاض" ہے، امام شافعی نے آخری تشہد میں درود کو واجب قرار دیا ہے، قاضی عیاض نے اس کی تردید کی ہے، خیضری نے اس کتاب میں امام شافعی کا دفاع کر کے قاضی عیاض کو بھرپور جواب دیا ہے، شاید اسی کتاب کی وجہ سے ملا خاطر کو غلط فہمی ہوئی، واللہ اعلم، خیضری کی ایک کتاب "طبقات الشافعیۃ" بھی ہے۔ (دیکھیے الضوء اللامع ۹/ ۱۱۷) (۵) ایک نسخہ مذکورہ نام سے مکتبۃ الاسد دمشق میں موجود ہے (نمبر ۴۶۱۳) اور ایک نسخہ مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ الریاض میں "الدر النفیس فی مناقب الامام محمد بن ادریس" کے نام سے موجود ہے (۴۵۹۱۳) دیکھیے اتحاف الامہ، ص: ۱۴۲)

۷۰- ابن المبرد: ابو المحاسن یوسف بن حسن الدمشقی الصالحی الحنبلی (ت ۹۰۹ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الشافعی‘‘ ہے، جو چار جلدوں میں ہے، خود انھوں نے اپنی فہرست کتب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

۷۱- سیوطی: جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی الشافعی (ت ۹۱۱ھ) ان کی کتاب کا نام ’’شافی العی فی مناقب الشافعی‘‘ ہے، زبیدی نے اس کا ذکر کیا ہے۔(۲)

۷۱- مناوی: محمد عبدالرؤوف بن علی المناوی الشافعی (ت ۱۰۳۱ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الامام الشافعی‘‘ ہے، یہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔(۳)

۷۲- ابو العباس احمد بن محمد مکی الحسینی الحموی المصری الحنفی (ت ۱۰۹۸ھ) ان کی کتاب کا نام ’’الدر النفیس فی مناقب الامام محمد بن ادریس‘‘ ہے۔ اس کے قلمی نسخے برلین، مصر، اور صنعاء وغیرہ میں موجود ہیں۔(۴)

۷۳- عجلونی: اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی الشافعی (ت ۱۱۶۲ھ) ان کی کتاب کا نام ’’تاج الملوک النفیس بترجمۃ الامام الشافعی محمد بن ادریس‘‘ ہے۔(۵)

۷۴- اسماعیل بن غنیم الجوہری (ت ۱۱۶۵ھ) ان کی کتاب کا نام ’’مناقب الامام الشافعی‘‘ ہے۔(۶)

---

(۱) دیکھیے فہرس الکتب، رقم: ۶۸ بحوالہ جمال عزون مناقب الشافعی للآبری، ص: ۲۹

(۲) دیکھیے اتحاف السادۃ المتقین ۱۰/۲۰۱) جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں ’’رسالۃ فی مناقب الشافعی‘‘ کے نام سے سیوطی کا ایک رسالہ ہے (دیکھیے فہرس مخطوطات خزانۃ جامع بومبای، رقم: ۳۹۲)

(۳) تحقیق ساعد عمر غازی، دار الصحابہ للتراث طنطا، مصر، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

(۴) دیکھیے الأعلام للزرکلی ۱/۲۳۹ و [illegible]/۲۶ و مناقب الشافعی للآبری، مقدمہ محقق جمال عزون، ص: ۳۰، اور انھوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ مکتبۃ الحرم المکی (نمبر: ۴۰۴۴) میں ’’الغیث الھامع فی فضائل محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع‘‘ کے نام سے جو کتاب ہے اور جس کا مصنف نامعلوم لکھا ہوا ہے وہ اسی کتاب کا دوسرا نام ہے۔

(۵) اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبۃ الاسد دمشق (نمبر مجموع تاریخ ۳۲۷) اور ایک نسخہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض (نمبر ۱۱۱۷/ف) اور ایک نسخہ مرکز الملک فیصل للبحوث و الدراسات الاسلامیۃ ریاض (۲۸۴۷-۱-ف) موجود ہے)

(۶) اس کا ایک نسخہ المکتبۃ الازہریہ قاہرہ میں اور ایک اتحاف الامہ کے مصنف ابو ہاشم ابراہیم بن منصور الہاشمی الامیر کے پاس (جدہ میں) موجود ہے۔

۷۵- خلیل بن محمد زهران (ت ۱۱۸۶ھ) ان کی کتاب کا نام ''فضائل الإمام الشافعی'' ہے۔ (۱)

۷۶- داود الموسوی البغدادی، ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام محمد بن ادریس الشافعی'' ہے۔ (۲)

۷۷- محمد نورالدین المنیاوی، ان کی کتاب کا نام "مناقب غوث الأمة المرضية امام الدين و الدنيا وارث الكمالات الكلية صاحب العلم النفيس الامام محمد الشافعي بن ادريس" ہے (۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) میں اسی نام سے شائع ہو چکی ہے، بظاہر مصنف اُسی صدی کے ہیں۔ (۳)

۷۸- محمد مصطفیٰ، ان کی کتاب کا نام ''الجوهر النفیس فی تاریخ حیاۃ الامام ابن ادریس'' ہے، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے (۱۳۲۶ھ)

۷۹- سلیمان البغدادی، ان کی کتاب کا نام ''مناقب الامام الشافعی'' ہے، مکۃ المکرمۃ سے شائع ہوئی ہے (۱۳۲۸ھ)

۸۰- صالح بن سالم باحطاب ان کی کتاب کا نام ''سیرۃ الامام الشافعی'' ہے، (۱۳۳۹ھ)

۸۱- مصطفیٰ عبدالرزاق: مصطفیٰ بن حسن بن احمد عبدالرزاق، سابق وزیر اوقاف مصر و شیخ الازہر (ت ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء) ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی'' ہے، القاهرة ۱۹۴۵ء

۷۹- محمد ابوزهرة: محمد بن احمد ابوزهرة (ت ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) ان کی کتاب کا نام ''الشافعی: حیاتہ وعصرہ- آراؤہ وفقہہ'' ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء میں شائع

---

(۱) اس کا ایک نسخہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ریاض کی لائبریری میں (نمبر: ۱۰۱۹۷/ف) اور اسی کی فوٹو کاپی مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ (نمبر: ۲۰۹۹/ف) موجود ہے۔

(۲) اس کا مخطوطہ مدینہ منورہ کے مکتبۃ الملک عبدالعزیز میں مکتبہ محمودیہ میں موجود ہے (نمبر: ۲/ ۲۵۹۹)

(۳) ان آخری پانچوں کتابوں کے قلمی نسخوں کے حوالے کے لیے دیکھیے اتحاف الامۃ، ص: ۱۴۳-۱۴۴۔

ہوا تھا، یہ کتاب بہت مشہور و قیع اور متداول ہے۔

۸۰- حسین الرفاعی، ان کی کتاب کا نام ''تاریخ الامام الشافعی'' ہے، مطبوع ہے

۸۱- محمد لبیب البوھی، ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی'' ہے، مطبوع ہے

۸۲- عبدالحلیم الجندی، ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی ناصر السنۃ وواضع الأصول'' ہے، مطبوع ہے۔

۸۳- عبدالغنی الدقر (ت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی فقیہ السنۃ الأکبر'' ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں دارالقلم دمشق سے شائع ہوا تھا، اس کے بعد کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۸۴- ابراہیم الوزیر، ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی'' ہے، دارالکتاب العربی، بیروت سے شائع ہوئی ہے (۲۰۱۰ء)

۸۵- مصطفیٰ الشکعۃ، ان کی کتاب کا نام ہے ''الامام محمد بن ادریس الشافعی'' دار الکتاب المصری، قاہرہ- دارالکتاب اللبنانی، بیروت، لبنان سے مشترکہ طور پر شائع ہوئی ہے (۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)

؟؟- عبدالرحمٰن باوا کودم بویا، ان کی کتاب کا نام ''الامام الشافعی'' ہے، کالیکوٹ، کیرالا سے شائع ہوئی ہے۔ (۲۰۱۲ء)

۸۶- ''الامام الشافعی فقیہا مجتہدا'' کوالالمپور (ملیشیا) میں ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں امام شافعی کی شخصیت پر منعقد سیمنار میں پیش کیے ہوئے مقالات کا مجموعہ، جو المنظمۃ الاسلامیۃ للتربیۃ والعلوم والثقافۃ- ایسیسکو سے شائع ہوا ہے (پہلا ایڈیشن ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) اس کے بعض مضامین بہت وقیع ہیں، جو امام شافعی کی عبقری شخصیت کے بعض پہلوؤں اور مخفی کوششوں کو سامنے لاتے ہیں۔

۸۷- محمد عون السیامی، ''الامام الشافعی بین الفقہاء والمحدثین'' ۱۳۸۶ھ

۸۸- عبیداللہ ابوبکر ''الامام محمد بن ادریس الشافعی وخدماتہ'' ۱۴۱۳ھ

۸۹-محمد سلمان خان الندوی، ان کی کتاب کا نام "فقیہ الامہ الامام الشافعی" ۱۴۱۷ھ

۹۰-محمد نوشاد عالم ارریاوی، ان کی کتاب کا نام "العلامۃ الامام الشافعی حیاتہ و خدماتہ" ۱۴۲۵ھ

۹۱-عبدالملک بن عبدالجلیل "حیاۃ الامام الشافعی وخدماتہ فی الفقہ والحدیث" ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

یہ پانچوں کتابیں دراصل فضیلت (ایم اے) کے مقالات ہیں، جو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تیار کر کے پیش کیے گئے، اور سب مخطوطہ صورت میں کتب خانہ شبلی ندوۃ العلماء میں موجود ہیں، اور غالباً ان میں سے کوئی مقالہ ابھی چھپا نہیں ہے۔

دوسری فصل

اب ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں، جو امام شافعی کے کسی خاص پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں، اگر چہ ایسی کتابوں میں بھی عام طور پر ابتدائی زندگی ہی سے تذکرہ شروع کیا جاتا ہے، مگر ضمناً اور مختصراً، اور کتاب کا جو موضوع ہوتا ہے اس پر بحث مفصل ہوتی ہے، یا کم سے کم ان کے ناموں سے یہی معلوم ہوتا ہے، چناں چہ متعدد لوگوں نے امام شافعی کے نسب کو موضوع بنا کر لکھا ہے، اور ایک سے زائد لوگوں نے ان کے سفر مدینہ یا سفر بغداد کو موضوع بنایا ہے، اسی طرح بعض اور پہلوؤں پر لکھا ہے، اس طرح کی کچھ کتابوں کا نام درج ذیل ہیں:

(۱/۸۴) ابو الطیب طاہر بن عبداللہ الطبری (ت ۴۵۰ھ) ان کی کتاب کا نام روضۃ المنتھی (فی مولد الامام الشافعی) ہے، سبکی اور سخاوی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

(۲/۸۵) ابو بکر احمد بن محمد بن الفضل الفارسی (ت بعد ۴۲۰ھ) ان کی کتاب

---

(۱) طبقات الشافعیہ الکبری (۱/۲۱۶) الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ للسخاوی (ص: ۱۷۵) اس کا قلمی نسخہ ترکی میں موجود ہے (دیکھیے تاریخ التراث العربی ۲/۲۱۳)

کا نام ’’نسب الشافعی‘‘ ہے، سبکی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

(۸٦/۳) ابو طالب اسماعیل بن الحسین بن محمد المروزی الحسینی (ت تقریباً ٦۳۲ھ) ان کی کتاب کا نام ’’نسب الشافعی‘‘ ہے یاقوت حموی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

(۸۷/۴) عمر بن زید الدوعنی الحضرمی (ت بعد ۹۰۰ھ) ان کی کتاب کا نام ’’الدر النفیس فی بیان نسب الامام محمد بن ادریس‘‘ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (۳)

(۸۸/۵) احمد بن مکی الحسینی الحموی الحنفی (ت ۱۰۹۸ھ) ان کی کتاب کا نام ’’الدر النفیس فی بیان نسب إمام الائمة محمد بن ادریس الشافعی‘‘ ہے، اس کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ (۴)

(۸۹/٦) زبیدی: محمد مرتضی الزبیدی الحسینی (ت ۱۲۰۵ھ) ان کی کتاب کا نام ’’إسماع الصم فی تحقیق نسب الامام الشافعی من الأم‘‘ خود زبیدی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

(۹۰/۷) ابو ھاشم ابراہیم بن منصور الہاشمی الامیر، ان کی کتاب کا نام ’’اتحاف

---

(۱) طبقات الشافعیہ الکبری ۱/ ۸۷ و تاریخ الادب العربی لبروکلمان ۳/ ۲۹۳) نیز دیکھیے مناقب الامام الشافعی للآبری، مقدمہ محقق، ص: ۲۲

(۲) معجم الادباء ۲/ ٦۳۲ھ

(۳) فہرس التاریخ ۲/ ٦۱۸، للریان، اور اسی نسخے کا فوٹو مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات میں موجود ہے (نمبر: ۲۸۴۸-1) دیکھیے مقدمہ جمال عزون، مناقب الامام الشافعی للآبری ص: ۲۹، ان کی ایک کتاب ’’مناقب الشافعی‘‘ بھی ہے جس کا ذکر گزر چکا ہے، وہاں کتاب کا نام ’’الجوهر النفیس‘‘ یا ’’الدر النفیس‘‘ ہے، اور کہیں ’’الجوهر الدر النفیس‘‘، یہ ترکیب محل نظر ہے، بظاہر ان کی دو کتابیں ہوں گی، مناقب میں جو ہے اس کا نام ’’الجوهر النفیس‘‘ اور نسب والی کتاب ’’الدر النفیس‘‘ ہو گی۔ واللہ اعلم

(۴) ایک نسخہ مکتبہ اوقاف بغداد میں (۳۷۹/۲۰) اور دوسرا نسخہ المکتبة الازهریة بالقاهرہ (رقم: ۱۸۲) مجامیع (۵۳۷۹) اور ایک نسخہ مکتبة الملک عبدالعزیز مدینہ منورہ (۸۰/۱٦۵) ابراہیم بن منصور ہاشمی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اس کو ایڈٹ کیا ہے، دیکھیے اتحاف الأمة (ص: ۱۴٦)

(۵) دیکھیے المعجم المختص (ص: ۸۰۵)

الامة بصحة قرشية الإمام الشافعي فقيه الأمة "ہے، یہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔(۱)

(۹۱/ ۸) ابن الصلاح: ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان الشہر زوری (ت ۶۴۳ھ) ان کی کتاب ''حلیۃ الامام الشافعی'' ہے، امام شافعی کے حلیے پر مختصر کتاب ہے، بسام عبدالوھاب الجابی کی تحقیق کے ساتھ دارالبصائر دمشق سے شائع ہو چکی ہے ۱۴۰۱ھ۔

(۹۲/ ۹) محنۃ الامام الشافعی، اسماعیل بن الجباب الحمیدی (تیسری صدی ہجری) ابن خیر اور سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

(۹۳/ ۱۰) محنۃ للإمام الشافعی، ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر البغدادی الخلدی الخواص (ت ۳۴۸ھ) اس کے قلمی نسخے دمشق، ریاض، اور مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔(۳)

مناقب الامام الشافعی للآبری کے محقق جمال عزون کو اشتباہ ہوا ہے انھوں نے دونوں کتابوں کو ایک سمجھ کر مصنفین کے ناموں میں تصحیف کا خیال ظاہر کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ فہرستہ ابن خیر میں جعفر بن محمد بن نصیر کے بجائے جعفر بن احمد بن نصر ہو گیا ہے، اورالجواھر والدرر میں خلدی کے بجائے حمیری ہو گیا ہے، پہلی کتاب میں ابن خیر کی سند میں ایک نام ابومحمد جعفر بن احمد بن نصر آیا ہے وہ بیک واسطہ اسماعیل بن الجباب کے بیٹے محمد سے یہ کتاب نقل کرتے ہیں، اور دوسری کتاب کے مصنف کا نام جعفر بن محمد بن نصیر ہے، چوں کہ باپ اور دادا کے نام قریب قریب ہیں اس لیے وہ یہ سمجھے کہ محمد بن نصر کے بجائے احمد

---

(۱) مؤسسۃ الریان، بیروت، لبنان ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء الطبعۃ الاولی۔

(۲) فہرستہ ابن خیر الاشبیلی (ص: ۲۶۸، رقم ۷۲۳) والجواھر والدرر للسخاوی (۳/ ۱۲۵۹) موخر الذکر کتاب میں اسماعیل بن الحباب الحمیری چھپا ہے، صحیح کیا ہے دوسرے ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں، ابن خیر نے اپنی سند کے جو الفاظ نقل کیے ہیں اس کے اخیر میں ہے، محمد بن اسماعیل بن الحباب الحميدي عن أبيه قال كان الشافعي قد ذكرها، لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ براہ راست امام شافعی سے سنا یا کسی سے سن کر نقل کیا۔

(۳) ایک نسخہ مکتبۃ الاسد دمشق میں (نمبر: ۲۴۸) دوسرا نسخہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ریاض کے کتب خانے میں ہے (نمبر: ۱۱/ ۱۳۱۱/ ف) اور ایک نسخہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے (نمبر ۵۴۱/ ۲۳) دیکھیے اتحاف الامۃ، ص: ۱۵۲)

بن نصر ہوگیا ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دو مستقل الگ الگ نام ہیں، جعفر بن احمد بن نصر ایک مشہور بڑے محدث ہیں، جو اسی کے قریب زمانے کے ہیں، ۳۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے(۱) امام شافعی اور ان کے درمیان تین واسطے جیسا کہ ابن خیر کی سند میں ہیں بہت معقول ہیں، وہ اس کتاب کے مصنف نہیں بلکہ بالواسطہ راوی ہیں، مصنف اسماعیل بن الجباب ہیں جیسا کہ سخاوی نے صراحت کی ہے، اور ان دو کتابوں کے الگ الگ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سخاوی نے امام شافعی کی 'محنة' (آزمائش) پر لکھنے والوں میں اسماعیل بن الجباب کا نام لکھ کر وغیرہ لکھا ہے یعنی اور بھی لوگوں نے اس پر لکھا ہے، چناں چہ خلدی کی کتاب بھی ہے)

(۱۰/۹۴) رحلۃ الامام الشافعی، عبداللہ بن محمد البلوی (ت بعد ۲۷۰ھ) یہ سفر نامہ بہت پہلے ۱۸۸۸ھ میں ہندوستان ہی میں شائع ہوا، پھر قاہرہ وغیرہ سے اس کی اشاعت ہوئی۔

جتنے لوگوں نے امام شافعی کا سفر نامہ مرتب کیا ہے ان میں یہ سب سے قدیم اور سب سے مشہور ہے، اس کا اردو ترجمہ بھی سفر نامہ امام شافعی کے نام سے شائع ہو چکا ہے، مگر اس میں بہت سی باتیں غیر حقیقی اور موضوع ہیں، اس کے مصنف کو محققین نے کذاب کہا ہے، علامہ ابن تیمیہ، امام ابن القیم، امام ذہبی، امام ابن کثیر، حافظ ابن حجر سب نے اس کے موضوع ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۲)

اس میں بہت سی باتیں بدیہی طور پر غلط ہیں، مثلاً امام شافعی کے امام ابو یوسف سے مناظرے کا ذکر کیا ہے، جب کہ امام شافعی پہلی دفعہ ۱۸۴ھ میں عراق گئے ہیں، اس سے دو سال پہلے ہی ۱۸۲ھ میں امام ابو یوسف کا انتقال ہو چکا تھا۔

---

(۱) دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۲۱۷-۲۲۰

(۲) فتاوی ابن تیمیہ (۲۰/ ۳۳۱) مفتاح دار السعادة لابن القیم (۳/ ۲۴۷-۲۴۸) سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۷۸) مناقب الامام الشافعی لابن کثیر (ص: ۸۰-۸۲ (بحوالہ اتحاف الامۃ، ص: ۱۴۸-۱۴۹) توالی التاسیس (ص: ۱۳۰، ۱۳۱-۱۳۲)

اسی طرح اس میں بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر آمادہ کیا، یہ صریح الزام ہے، کسی عام شخص پر بھی نہیں لگایا جا سکتا چہ جائے کہ اتنے بڑے دینی پیشواؤں اور ائمہ کرام پر یہ الزام لگایا جائے، پھر یہ کہ امام ابو یوسف کا وجود ہی نہیں تھا، اور حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے، امام شافعی کی جاں بخشی میں امام محمد کا بڑا کردار ہے، انھوں نے ہارون رشید کو امام شافعی کا مقام بتایا تھا، اور ان کو قتل ہونے سے بچا لیا تھا۔

مولانا مجیب اللہ ندوی نے ''سفرنامہ امام شافعی پر ایک نظر'' کے نام سے اس کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ (۱)

اس طرح پاکستان سے تعلق رکھنے والے عربی زبان کے نامور محقق ڈاکٹر پیر محمد حسن (ت ۱۹۹۹ء) نے بھی اس کا بھرپور تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ (۲)

(۱۲/۹۵) رحلة الشافعی، امام ابن المنذر ر: محمد بن ابراہیم النیسابوری (ت ۳۱۹ھ) اس کے قلمی نسخے قاہرہ ودمشق میں موجود ہیں۔ (۳)

ابن المنذر ر بہت بڑے محدث اور فقیہ مجتہد تھے، قطعی بات ہے کہ یہ سفرنامہ ان کا لکھا ہوا نہیں ہے، اس میں بھی بہت سی باتیں جھوٹی در آئی ہیں، ابن المنذر ر کی طرف منسوب کر کے کسی نے یہ باتیں وضع کی ہیں، حافظ ابن حجر نے اس کا مختصر جائزہ لیا ہے۔ (۴)

(؟؟/۱۳) ''رحلة الامام الشافعی'' محمد بن سعد الجوانی (ت ۵۸۸ھ) حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵)

(؟؟/۱۴) ''رحلة الامام الشافعی'' یوسف بن ابراہیم الاردبیلی

---

(۱) معارف، ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء، ج:۷۲

(۲) بشکریہ محترم جناب مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

(۳) ''رحلة الامام الشافعی إلی المدینة المنورة'' کے نام سے اس کا مخطوطہ مکتبة الاسد دمشق میں موجود ہے (نمبر: ۲۴۸/ مجموع ۱۷) اور دوسرا نسخہ المکتبة الازھریہ قاہرہ میں موجود ہے (نمبر ۲۱۶۳۱ و ۳۶۳۸۸)

(۴) لسان المیزان ۶/ ۲۲۵

(۵) لسان المیزان ۵/ ۸۳

(ت ۷۹۹ھ)۔ (۱)

(؟؟/۱۵) ”رحلة الامام الشافعی من مکه الی المدینة المنورة“ عبد الوھاب بن احمد الشعرانی (ت ۹۷۳ھ) ریاض میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ (۲)

(؟؟/۱۶) ”رحلة الشافعی الی مصر“ مصطفیٰ منیر ادھم، مطبوع، مصر ۱۳۴۹ھ

(؟؟/۱۷) ثناء احمد علی الشافعی، ابو علی حسن بن احمد بن عبداللہ المعروف بابن البناء البغدادی الحنبلی (ت ۴۷۱ھ)۔ (۳)

(؟؟/۱۸) ”ما روی عن احمد بن حنبل فی فضائل الشافعی“، ابن المقری کی کتاب ہے جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ (۴)

(؟؟/۱۹) محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری (ت ۳۶۰ھ) ”جزء فیه حکایات عن الشافعی وغیرہ“ (اس کا مخطوطہ المکتبة الظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (۵)

(؟؟/۲۰) ”نوادر الحکایات“ امام بیہقی: ابوبکر احمد بن الحسین (۴۵۸ھ) کی

---

(۱) ”رحلة الامام الشافعی من مکہ الی المدینة“ کے نام سے جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة ریاض میں اس کا مخطوطہ موجود ہے (نمبر: ۲۴۸۸/ف) اسی طرح ایک نسخہ مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیة الریاض (۳۸۵۰/فج) میں موجود ہے۔

(۲) رحلة محمد بن ادریس الشافعی کے نام سے جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی لائبریری میں موجود ہے (نمبر: ۶۳۰۰/ف)

(۳) کتاب کا پورا نام ثناء احمد علی الشافعی و ثناء الشافعی علی احمد ہے، دیکھیے الذیل علی طبقات الحنابلہ ۱/۷۸)، اس مصنف کی ”فضائل الشافعی“ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(۴) دیکھیے ص: ۰۰۰، ان کی اس کتاب کا ذکر ابن قاضی شھبہ نے کیا ہے، مناقب الامام الشافعی وطبقات اصحابہ، ص: ۶۶ (بحوالہ اتحاف الامة ص: ۱۳۸)

(۵) دیکھیے اخلاق العلماء للآجری تحقیق ابی عبداللہ الدانی بن منیر آل زھوی مقدمہ محقق، ص: ۹، نیز مکتبة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة الریاض (رقم ۱۵۶۶/ف) اور مکتبة جامعة ام القری (رقم ۶۹۶/۴) دیکھیے اتحاف الامة، ص: ۱۲۵ اور اتحاف الامة کے مصنف ابو ھاشم ابراھیم بن منصور الھاشمی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اس کی تحقیق شروع کی ہے۔

تصنیف ہے، بیہقی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اس میں امام شافعی سے متعلق متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔ (۱)

تیسری فصل

امام شافعی کی زبان، شعر و ادب اور ان کے بلیغ حکیمانہ اقوال کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- الخوافی: ابوالحسن علی بن القاسم بن علی الخوافی (تیسری صدی ہجری) کی کتاب۔ (۲)

۲- ابوبکر الصیرفی: محمد بن عبداللہ الصیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) کی کتاب

۳- الحمشاذی: محمد بن عبداللہ بن حمشاد ابومنصور (متوفی ۳۸۴ھ) کی کتاب

ان تینوں کتابوں کا ذکر بیہقی نے کیا ہے، مگر ان کتابوں کا نام نہیں لکھا ہے۔ (۳)

۴- الزاھر فی غریب الفاظ الامام الشافعی: یہ کتاب امام لغت صاحب تھذیب اللغہ ابومنصور الازھری (محمد بن احمد الازھری التوفی ۳۷۰ھ) کی ہے۔ (۴)

---

(۱) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۱۳۲، نیز ۲/۲۶۸

(۲) خوافی کا پورا تعارف امام شافعی کی لغت و ادب کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

(۳) دیکھیے رد الانتقاد علی الفاظ الشافعی (ص: ۶۵، ص: ۸۲، ص: ۱۰۹) پیچھے خاصی وضاحت کے ساتھ ان تینوں حضرات اور ان کی کتابوں کا ذکر گزر چکا ہے۔

(۴) اس کا تعارف امام شافعی کی لغت و ادب کے تحت گزر چکا ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کا ایک ایڈیشن دکتور محمد جبر الالفی کی تحقیق کے ساتھ وزارۃ الاوقاف و الشئون الاسلامیہ- کویت نے شائع کیا (۱۳۹۹ھ) اور ایک ایڈیشن شہاب الدین ابوعمرو کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر بیروت- لبنان سے شائع ہوا ہے (۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء) اور غالبا اس پر سب سے اچھا کام ڈاکٹر عبدالمنعم طوعی بشناتی کا ہے، انھوں نے اس کتاب کو ایڈٹ کر کے جامعۃ الازھر سے ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کی تھی: (ناشر: دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت - لبنان ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء) اس سے پہلے اس کتاب کی تحقیق کر کے سمیح عبداللہ ابومغلی نے جامعۃ القاھرۃ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی تھی (۱۹۸۱ء) دار الفکر عمان سے یہ تحقیق شائع ہو چکی ہے (۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء)

۵- حلیۃ الفقہاء: یہ کتاب مشہور لغوی ابن فارس (ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا الرازی المتوفی ۳۹۵ھ) کی ہے (اس کا تعارف بھی گزر چکا ہے) مطبوع ہے، تحقیق الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، الشرکۃ المتحدۃ للتوزیع، بیروت، طبع اول ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)

۶- ردالانتقاد علی الفاظ الشافعی، امام بیہقی: احمد بن الحسین البیہقی (ت ۴۵۸ھ) تحقیق بدیع الزمان محمد شفیع النیبالی، دارالھدیان، الریاض

۷- شافی العی من کلام الشافعی، زمخشری: ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری (ت ۵۳۸ھ) زمخشری نے خود کشاف میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱) مجد الدین الفیروز آبادی نے جو لکھا ہے کہ اس کتاب کا نام ''شافی العی فی مناقب الشافعی'' ہے۔ (۲) یہ صحیح نہیں ہے، اور زمخشری کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس میں زبان وادب میں امام شافعی کے مقام پر بحث کی ہے)

۸- اقاویل الشافعی، ابن الحداد: محمد بن احمد بن محمد بن جعفر الکنانی المعروف بابن الحداد (ت ۳۴۷ھ) کی تصنیف ہے، دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۹- الجوہر اللماع فیما ثبت بالسماع من حکم الامام الشافعی المنظوم والمنثور، حسین عبداللہ باسلامہ کی تالیف ہے، کردستان العلمیۃ، مصر سے چھپی ہوئی ہے۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

امام شافعی کی شاعری پر مندرجہ ذیل کام سامنے آئے ہیں:

متعدد حضرات نے امام شافعی کا دیوان مرتب کر کے شائع کیا ہے، غالباً امام شافعی کے اشعار سب سے پہلے شیخ محمد بن محمد الاصبہانی المعروف بابن المقری (متوفی بعد ۶۰۰ھ) نے ایک دیوان کی صورت میں جمع کیے۔

پھر احمد بن احمد بن عبدالرحمٰن العجمی (وفات: ۱۰۲۹ھ) نے ''نتیجۃ الافکار فیما یعزی الی الامام الشافعی من الاشعار'' کے نام سے جمع کیے۔

---

(۱) تفسیر الکشاف ۱/ ۴۵۹

(۲) دیکھیے البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ، ص: ۱۸۰

(۳) دیکھیے مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر تحقیقہ، ص: ۳۵

حکمت صالح نے امام شافعی کے اشعار کا فنی جائزہ لیا ہے ان کی کتاب ”دراسة فنية في شعر الشافعي “ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح محمد بن ابراہیم بن نصر نے ”الشافعي شعره و ادبه“ کے نام سے کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

۱- الجوھر النفیس فی اشعار الامام محمد بن ادریس، محمد مصطفیٰ الشاذلی، مطبعۃ النیل، القاہرۃ، ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء

۲- دیوان الشافعی، محمود ابراہیم، المکتبۃ العباسیۃ، القاہرۃ، ۱۹۱۱ء

۳- شعر الشافعی، مجاہد مصطفیٰ بھجت، جامعۃ الموصل ۱۹۸۶ء (۴۱۳ص)، اسی کا اور منقح ایڈیشن دار القلم دمشق سے شایع ہوا ہے۔ (طبع دوم، ۲۰۰۳ء)

۴- دیوان الشافعی، محمد ابراہیم ھیبۃ، القاہرۃ، ۱۳۲۶ھ

۵- دیوان الشافعی اسماعیل الیوسف، دار کرم، دمشق ۱۹۸۰ء (۹۶ص)

۶- دیوان الشافعی، زھدی یکن، دار الثقافۃ، بیروت، ۱۹۶۲ء (۲۰۴ص)

۷- دیوان الشافعی، محمد عبد المنعم خفاجی، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، ۱۹۸۶ء و عالم الکتب، بیروت

۸- دیوان الشافعی، محمد سالم البواب، دار الالباب، ۱۹۸۵ء

۹- دیوان الشافعی، محمد عفیف الزعبی، المکتبۃ الثقافیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۱ء، (۱۰۴ص) و دار احیاء التراث العربی ۱۹۸۳ء، و دار النور

۱۰- دیوان الشافعی و حکمہ، محمود بیجو، دار المعرفۃ، دمشق، ۲۰۰۰ (۱۲۰ص)

۱۱- دیوان الامام الشافعی، جمع و شرح، عبد العزیز سید الاھل، المجلس الأعلیٰ للشؤن الاسلامیۃ، القاہرۃ، ۱۹۶۶ء (۸۴ص)

۱۲- دیوان الامام الشافعی، نعیم زرزور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء (۱۴۱ص)

۱۳- دیوان الامام الشافعی، محمد یوسف البقاعی، دار الفکر، دمشق، ۱۹۸۶ء

۱۴- دیوان الامام الشافعی، محمد علی البلطجی، دار الخیر، ۱۹۸۸ء

۱۵- دیوان الامام الشافعی، سلیمان سلیم البواب، دار الحکمۃ، دمشق ۱۹۸۹ء (۷۸ص)

۱۶- دیوان الامام الشافعی، محمد عبدالرحمٰن عوض، دار الکتب العلمیۃ، القاھرۃ ۱۹۹۰ء، اس سے پہلے ۱۹۸۴ء میں شایع ہوا تھا۔

۱۷- دیوان الامام الشافعی، احسان عباس، دار صادر، بیروت ۱۹۹۶ء، اور تیسرا ایڈیشن ۲۰۰۷ء (۱۱۱ص)

۱۸- دیوان الامام الشافعی (مع الشرح) عمر فاروق الطباع، دار ارقم بن ابی الارقم، بیروت ۱۹۹۵ء (۱۲۸ص)

۱۹- دیوان الامام الشافعی، جمع وشرح، امیل بدیع یعقوب، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۹۱ء (۲۸۱ص)

۲۰- دیوان الامام الشافعی، رحاب خضر عکاوی، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۹۲ء (۱۲۰ص)

۲۱- دیوان الامام الشافعی، شرح ومراجعہ خلیل ابراھیم، دار الفکر اللبنانی، بیروت ۱۹۹۲ء، نیز ۱۹۹۷ء (۸۰ص)

۲۲- دیوان الامام الشافعی (مع الشرح) صلاح الدین الھواری، دار ومکتبۃ الھلال، بیروت، ۲۰۰۳ء (۱۴۳ص) نیز ۲۰۰۲ء (۱۲۷)

۲۳- الجوھر النفیس فی شعر الامام محمد بن ادریس، محمد ابراھیم سلیم، مکتبہ ابن سینا، القاھرۃ ۱۹۸۸ء (۱۶۰ص)

۲۴- دیوان الامام الشافعی، جمع وترتیب وشرح محمد عبدالرحیم، دار الفکر، اشراف مکتبۃ البحوث والدراسات، بیروت، لبنان ۲۰۰۹ء، (۲۴۷ص)۔ انھوں نے تمام اشعار

کے مصدر وماخذ کا ذکر کرنے کے ساتھ وضاحت سے شرح کی ہے، اور اگر کسی اور کی طرف ان اشعار کی نسبت کی گئی ہے تو اس کا بھی تذکرہ کیا ہے اور بہترین عنوانات قائم کیے ہیں، انھوں نے مقدمے میں لکھا ہے، فکتابنا بکل تواضع ینسخ الکتب السابقة جمیعها لاستدراکنا اکثر من مائة بیت للإمام الشافعی عن الدواوین السابقة (ص: ۲۰) ہم نے اسی دیوان کا حوالہ دیا ہے۔ العراق، اشاعت ۱۹۸۳ء

اردو میں دیوان الإمام الشافعی مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع ہوا ہے، انھوں نے ڈاکٹر عمر فاروق الطباع اور ڈاکٹر احسان عباس کے مرتبہ نسخوں کو سامنے رکھ کر اپنا نسخہ مرتب کیا ہے۔ (ناشر مفتی احمد دیولوی، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات (۲۰۰۱ء از پیش لفظ)

نیز طاہر الاسلام قاسمی صاحب نے سات مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک نسخہ ترتیب دیا ہے اور اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا ہے (دار المعارف، دیوبند ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء)

امام شافعی کے شعری محاسن اور اس کی تنقید سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں ہمارے علم میں ہیں:

۱-حکمت صالح نے امام شافعی کے اشعار کا فنی جائزہ لیا ہے ان کی کتاب "دراسة فنیة فی شعر الامام الشافعی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۰ء، ومطبعة الزاهراء الحدیثیة، الموصل، العراق ۱۹۸۳ء

۲-الشافعی شعره وادبه، محمد ابراهیم نصر، الإشعاع، الریاض ۱۹۸۴ء ودار الرشید سعودیہ، طبع دوم ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۳-مبادئ تربویة من دیوان الامام الشافعی، زینب جمال الدین قاسم فلمبان، یہ دراصل ان کا ماجستیر (ایم اے) کا مقالہ ہے، (قسم التربیة الاسلامیة جامعة ام القری مکہ مکرمہ (۱۴۰۸ھ)

اسی طرح بہت وقیع مقالات امام شافعی کی لغت وادب پر لکھے گئے ہیں، مثلاً ڈاکٹر عبدالفتاح الحموز کا مقالہ بعنوان "کلام الامام الشافعی و الاحتجاج به وجه من سعة

العربية " یہ تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ایک نہایت وقیع محققانہ مقالہ ہے، جو مجلہ مؤتۃ للبحوث و الدراسات جلد اول، شمارہ نمبر:۲ (۱۹۸۶ء) میں شائع ہوا۔(۱)

اور مثلاً ڈاکٹر رزق الطّویل کا مقالہ "لغة الشافعي أثرها في نتاجه الفقهي و الاصولي" جو "الامام الشافعي فقيها و مجتهدا" والی کتاب میں شامل ہے۔

چوتھی فصل

امام شافعی کے عقیدے اور عقیدے کے سلسلے میں ان کی آراء سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں لکھی گئی ہیں:

(۱) ''اعتقاد الامام الشافعی'' محمد بن علی العشاری (ت ۴۵۱ھ) یہ کتاب اسی نام سے ''ثلاث رسائل فی الاعتقاد'' میں شامل ہے اور چھپی ہوئی ہے، تحقیق، عمرو عبدالمنعم سلیم، دار العاصمہ الریاض ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

(۲) ''عقیدۃ الشافعی''، شیخ الاسلام علی بن احمد الھکاری الشافعی (ت ۴۸۶ھ) کی تصنیف ہے، امام ذہبی اور ابن عبدالہادی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

(۳) ''اعتقاد الشافعی'' عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی (ت ۶۰۰ھ) ذہبی اور ابن رجب نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۳)

(۴) عقیدۃ محمد بن ادریس الشافعی، محمد بن رسول بن عبدالسید البرزنجی (ت ۱۱۰۳ھ) (۴) یہ کتاب ''عقیدۃ الامام ناصر الحدیث والسنۃ محمد بن ادریس الشافعی'' کے نام سے ''الاعتقاد لابی الحسین محمد بن القاضی ابی یعلی الفراء'' کے ساتھ چھپی ہے، تحقیق محمد بن

---

(۱) بحوالہ المدخل الی مذھب الامام الشافعی، ص: ۱۲۷

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۹۷ ومناقب الائمۃ الاربعۃ لابن عبدالہادی (ص: ۱۲۰)

(۳) تاریخ الاسلام (وفیات ۵۹۰-۶۰۰ (ص: ۴۴۶) والذیل علی طبقات الحنابلۃ (۳/ ۲۵)

(۴) دیکھیے معجم المؤلفین ۳/ ۱۱۷

عبدالرحمٰن الخمیس، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)(۱)۔

(۵) عقیدۃ الامام أبي عبداللہ محمد بن ادریس الشافعي رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس، دار طیبہ، الریاض، طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

(۶) فقہ العقیدۃ عند الشافعي واحمد - الموقف والمنھاج، ابو الیزید ابو زید العجمي، دار الصحوۃ، القاھرہ، طبع اول ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء

(۷) منھج الامام الشافعي في إثبات العقیدۃ، محمد بن عبدالوھاب العقیل، مکتبۃ أضواء السلف، الریاض، طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔ (۲)

(۸) آراء الشافعي الکلامیۃ، طہ یسین کامل الدیلمي، یہ کتاب ماجستر (ایم اے) کا مقالہ ہے جو کلیۃ العلوم الاسلامیۃ جامعۃ بغداد - العراق میں پیش کیا گیا، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء۔ (۳)

پانچویں فصل

تفسیر میں امام شافعی کے منہج و مقام سے متعلق کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) منھج الامام الشافعي في تفسیر آیات الأحکام، ڈاکٹر محب الدین عبدالرحمٰن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو جامعۃ ام القری مکہ مکرمہ کے کلیۃ الشریعۃ کے ماتحت قسم الکتاب و السنۃ میں پیش کیا گیا (۱۴۰۷ھ) یہ ۵۶۵ صفحات پر مشتمل اور بہت وقیع ہے اور غالباً اب تک شائع نہیں ہو سکا۔ (۴)

(۲) الامام الشافعي ومذھبہ في التفسیر في کتابیہ الأم والأحکام، دکتور عبدالخالق کا

---

(۱) دیکھیے اتحاف الامۃ، ص: ۱۴۶

(۲) یہ دراصل پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الدعوۃ واصول الدین کے ماتحت شعبہ العقیدہ میں پیش کیا گیا تھا۔

(۳) دیکھیے الجامع للرسائل والأطاریح في الجامعات العراقیۃ، ص: ۵۵

(۴) دیکھیے المدخل الی مذھب الامام الشافعي، ص: ۱۳۴

مقالہ ہے، جو دار الحدیث الحسینیہ رباط (مراکش) میں پیش کیا گیا (۱۹۷۹ء) اور غالباً اب تک شائع نہیں ہوا(۱)۔

(۳) تفسیر الامام الشافعی .. اس سلسلے میں سب سے عمدہ کام حال میں ڈاکٹر احمد بن مصطفیٰ الفرّان نے "تفسیر الإمام الشافعی" کے نام سے کیا ہے، انھوں نے امام شافعی کی تمام کتابوں بلکہ ان پر لکھی ہوئی بعض کتابوں سے اخذ کر کے قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب پر امام شافعی کے جملہ تفسیری اقوال کو جمع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، یہ دراصل ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ دار التدمریہ، الریاض سے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ تمھیدی مباحث میں انھوں نے امام شافعی کے مقررہ اہم قواعد تفسیر کو بھی بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ مصر، سعودیہ، مغرب اور سوڈان کی جامعات میں الامام الشافعی مفسراً اور جھود الامام الشافعی فی التفسیر جیسے عنوانات سے متعدد علمی مقالات لکھے گئے ہیں۔ (۲)

اسی طرح ہمارے برادرِ عزیز مولوی عبد الحی بھٹکلی ندوی بن مولانا محمد شعیب اکیری ندوی (استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل) کے مقالے کو عنوان ہے: الامام الشافعی وخدماتہ فی علوم القرآن (برائے فضیلت دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو، سال ۱۴۳۶ھ) جو زیر تکمیل ہے۔

چھٹی فصل

حدیث وعلم حدیث میں امام شافعی کے مقام اور اس سے متعلق کتابیں حسب ذیل ہیں:

---

(۱) دیکھیے المدخل الی مذھب الامام الشافعی، ص: ۱۳۴

(۲) دیکھیے مجلۃ الضیاء، دبئ، خصوصی شمارہ امام شافعی، ص: ۴

(۱) موافقۃ الشافعی سنن رسول اللہ ﷺ، ابن السنی: ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن ابراہیم الدینوری المعروف بابن السنی (ت ۳۶۴ھ)۔ (۱)

(۲) بیان خطأ من أخطأ علی الشافعی البیهقی: احمد بن الحسین (ت ۴۵۸ھ) تحقیق، الدکتور الشریف نایف الدعیس، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔ دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر کی تحقیق سے بھی ریاض سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) مسألة الاحتجاج بالشافعی فیما أسند الیه و الرد علی الطاعنین بعظم جهلهم علیه، خطیب بغدادی: احمد بن علی بن ثابت المتوفی ۴۶۳ھ، تحقیق، خلیل ابراہیم ملا خاطر، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ و الإفتاء و الدعوۃ و الارشاد، الریاض طبع اول ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، نیز انھیں کی تحقیق کے ساتھ المکتبۃ الاثریۃ۔ پاکستان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

(۴) التحدیث و التانیس فی الاحتجاج بابن ادریس، احمد بن احمد بن احمد بن عمر الصنهاجی الودانی المالکی (ت ۱۰۳۲ھ) (ایضاح المکنون ۱/ ۲۳۰)

(۵) الامام الشافعی و أثره فی الحدیث و علومه، دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر، یہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے (جامعۃ الازہر ۱۹۷۴ء) انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ دو جلدوں میں ہے، غالباً شائع نہیں ہوا۔

(۶) الشافعی محدثاً، خلیل ابراہیم ملا خاطر، یہ ان کا ماجستر (ایم اے) کا مقالہ ہے، خود انھوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۲)

(۷) الامام الشافعی و علم مختلف الحدیث، دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر، مجلۃ کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض، میں شائع شدہ مقالہ (شمارہ: ۱، ۱۳۹۷–۱۳۹۸ھ) غالباً الگ بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۸) حجیۃ المرسل عند الامام الشافعی، دکتور خلیل ابراہیم ملا خاطر (مطبوع)

---

(۱) مناقب الامام الشافعی وطبقات أصحابه، ص: ۵۶ (بحوالہ اتحاف الامۃ، ص: ۱۲۷

(۲) مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر بتحقیقه، ص: ٤٢

(۹) اثر السنۃ فی فقہ الشافعی، ڈاکٹر محمد یوسف الحمدی کا وقیع اور مفصل مقالہ جو مجلۃ مرکز بحوث السنۃ والسیرۃ، قطر میں شائع ہوا ہے (شمارہ نمبر، ۵: ۱۹۹۱ء)

(۱۰) الامام الشافعی و مکانتہ بین المحدثین، عبدالحمید عبطان عباس، ماجستر (ایم اے) کا مقالہ (جامعۃ بغداد، ۱۹۸۸ء)۔ (۱) غالباً شائع نہیں ہوا۔

(۱۱) الروایۃ علی الابہام و التعدیل علیہا عند الامام الشافعی، دکتور عبد الرزاق موسی ابو البصل، ماجستر کا مقالہ (جامعۃ ام القری، مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء) یہ ۷۲۵ صفحات پر مشتمل علم حدیث میں امام شافعی کی امامت جاننے کے لیے بہت اہم ہے۔ (۲)

(۱۲) وصل مرسلات الامام الشافعی فی کتابہ الأم، دکتور احمد عواد جمعہ الکبیسی، پی ایچ ڈی کا مقالہ (کلیۃ العلوم الاسلامیۃ بجامعۃ بغداد، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) (الجامع للرسائل والاطاریح فی الجامعات العراقیۃ، ص: ۳۶-۳۷)

(۱۳) مختلف الاحادیث وما وافق فیہا الامام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی، شبیر احمد الندوی، فضیلت (ایم اے) کا مقالہ (دار العلوم ندوۃ العلماء، ۱۴۱۷ھ)

(۱۴) الامام الشافعی و مجہوداتہ فی نصر السنۃ و نظرات علی کتابہ الأم، محمد سمعان عبدالقادر الخلیفہ الندوی، یہ دراصل فضیلت (ایم اے) کا مقالہ ہے (دار العلوم ندوۃ العلماء، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)

(۱۵) کتاب اختلاف الحدیث للامام الشافعی - دراسۃ نظریۃ تطبیقیۃ، احمد عاھد احمد، ماجستر کا مقالہ، جامعۃ صدام للعلوم الاسلامیۃ، بغداد۔ (۳)

(۱۶) القواعد و المصطلحات الحدیثیۃ من کتب الامام الشافعی، طارق انور ملیباری۔ (اس کا پورا تعارف پیچھے گزر چکا ہے)

ان کے علاوہ مرویات الامام الشافعی فی کتاب الام دراسۃ توثیقیۃ کے نام سے

---

(۱) الجامع للرسائل والاطاریح فی الجامعات العراقیۃ، ص: ۳۲

(۲) المدخل إلی مذہب الامام الشافعی، ص: ۱۴۳

(۳) الجامع للرسائل والاطاریح فی الجامعات العراقیۃ، ص: ۳۵

کتاب الام کے مختلف حصوں کی احادیث پر الگ الگ کئی باحثین (اسکالرس) نے تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔ (۱)

اسی طرح روایة الامام الشافعی للموطأ: جمعاً و دراسةً کے عنوان سے کلیة الدراسات العلیا- قسم التفسیر والحدیث - جامعة الشارقة میں ایک طالبہ لکھ رہی ہے، ڈاکٹر عبدالسمیع محمد الأنیس نے اپنے مضمون الامام الشافعی محدثاً و ناصراً للسنة میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ مقالہ انھیں کے زیر نگرانی لکھا جا رہا ہے۔ (۲)

ساتویں فصل

مسلک شافعی کی ترجیح اور خصوصیات اور فقہ واصول فقہ پر امام شافعی کے انقلاب آفریں اثرات کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

(۱) غیاث الخلق فی اتباع الحق فی التحریض علی الأخذ بمذهب الشافعی، امام الحرمین، عبدالملک الجوینی (ت ۴۷۸ھ)

(۲) مغیث الخلق فی اتباع الحق (فی ترجیح مذهب الشافعی) امام الحرمین۔ (۳)

(۳) الانتصار لمذهب الشافعی، ابن ابی عصرون: عبداللہ بن محمد ابی السری التیمی الموصلی الشافعی (ت ۵۸۵ھ) یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ (۴)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے المدخل الی مذهب الامام الشافعی، ص: ۲۲۶، اس سے پہلے امام بیہقی تخریج احادیث کتاب الام کے نام سے ام کی تخریج کا کام کر چکے ہیں، جس کے نسخے ایرلینڈ اور قاہرہ میں موجود ہیں (ایضاً ص: ۲۲۵)

(۲) مجلة الضیاء، دبئ، خصوصی شمارہ امام شافعی، ص: ۱۵

(۳) هدیة العارفین (۱/۶۲۶) میں انھی ناموں سے دو کتابوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے، موضوع وہی ہے جیسا کہ نام سے واضح ہے، فقہ شافعی کی خصوصیات اور اس کی ترجیح کے سلسلے میں، یہ دوسری کتاب مطبوع ہے جیسا کہ الاعلام سے معلوم ہوتا ہے (۴/۱۶۰)

(۴) طبقات الشافعیہ للسبکی (۷/۱۳۳) نیز کشف الظنون ۱/۱۷۴

(۴) ارشاد المغرب فی نصرۃ المذھب، ابن ابی عصرون ہی کی ہے، سبکی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی، اور ضائع ہوگئی۔ (۱)

(۵) امام رازی: محمد بن عمر الرازی (ت ٦٠٦ھ) کی بھی اس سلسلے میں ایک کتاب ہے۔

(٦) الأنوار البهية في بيان أحقية مذهب الشافعيه، مصطفیٰ بن محمد العروسی المصری الشافعی (ت ۱۲۹۳ھ) (۲)

(۷) المدخل إلى مذهب الامام الشافعي، فهد عبداللہ الحبيشی، غالباً مطبوع ہے، المکتبہ الشاملہ میں موجود ہے، لیکن موافق للمطبوع کی صراحت نہیں ہے۔

(۸) المدخل إلى مذهب الامام الشافعي، الدکتور اکرم یوسف القواسمی دار النفائس، عمان- الاردن، طبع اول ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء، بڑی عالمانہ اور محققانہ کتاب ہے۔

(۹) المسائل الفقهية التي انفرد بها الامام الشافعي من دون اخوانه من الأئمة، ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل بن عمر القرشی الدمشقی الشافعی (ت ۷۷۴ھ) مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، طبع اول ۱۴۰٦ھ/۱۹۸٦ء

(۱۰) عوامل انتشار المذهب الشافعي في مختلف البلاد الاسلاميه، دکتور جعفر عبدالسلام

(۱۱) الامام الشافعي في مذهبيه القديم و الجديد، احمد نحراوی عبدالسلام الاندونیسی، طبع اول، قاہرہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

(۱۲) الامام الشافعي و مذهبه القديم و الجديد ضمن المنهاج للنووی، سلوان عبدالخالق علی، ماجستر کا مقالہ (جامعۃ صدام للعلوم الاسلامیہ، بغداد، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)۔ (۳)

---

(۱) طبقات الشافعیہ ۷/۱۳۴

(۲) دیکھیے معجم المؤلفین ۳/۸۷۹

(۳) دیکھیے الجامع للرسائل والاطاریح فی الجامعات العراقیۃ، ص: ۳۳

(۱۳) الامام الشافعی و المسائل التی اعتمدت من قوله القدیم، عبد العزیز عبد القادر قاضی زادہ، ماجستر کا مقالہ (کلیۃ الشریعہ، الجامعۃ الاسلامیۃ، المدینۃ المنورہ ۱۴۰۴ھ)

(۱۴) دور الإمام الشافعی فی ترویج الفقه الاسلامی، محمد جمیل اختر، فضیلت (ایم اے) کا مقالہ (دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۴۳۰ھ/۲۰۱۰ء)

(۱۵) دراسة فقهية فی ضوء کتاب "الأم" للامام الشافعی، عبد الرحمن محمد بلوی فوم فون فروم، فضیلت کا مقالہ (دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۴۲۰ھ)

(۱۶) الامام الشافعی و کتابه الام محمد وسیم بن محمد میراں، فضیلت کا مقالہ (دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۴۲۴ھ)

(۱۷) مخالفات الشافعی لمالك فی المسائل الأصولية، جمال عبود محمد الدیب الجزائری، ماجستر کا مقالہ (جامعۃ صدام للعلوم الاسلامیۃ بغداد، ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء)

(۱۸) منهجية الامام الشافعی فی الفقه و أصوله، دکتور عبد الوہاب ابراہیم ابو سلیمان، دار ابن حزم، بیروت - لبنان - المکتبۃ المکیۃ، مکۃ المکرمۃ، طبع اول ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

(۱۹) الامام الشافعی و أثره فی اصول الفقه، حسن محمد سلیم ابو عبید، پی ایچ ڈی کا مقالہ (مکتبۃ الشریعۃ والقانون، جامعۃ الازہر - القاہرہ، مصر ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ھ)

(۲۰) الإمام الشافعی و أثره فی تأصيل قواعد علم الأصول، ماجستر (ایم اے) کا مقالہ (کلیۃ العلوم الاسلامیۃ، جامعۃ بغداد، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء)

(۲۱) القواعد والضوابط الفقهية فی کتاب الأم للإمام الشافعی جمعاً و ترتیباً و دراسةً، عبد الوہاب احمد خلیل، ماجستر کا مقالہ (کلیۃ الشریعۃ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، الریاض ۱۴۲۰ھ)

آٹھویں فصل

اب ہم ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں امام شافعی کا تذکرہ ہے، یہ بہت ہی وسیع میدان ہے۔ اس طرح کی سب کتابوں کا ذکر کرنا ممکن نہیں، تاہم چند کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے امام شافعی پر کام کرنے والوں کو کچھ فائدہ ہوسکتا ہے، عموماً فقہ شافعی پر لکھنے والے قدیم مصنفین نے بھی اپنی کتابوں کے آغاز میں امام شافعی پر لکھا ہے، چوں کہ اس کا استیعاب مشکل ہے۔ اس لیے ان کتابوں کے ذکر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، تاہم امام نووی نے المجموع میں تحقیقی حالات لکھے ہیں اس لیے اس کا تذکرہ کیا ہے، اس فہرست میں بہت سی کتابیں وہ ہیں جن کو ہم نے خود دیکھ کر اطمینان حاصل کیا ہے، اسی لیے اس کا ایڈیشن اور دیگر تفصیلات کا بھی ذکر کیا ہے، اور بہت سی کتابوں کے لیے دوسرے محققین پر اعتماد کیا ہے، اگر ان کتابوں کی اشاعت کی تفصیل بھی سامنے آئی تو اس کا بھی تذکرہ کر دیا ہے:

پہلے مصنفین پھر کتاب اور پھر صفحات اور دیگر تفصیلات

- الکلبی: محمد بن السائب (ت ۲۰۴ھ) جمهرة النسب (۱/۶۴) تحقیق: محمود الفردوس العظم، دار الیقظة العربیة، دمشق۔
- البخاری: ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت ۲۵۶ھ) التاریخ الکبیر (۱/۴۲) تحقیق: السید ہاشم الندوی، دار الفکر طبقة مصورة عن طبع دائرة المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۳۶۰ھ
- البخاری: .... التاریخ الصغیر (۲/۳۰۲) تحقیق: محمود ابراہیم زاید، دار الوعی، حلب- مکتبة دار التراث، القاہرة، الطبعة الاولی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
- مسلم: ابو الحجاج مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیشابوری (ت ۲۶۱ھ) الکنی والاسماء (ص ۲۱۸) تقدیم مطاع الطرابیشی، دار الفکر، دمشق الطبعة الاولی ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

– ابن اعثم: ابو محمد احمد بن اعثم الکوفی (ت ۳۱۴ھ) **کتاب الفتوح** (۸/ ۲۴۵-۲۵۴) دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء، اسی کا عکسی ایڈیشن دار الندوۃ الجدیدۃ، بیروت لبنان سے شائع ہوا ہے

ابن ابی حاتم: عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی (ت ۳۲۷ھ) **الجرح والتعدیل** (۷/ ۲۰۱-۲۰۴) الطبعۃ الاولی، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد

– المسعودی: علی بن الحسین بن علی (ت ۳۴۶ھ) **مروج الذہب** (۳/ ۲۱۷) دار صادر، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

– ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی البستی السجستانی (ت ۳۵۴ھ) **الثقات** (۹/ ۳۰-۳۱) تحقیق: السید شرف الدین احمد، دار الفکر، بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

– ابن عدی: ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی (ت ۳۶۵ھ) **الکامل فی ضعفاء الرجال** (۱/ ۱۱۴-۱۱۷) دار الفکر، بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۸۸ء (ابن عدی نے اپنی کتاب کے ابتدائی صفحات میں ان بڑے محدثین کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے جھوٹے راویوں کی پردہ دری کو ضروری قرار دیا ہے، انھی میں امام شافعی کا تذکرہ بھی کیا ہے)

– ابن الندیم: محمد بن اسحاق الندیم (ت ۳۸۰ھ یا ۳۸۵ھ یا ۴۱۲ھ) **الفہرست** (ص: ۴۴۱-۴۴۸) تحقیق: الدکتورہ ناہد عباس عثمان، دار قطری بن الفجاءۃ، دوحہ-قطر، الطبعۃ الاولی ۱۹۸۵ء

– ابو نعیم: احمد بن عبد اللہ الاصبہانی (ت ۴۳۰ھ) **حلیۃ الاولیاء** (۹/ ۶۳-۱۶۱) دار الکتاب العربی- بیروت ۱۴۰۵ھ

– الخلیلی: الخلیل بن عبد اللہ بن احمد ابو یعلی الخلیلی القزوینی (ت ۴۴۶ھ) الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (۱/ ۲۳۱) تحقیق: د. محمد سعید عمر ادریس، مکتبۃ الرشد، الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۹ھ

– ابن حزم : ابو محمد علی بن احمد الاندلسی (ت۴۵۶ھ) جمھرۃ انساب العرب (ص:۷۳) دارالکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

– البیھقی : احمد بن الحسین (ت۴۵۸ھ) معرفۃ السنن والآثار (۱/۶۱-۱۳۰) تحقیق : سید کسروی حسن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

–الخطیب البغدادی :احمد بن علی بن ثابت (ت۴۶۳ھ) تاریخ بغداد (۲/۵۶-۷۳) دارالکتب العلمیہ، بیروت

–ابن عبد البر : ابو عمر یوسف بن عبد البر النمری الاندلسی (ت ۴۶۳ھ) الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقھاء (ص:۱۱۵-۱۸۲) تحقیق: عبد الفتاح ابوغدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب الطبعۃ الاولی ۱۴۲۷ھ/۱۹۹۷ء

– ابو اسحاق الشیرازی : ابراھیم بن علی بن یوسف (ت۴۷۶ھ) طبقات الفقھاء (ص:۶۰-۶۲) دارالقلم، بیروت-لبنان

–الغزالی : ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (ت۵۰۵ھ) احیاء علوم الدین (۱/۳۹-۴۲) تحقیق: سید عمران، دارالحدیث، القاھرہ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء

–ابو یعلی : محمد بن أبی یعلی الفرّاء البغدادی الحنبلی (ت ۵۲۶ھ) طبقات الحنابلہ (۱/۲۶۳-۲۷۰) تحقیق : عبدالرحمٰن بن سلیمان العثیمین، مکتبۃ العبیکان، الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء

– قوام السنہ: اسماعیل بن محمد بن الفضل القرشی الاصبھانی (ت ۵۳۵ھ) سیر السلف الصالحین (ص: ۵۷۵-۵۷۹) تحقیق : محمد حسن محمد حسن اسماعیل و طارق فتحی السید، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء

– القاضی عیاض بن موسی الیحصبی السبتی (ت۵۴۴ھ) ترتیب المدارک (۱/۳۸۲-۳۹۶) دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت-دار مکتبۃ الفکر، طرابلس، لیبیا

-یحییٰ بن ابراهیم السلماسی (ت ۵۵۰ھ) منازل الائمة الاربعة (ص: ۱۹۶-۲۳۱) تحقیق: محمود بن عبدالرحمٰن قدح، الجامعة الاسلامیہ، المدینة المنورہ، ۱۴۲۲ھ

السمعانی: ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی (ت ۵۶۲ھ) الانساب (۳/ ۳۷۸-۳۸۱) تحقیق: عبداللہ عمر البارودی، دار الفکر، بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

-ابن عساکر: ابو القاسم علی بن حسن الدمشقی (۵۷۱ھ) تاریخ دمشق (۵۱/ ۲۶۷-۴۳۸) تحقیق: علی شیری، و (۵۴/ ۲۱۹-۳۴۱) تحقیق: ابو عبداللہ علی عاشور الجنوبی دار احیاء التراث العربی، الطبعة الاولی ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء

(ابن عساکر نے بہت تفصیل سے زندگی کے تمام پہلوؤں کو بیان کیا ہے اگر کوئی ابن عساکر کے بیان کردہ حالات کو خاص ترتیب اور عنوانات کے ساتھ مرتب کرے تو امام شافعی پر بہت مستند کتاب تیار ہو سکتی ہے، اتنی تفصیل سے لکھنے کے باوجود اخیر میں کہتے ہیں کہ چوں کہ بہت سے حضرات نے امام شافعی کے حالات پر لکھا ہے اس لیے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے)

- الجعدی: عمر بن علی بن سمرة الجعدی (۵۸۶ھ میں حیات تھے) طبقات فقہاء الیمن (ص: ۱۳۴) تحقیق: فواد السید، دار القلم، بیروت

-ابن الجوزی: جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد البغدادی الحنبلی (ت ۵۹۷ھ) صفة الصفوة (ص: ۳۹۱-۳۹۶، رقم الترجمة: ۲۲۰) تحقیق: خالد طرطوسی، دار الکتاب العربی، بیروت-لبنان ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

-ابن الجوزی، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (۶/ ۱۳۷-۱۴۲) تحقیق: سہیل زکار، دار الفکر بیروت-لبنان، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

-ابن الجوزی.......... مناقب الامام احمد (ص: ۱۱۶-۱۴۵)

- ابن الاثیر: مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری

(ت ۶۰۶ھ) المختار من مناقب الاخیار (۴/ ۳۰۷) تحقیق: مامون الصاغرجی، مرکز زاید للتراث والتاریخ، العین، الامارات ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

-ابن الاثیر: مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد الجزری الشیبانی (ت ۶۰۶ھ) الشافی فی شرح مسند الشافعی۔ انھوں نے اس کتاب کے شروع میں مناقب الشافعی کے عنوان سے دس فصلوں میں امام شافعی کے مفصل حالات لکھے ہیں، جن کو ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر نے مناقب الامام الشافعی لابن الاثیر الجزری کے نام سے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ الگ سے شائع کیا ہے۔ (دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، جدہ-مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء)

-علی بن المفضل بن علی المقدسی ثم الاسکندرانی المالکی (ت ۶۱۱ھ) الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین (ص: ۲۲۹-۲۴۲) تحقیق: محمد سالم العبادی، أضواء السلف، الریاض

-احمد بن عبد المومن الشریشی (ت ۶۱۹ھ) شرح مقامات الحریری (۴/ ۸۹-۹۷) تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، الموسسۃ العربیۃ الحدیثۃ، القاہرہ، اور اسی کا عکسی ایڈیشن المکتبۃ العصریۃ، بیروت ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء

-یاقوت بن عبد اللہ الحموی البغدادی (ت ۶۲۶ھ) معجم الادباء (۱۷/ ۲۸۱-۳۲۷) دار الفکر، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء

-ابن نقطہ: محمد بن عبد الغنی البغدادی الحنبلی (ت ۶۲۹ھ) التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید (۱/ ۲۳-۲۷) دار الحدیث، بیروت مصورۃ عن طبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

-ابن الاثیر: عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن محمد الجزری الشیبانی (ت ۶۳۰ھ) اللباب فی تھذیب الانساب (۲/ ۱۷۵-۱۷۶) دار صادر-بیروت

-القفطی: علی بن یوسف القفطی (ت ۶۴۶ھ) المحمدون من الشعراء (۱/ ۱۵۶) تحقیق: محمد عبد الستار خان، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء

-علي بن أنجب الساعي الحنفي (ت ۶۷۴ھ) الدر الثمين في اسماء المصنفين (۱/۱) تحقيق: احمد شوقی ومحمد سعيد حنشي، الخزانة الحسينية، الرباط ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

النووی: یحییٰ بن شرف النووی (ت ۶۷۶ھ) تهذيب الاسماء واللغات (۱/ ۴۴-۶۷) دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان

- النووی: المجموع شرح المهذب (۱/ ۲۳-۳۲) تحقيق: نجيب المطيعي، مكتبة الارشاد، جدة

- ابن خلكان: شمس الدين احمد بن محمد بن ابی بكر بن خلكان (ت ۶۸۱ھ) وفيات الاعيان (۴/ ۱۶۳-۱۷۳) تحقيق: احسان عباس، دار صادر، بيروت

ابن منظور: محمد بن مكرم الانصاری (ت ۷۱۱ھ) مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر (۲۱/ ۳۵۵-۴۱۵) تحقيق: سكينة الشهابي، دار الفكر، دمشق، الطبعة الاولى ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء

- ابو الفداء: اسماعيل بن علی (ت ۷۳۲ھ) المختصر فی اخبار البشر (۲/ ۲۶) الطبعة الاولى، المطبعة الحسينيه المصرية

- المزی: ابو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبد الرحمٰن المزی الدمشقی (ت ۷۴۲ھ) تهذيب الكمال (۲۴/ ۳۵۵-۳۸۱) تحقيق: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالہ، بيروت-لبنان، الطبعة الاولى ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲

ابن عبد الهادی: محمد بن احمد بن عبد الهادی المقدسی الحنبلی (ت ۷۴۴ھ) مناقب الائمة الاربعة (ص: ۱۰۱-۱۲۶) تحقيق: سليمان مسلم الحرش، دار المويد، الرياض، ۱۴۱۶ھ

- الذهبی: محمد بن احمد بن عثمان الذهبی (ت ۷۴۸ھ) سير اعلام النبلاء (۱۰/ ۵-۹۹) تحقيق: شعيب الارناؤوط، مؤسسة الرسالة، بيروت ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

- الذهبی، تاريخ الاسلام (وفيات ۲۰۰-۲۱۰) (ص: ۳۰۴-۳۴۲) تحقيق: عمر عبد السلام تدمری، دار الكتاب العربي، الطبعة الاولى ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء

-الذہبی، تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۳۶۱-۳۶۳) تحقیق: عبدالرحمٰن المعلمی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، طبعۃ مصورۃ عن طبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد

-الذہبی، تذہیب تہذیب الکمال (۸/ ۱۹-۲۳) تحقیق: غنیم عباس غنیم و مجدی سید امین، الفاروق الحدیثۃ، القاہرۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

-الذہبی، الکاشف (۲/ ۱۵۵) تحقیق: محمد عوامۃ، دار القبلۃ جدۃ الطبعۃ الأولی ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء

-الذہبی، العبر (۱/ ۳۴۳-۳۴۴) تحقیق: صلاح الدین المنجد، دائرۃ المطبوعات والنشر، الکویت ۱۹۶۰ء

-الذہمی، دول الاسلام (۱/ ۱۷۹) تحقیق: حسن اسماعیل مروہ، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

-الذہبی، المعین فی طبقات المحدثین (ص، ۸۷، رقم ۸۴۳) تعلیق محمد السعید بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

- ابن الوردی، عمر بن مظفر المعری الکندی (ت ۷۴۹ھ) تاریخ الوردی (۱/ ۲۰۵) دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء

ابن الوردی.......... تتمۃ المختصر (۱/ ۳۲۲-۳۲۳)

-ابن فضل اللہ العمری: احمد بن یحییٰ بن فضل اللہ العمری القرشی (ت ۷۴۹ھ) مسالک الابصار (۶/ ۲۰۴) تحقیق مجموعۃ من المحققین، مرکز زاید للتراث والتاریخ، العین، الامارات ۲۰۰۱ء

-الصفدی: صلاح الدین خلیل بن کیکلدی الصفدی (ت ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات (۲/ ۱۷۱-۱۸۱) تحقیق: مجموعۃ من المحققین، فرانز شتایر شتوتغارت المانیا، ۱۴۱۱ھ

-محمد بن علی الحسینی الشافعی (ت ۷۶۵ھ) التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ (۳/ ۱۴۶۹-۱۴۷۱) تحقیق: رفعت فوزی عبدالمطلب، مکتبۃ الخانجی القاہرۃ،

۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

-خالد بن عیسیٰ البلوی المالکی (ت ۷۶۵ھ) تاج المفرق فی تحلیة علماء المشرق (۱/ ۲۲۵) تحقیق: خالد السائح، صندوق احیاء التراث الاسلامی بین المغرب والامارات، المغرب

-الیافعی: عبداللہ بن اسعد الیافعی الیمنی المکی (ت ۷۶۸ھ) مرآۃ الجنان (۲/ ۱۱-۲۲) تعلیق خلیل المنصور، دار الکتب العلمیة بیروت- لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

-السبکی: تاج الدین عبدالوھاب بن علی السبکی (ت ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیہ الکبری (۱/ ۱۹۲-۲۰۰ و ۳۴۳-۳۴۵) تحقیق: محمود محمد الطناحی وعبدالفتاح الحلو، دار احیاء الکتب العربیة، القاھرۃ

-الأسنوی: عبدالرحیم بن الحسن الأموی الأسنوی (ت ۷۷۲ھ) طبقات الشافعیہ (۱/ ۱۸-۲۰) تحقیق: کمال یوسف الحوت، دار الکتب العلمیة، الطبعة الاولی ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

-ابن کثیر: ابو الفداء اسماعیل بن عمر الدمشقی (ت ۷۷۴ھ) البدایة والنھایة (۱۴/ ۱۳۲-۱۴۰) تحقیق: عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، دار عالم الکتب، الریاض، الطبعة الثانیة ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

-عبدالقادر بن محمد الحنفی (ت ۷۷۵ھ) تھذیب الاسماء الواقعة فی الھدایہ (ص: ۱۲۶) تحقیق: ایمن صالح شعبان، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

محمد بن الحسن الحسینی الواسطی الشافعی (ت ۷۷۶ھ) مجمع الاحباب (۲/ ۲۴۹-۳۰۹) تحقیق: جمع من المحققین، دار المنھاج، جدۃ، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء

-ابن فرحون: ابراھیم بن نور الدین المالکی (ت ۷۹۹ھ) الدیباج المذھب (ص: ۳۲۶-۳۲۹) تحقیق: مامون بن محی الدین الجنان، دار الکتب العلمیة، بیروت- لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء

- العرقی : عبد الرحیم بن الحسین العراقی (ت ۸۰۶ھ) طرح التثریب (۱/۸۲-۸۳) تحقیق: عبدالقادر محمد علی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

- ابن قنفذ : احمد بن حسن القسنطینی (۸۰۷ھ میں حیات تھے) الوفیات (ص: ۱۵۵) تحقیق: عادل نویهض، دارالآفاق بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

- ابن الملقن : ابوحفص عمر بن علی الاندلسی ثم المصری (ت ۸۰۴ھ) شرح المنهاج

- ابوالحسن علی بن الحسن الخزرجی (ت ۸۱۲ھ) العقد الفاخر الحسن فی طبقات اکابر اہل الیمن (۴/۱۸۰۵-۱۸۱۷) تحقیق عبداللہ بن قائد العبادی وآخرین، مکتبۃ الجیل الجدید، صنعاء-الیمن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۹-۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹-۲۰۰۸ء

- محمد بن محمد الجزری (ت ۸۳۲ھ) غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۲/۹۵) دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

- ابن ناصر الدین: محمد بن عبداللہ بن محمد القیسی الدمشقی (ت ۸۴۲ھ) التبیان لبدیعۃ البیان (۱/۵۳۰-۵۳۱) تحقیق: عبد السلام الشیخلی وغیرہ، دار النوادر، الکویت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

- المقریزی: تقی الدین احمد بن علی (ت ۸۴۵ھ) المقفی الکبیر (۵/۳۰۹-۳۱۹) تحقیق: محمد الیعلاوی، دارالغرب الاسلامی، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

- ابن قاضی شہبہ: احمد بن محمد الدمشقی (ت ۸۵۱ھ) طبقات النحاۃ (ص: ۴۵) تحقیق: محسن عیاض، الدار العربیۃ للموسوعات، بیروت ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۸ء

- ابن حجر العسقلانی: احمد بن علی العسقلانی (ت ۸۵۲ھ) تہذیب التہذیب (۹/۲۳-۲۷) دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

- ابن حجر، تقریب التہذیب (ص: ۴۹۸) تحقیق: محمد عوامہ، دارالیسر، المدینۃ- دارالمنہاج، جدۃ ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

- ابن تغری بردی: یوسف بن تغری بردی الأتابکی (ت ۸۷۴ھ) النجوم الزاهرة

فی ملوک مصر و القاہرۃ (۲/۱۷۶-۱۷۷) وزارۃ الثقافۃ و الارشاد و القومی ، المؤسسۃ المصریۃ العامۃ للتالیف والترجمۃ والطباعۃ والنشر ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

ابن مفلح: برھان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن مفلح (ت ۸۸۴ھ) المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد (۲/۳۶۸-۳۷۰) تحقیق : عبدالرحمٰن بن سلیمان العثیمین ، مکتبۃ الرشد ، الریاض ، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

- یحییٰ بن ابی بکر العامری (ت ۸۹۳ھ) غربال الزمان فی وفیات الاعیان (ص: ۱۹۰) تحقیق: محمد ناجی العمر ، الیمن ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ھ

- السخاوی: محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۹۰۲ھ) التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ (۳/۵۱۷-۵۲۰) باعتناء اسعد طرابزونی الحسینی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

- السیوطی : جلال الدین عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) طبقات الحفاظ (ص: ۱۵۷-۱۵۸) دار الکتب العلمیۃ ، بیروت - لبنان ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

- السیوطی ، حسن المحاضرۃ (۱/۲۶۳-۲۶۵) دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ، لبنان ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

- الخزرجی: احمد بن عبداللہ (۹۲۳ھ میں حیات تھے) خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال (۲/۴۷۸) تحقیق: مجدی منصور الشوری ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت - لبنان الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

- العلیمی: عبدالرحمٰن بن محمد مجیر الدین العلیمی المقدسی الحنبلی (ت ۹۲۸ھ) المنہج الأحمد فی تراجم أصحاب الامام احمد (۱/۵۹-۶۹) تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا ، دار الکتب العلمیہ بیروت - لبنان ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

- العلیمی: عبدالرحمٰن بن محمد ، الأنس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل (۱/۲۹۴) تحقیق عدنان یونس عبدالمجید نباتہ ، مکتبۃ دندیس ، عمان ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

- الداوودی : محمد بن علی الداوودی (ت ۹۴۵ھ) طبقات المفسرین

(ص: ۳۶۸-۲۷۰) دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، الطبعہ الأولی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

-الدیار البکری: حسین بن محمد المالکی الدیار البکری (ت ۹۶۶ھ) تاریخ الخمیس (۲/۳۳۵) مؤسسۃ شعبان للنشر والتوزیع، بیروت

- طاش کبری زادہ: مصطفیٰ بن احمد (ت ۹۶۸ھ) مفتاح السعادۃ (۲/۱۹۹-۲۰۸) دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

-الشعرانی: عبدالوھاب بن احمد الشعرانی المصری الشافعی (۹۷۳ھ) الطبقات الکبری (لواقح الانوار فی طبقات الأخیار) (ص: ۷۶-۸۰) تحقیق: سلیمان الصالح، دار المعرفۃ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

-ابن ھدایۃ اللہ: ابوبکر بن ھدایۃ اللہ الحسینی الکورانی الکردی (ت ۱۰۱۴ھ) طبقات الشافعیہ (ص: ۱۸۷) تصحیح خلیل المیس، دار القلم، بیروت

-المناوی: محمد عبدالرؤوف المناوی (ت ۱۰۳۱ھ) الکواکب الدریۃ (۱/۷۰۲-۷۱۰) تحقیق: محمد ادیب الجادر، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۷ھ

-ابن العماد: عبدالحی بن احمد بن محمد العسکری الحنبلی الدمشقی (ت ۱۰۸۹ھ) شذرات الذھب (۳/۱۹-۲۴) تحقیق: محمود الارناؤوط، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

-احمد بن محمد الادنہ وی (۱۱۰۰ھ میں حیات تھے) طبقات المفسرین (۲۵-۲۶) تحقیق: سلیمان بن صالح الخزی، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

-الموسوی: ابوالحسن عباس بن علی الحسینی (ت ۱۱۸۰ھ) نزھۃ الجلیس (۲/۲۰۷) مکتبۃ المعارف، الطائف

- محمد مرتضی الزبیدی (ت ۱۲۰۵ھ) اتحاف السادۃ المتقین (۱/۱۹۱-۲۰۱) دار الفکر، بیروت

-بطرس البستانی (ت ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) دائرۃ المعارف (۱۰/۳۹۰-۳۹۲)، دار

المعرفۃ بیروت-لبنان

- صدیق حسن خان القنوجی (ت ۱۳۰۷ھ) ابجد العلوم (۳/۱۲۳) المکتبۃ القدوسیہ، اردو بازار، لاہور، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

-صدیق حسن خان القنوجی، التاج المکلل (ص: ۶۷، رقم الترجمۃ ۷۸) تعلیق ابراھیم شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۲ء

-اسماعیل باشا البغدادی (ت ۱۳۳۹ھ) ھدیۃ العارفین (۲/۹) دار الکتب العلمیہ، بیروت-لبنان ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

-الکتانی: محمد بن جعفر الکتانی (ت ۱۳۴۵ھ) الرسالۃ المستطرفۃ (ص: ۲۱-۲۲) تعلیق صلاح محمد عویضۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

-یوسف الیان سرکیس (ت ۱۳۵۱ھ) معجم المطبوعات العربیۃ (۱/۴۶۸-۴۷۰) دار صادر، بیروت ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء

- مصطفیٰ صادق الرافعی (ت ۱۳۵۶ھ) تاریخ التشریع والقواعد القانونیہ (ص: ۱۱۳-۱۱۵) الشریکۃ العالمیۃ للکتاب، بیروت، لبنان۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۳ء۔

-محمود حسن خاں الطونکی (ت ۱۳۶۶ھ) معجم المصنفین (۲/۲۳۹-۳۰۷) مطبعۃ وزنکوغراف طبارۃ، بیروت-سوریا ۱۳۴۴ھ

-محمد فرید وجدی (ت ۱۳۷۳ھ) دائرۃ المعارف القرن العشرین (۵/۴۰۳-۴۰۵) دار المعرفۃ، بیروت-لبنان، الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۷۱ء

- کارل بروکلمان (ت ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء) تاریخ الادب العربی (۳/۲۹۲-۲۹۸) نقلہ الی العربیۃ الدکتور عبد الحلیم النجار، دار المعارف-القاھرۃ، الطبعہ الرابعۃ

-محمد ابن الحسن الحجوی الثعالبی الفاسی (ت ۱۳۷۶ھ) الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی (ص: ۳۲۳-۳۳۰) اعتناء ھیثم خلیفہ طعیمی، المکتبۃ العصریۃ، صیدا-بیروت، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء۔

-احمد شاکر (ت ۱۳۷۷ھ) الرسالۃ بتحقیقہ (ص: ۵-۱۵)، المشرق للکتاب، دمشق

-محمد ابوزہرہ (ت ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) تاریخ المذاہب الاسلامیۃ (۲/۲۲۶-۲۷۷)، دار الفکر العربی، القاہرہ۔

-خیر الدین الزرکلی (ت ۱۳۹۶ھ) الأعلام (۶/۲۶) دار العلم للملایین

-عمر رضا کحالہ (ت ۱۴۰۸ھ) معجم المولفین (۳/۱۱۶)، موسسۃ الرسالۃ، بیروت-لبنان، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

-عمر فروخ (ت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء) تاریخ الادب العربی (۲/۱۷۰-۱۷۳) دار العلم للملایین، بیروت، لبنان۔ الطبعۃ السابعۃ ۲۰۰۶ء۔

-دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (۱۳/۲/۷۲-۷۷)

-عفیف عبد الرحمٰن، معجم الشعراء العباسیین (ص: ۲۲۵-۲۲۶) دار صادر بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۰ء

- عامر حسن صبری، معجم شیوخ الامام احمد فی المسند (ص: ۲۹۹) دار البشائر الاسلامیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

-فواد سزکین، تاریخ التراث العربی (۱-۳/۱۷۹-۱۹۱) جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، الریاض، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

-سعاد ماہر محمد، مساجد مصر واولیاؤھا الصالحون (۱/۲۷) المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ، جمہوریۃ مصر العربیۃ

نویں فصل

امام شافعی کے شاگردوں سے متعلق بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۱۔ ایک کتاب ابوالحسین الرازی، محمد بن عبداللہ بن جعفر الرازی الشافعی (ت

۳۴۷ھ) کی ہے۔ اس کا نام ''الرواۃ عن الشافعی'' ہے یا کتاب من روی عن الشافعی۔ حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (توالی التاسیس، ص: ۱۵۸، والاصابۃ ۲/ ۱۳۵، ترجمہ ذکوان دولی عمر)

۲۔ امام دارقطنی: علی بن عمر احمد الدارقطنی الشافعی (ت ۳۸۵ھ) کی ہے۔ اس کا نام ''الرواۃ عن الشافعی'' یا ''أسامی من روی عن الشافعی'' ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے، ہر شاگرد نے ان سے جو کچھ روایت ہے ان میں ایک حدیث یا اثر کو مثال میں پیش کیا ہے۔ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔ بیہقی، الاثیر، سبکی اور ابن عبدالہادی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ۱/ ۴۴۰، مناقب الشافعی لابن الاثیر، ص: ۹۱، طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی ۲/ ۱۷۳، مناقب الائمۃ الاربعۃ لابن عبدالہادی، ص: ۱۰۳)

۳۔ ابوعبداللہ الحاکم: محمد بن عبداللہ النیساپوری (ت ۴۰۵ھ)۔ نے بھی اس سلسلے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (توالی التاسیس، ص: ۱۵۸)۔

۴۔ اردو میں اس موضوع پر ہمارے برادر عزیز مولوی محمد طارق اکرمی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ''بزم شافعی کے چراغ'' اس کا نام ہے۔ اس کا مزید تعارف آگے اردو میں لکھی ہوئی کتابوں کے تحت آ رہا ہے۔

دسویں فصل

اردو میں امام شافعی پر مندرجۂ ذیل کام ہمارے علم میں ہیں:

(الف)

(۱) سیرۃ الشافعی، مولانا نجم الدین عیدروس، مطبع دخانی رفاہ عام لاہور، دار الاشاعت، پنجاب، ۱۸۸۸ھ (صفحات ۲۵۰) اسی کا دوسرا ایڈیشن دار الاشاعت پنجاب

ہی سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا (صفحات ۲۴۸) اس پر مصنف کا نام مولانا نجم الدین سیوہاری لکھا ہوا ہے۔ یہ کتاب غالباً اردو میں امام شافعی پر سب سے پہلی کتاب ہے۔ کتاب دو حصوں میں ایک جلد پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں سوانحی خاکہ، دوسرے حصے میں امام شافعی کے کارناموں اور ان کے مذہب کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اس کی تقریب میں لکھا ہے: جس میں ان کے مذہب کی خصوصیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتلایا ہے کہ مذاہب اربعہ میں مذہب امام شافعی کا کیا پایہ ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ کتاب کے بعض مضامین بہت وقیع ہیں اور کتاب بڑی عقیدت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

(۲) امام شافعی، مولانا برکات احمد ٹونکی، (وفات: ۱۹۲۸ء) بلالی اسٹیم، سادھورہ، پنجاب (صفحات ۳۵۰)

(۳) سیرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ از مولانا محمد خالد انصاری بھوپالی (وفات ۱۹۶۲ء) انجمن مسلمانان مجگاؤں، بمبئی، ۱۹۵۱ء (صفحات ۳۴۴) کتاب ایک جلد میں اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں سوانحی حالات ہے اور دوسرے حصے میں امام شافعی کی مجددیت اور آپ کے فقہی اصول کی عظمت سے بحث کی گئی ہے۔ یہ حصہ زیادہ وقعت کا حامل ہے۔ تقریب میں لکھا ہے: جس میں آپ کے حالات زندگی اور آپ کی تجدید واصلاحات فقہی وکمالات علمی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۴) سیرت امام شافعی (ترجمہ سیرۃ الامام الشافعی از صالح باحطاب) مولانا خواجہ شریف، مکتبہ اہل سنت، حیدر آباد، ۱۴۰۱ھ۔

(۵) امام شافعی، مولانا مقبول احمد سیوہاروی (بچوں کے لیے آسان زبان میں مولانا مقبول سیوہاروی نے ایک سیریز مشاہیر علماے اسلام کی تیار کی تھی، یہ کتاب اسی سلسلے کی ہے) الجمعیۃ بک ڈپو، نئی دہلی۔

(۶) تذکرہ سیدنا الامام الشافعی، مولانا سید عبدالمنعم نظیر، جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن، ضلع رائے گڑھ، کوکن، مہارشٹر، سنہ اشاعت: ۱۹۹۵ء۔

(۷) امام شافعی مجدد قرن ثانی، مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی مدنی، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء۔

(۸) ادارہ صوفی پنجاب سے کوئی کتابچہ امام شافعی پر شائع ہوا تھا، فی الوقت اس کی تفصیل سامنے نہیں ہے (بشکریہ مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی)۔

(۹) محمد ابوزہرہ کی کتاب الشافعی کا ترجمہ امام شافعی کے نام سے رئیس احمد جعفری کے قلم سے شایع ہوا ہے۔ غلام علی پرنٹر لاہور۔

(ب)

درج ذیل کتابوں میں امام شافعی کا تذکرہ ہے:

(۱) تذکرۃ المجتہدین مسمیٰ بہ چہار گلشن (منظوم) (ص: ۸۹-۱۰۷) مولانا عبدالحی واعظ بنگلوری، قومی پریس موچی بازار، بنگلور۔ ۱۹۲۸ء (چہار گلشن اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۸ برآمد ہوتے ہیں، غالباً اسی زمانے میں پہلی دفعہ شایع ہوئی تھی)

(۱) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (جلد ۱۱، ص: ۵۷۶-۵۸۳) شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ بار دوم ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء۔

(۲) تبع تابعین (جلد دوم، ص: ۳۲۰-۳۴۳)، ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ۔

(۳) سیرت ائمۂ اربعہ (ص: ۳۱۵-۵۱۷) رئیس احمد جعفری ندوی، لاہور۔ نیز تاج کمپنی دہلی سے بھی شایع ہوئی ہے۔

(۴) مختصر سوانح ائمۂ اربعہ (ص: ۱۴۱-۱۸۵) مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

(۵) ائمہ مجتہدین- حیات وکارنامے (ص: ۶۶-۷۶) سید محمد ابراہیم باقوی، جامعہ باقیۃ الصالحات ویلور، تمل ناڈو۔ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔ (ایک مختصر سی کتاب ہے، آدمی سے زیادہ کتاب امام ابوحنیفہ کے حالات پر مشتمل ہے، بقیہ کتاب میں ائمہ ثلاثہ

کے حالات ہیں)۔

(٦) مناقب الائمۃ الاربعۃ لابن عبدالہادی کا اردو ترجمہ بہ قلم محمد عبداللہ القاسمی المدنی (١٠٨-١٥٠) دارالعلوم حسینیہ، تاؤلی، مظفرنگر یوپی، ١٤٢١ھ/ ٢٠٠٠ء۔

(٧) الانتفاع ترجمہ الانتقاء فی مناقب الأئمۃ الثلاثۃ الفقہاء، دارالعلوم حسینیہ، تاؤلی، مظفرنگر یوپی۔

(ج)

☆ فرزندحرم: امام شافعی کے علمی سفر، ڈاکٹر اختر حسین عزمی، منشورات، لاہور- دہلی (معہد امام حسن البنا شہید بھٹکل سے بھی یہ کتاب شایع ہوئی ہے، ١٤٣٢ھ/ ٢٠١١ء)۔ یہ کتاب بہت دلچسپ انداز میں ادبی پیرایے میں لکھی گئی ہے۔ نیز امام شافعی کے معروف سفرنامے کا ترجمہ بھی اردو میں بہت پہلے شایع ہو چکا ہے، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

(د)

امام شافعی کے تلامذہ پر اردو میں ایک مختصر اچھی کتاب ''بزم شافعی کے چراغ'' کے نام سے ہمارے برادر عزیز مولوی محمد طارق اکرمی ندوی نے تیار کی ہے، جس میں چند اہم اور مشہور شاگردوں (امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، بویطی، مزنی، ربیع بن سلیمان مرادی، ربیع بن سلیمان جیزی، حمیدی، حرملہ، کرابیسی، زعفرانی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم) کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ شایع کردہ: مجلس صحافت ونشریات، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، ١٤٣٣ھ/ ٢٠١٢ء۔

ضمیمہ

امام شافعی بحیثیت مجدد

حضرت ابو ہریرہ کی مشہور روایت ہے جس کو امام ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامة علی کل مأة سنة من یجدد لھا دینھا. (۱)

یعنی اللہ تعالی ہر سو سال کے سرے پر اس امت کی رہنمائی اور اصلاح کے لیے ایسے شخص یا افراد کو بھیجتا رہے گا جو از سرنو اس کے لیے دین کو قائم کرے گا یا کریں گے "من" کا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لیے آسکتا ہے، اس لیے یہ ایک شخصیت بھی ہوسکتی ہے اور متعدد شخصیات بھی۔ "راس" کا لفظ ابتدا اور انتہا اول و آخر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے بہت سے علماء کے نزدیک ابتدا یا انتہا میں اس کے کام کا ظہور ضروری ہے، لیکن وجود کے لحاظ سے بھی وہ کسی صدی کے اوائل و اواخر میں ہو اور اس کے کام میں تجدیدی روح نظر آئے تو اس پر اس کا اطلاق ہونا چاہیے۔ تجدید یعنی سنت کی خوب اشاعت، اور بدعت کی پر زور مخالفت، بڑے پیمانے پر بگاڑ کی اصلاح اور عظیم دعوتی و اصلاحی کام، مختصر لفظوں میں اس کے کام میں دینی انقلاب کی روح نظر آئے، اور وہ ہوا کا رخ موڑنے میں کامیاب ہو جائے، اور اس کے اثرات دیرپا اور دوررس ثابت ہوں۔ (۲)

---

(۱) سنن أبي داود کتاب الملاحم، باب یذکر فی قرن المأة رقم ۴۲۹۱

(۲) برصغیر کی شخصیات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری، حکیم الامة حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور اخیر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ان حضرات کے کارناموں پر کوئی نظر ڈالے اور ان کی حقیقت کا ادراک کرلے تو تجدید کی حقیقت اس کی سمجھ میں آجائے، اسی طرح عرب شخصیات میں شیخ محمد بن عبدالوھاب اور شیخ حسن البناء شہید کا حال ہے۔ اس موقع پر تفصیل سے لکھنے کا یہ مقام نہیں۔

اس حدیث کے حوالے سے امام احمد فرماتے تھے کہ ہم نے غور کیا تو پہلی صدی کے سرے پر یہ شخصیت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی صورت میں نظر آئی اور دوسری صدی کے سرے پر امام شافعی اس کے حامل نظر آئے۔ (۱)

امام احمد، امام شافعی کی عظمت شان اور بلندی مقام کے جتنے قائل اور ان کے احسانات کے جتنے معترف تھے، (۲) اس کو دیکھتے ہوئے کسی کو خیال ہوسکتا ہے کہ امام احمد نے فرط عقیدت سے یہ بات کہی ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں عقیدت یا محبت کی فراوانی کو کوئی دخل نہیں، بلکہ چوں کہ امام احمد نے ان حالات کا خود مشاہدہ کیا تھا، جن حالات میں امام شافعی نے میدان میں اتر کر ہوا کا رخ موڑا تھا وہ سب امام احمد کے سامنے تھا، ان کی حقیقت پسند نگاہ نے اس کا ادراک کیا اور ان دل نے اس کو پوری طرح محسوس کیا، اس لیے انھوں نے حقیقت کا برملا اظہار کیا اور سب نے اس کو تسلیم کیا۔

امام شافعی کے بعض تجدیدی کاموں کا ذکر مفصل مگر منتشر طور پر کتاب میں آچکا ہے، یہاں ہم مرتب طور پر مگر اختصار کے ساتھ اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ حقیقت آشکارا ہوجائے۔

ہم امام شافعی کے تجدیدی کارناموں کو مندرجۂ ذیل خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) امام شافعی کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ اصحاب الحدیث اور اصحاب الرأی کے درمیان واقع خلیج کو پاٹنا ہے، اصحاب الحدیث اور اصحاب الرأی کے نام سے دو الگ الگ متوازی محاذ قائم ہوگئے تھے، جن کے درمیان شدید اختلاف تھا، یہاں تک کہ امام احمد کے بقول "مازلنا نلعن اصحاب الرأی و هم يلعنوننا حتى جاء الشافعي فمزج بيننا" (۳) یعنی ہم اصحاب الحدیث مسلسل اصحاب الرأی کو لعنت کرتے تھے اور وہ ہمیں لعنت

---

(۱) مناقب الامام الشافعی ۱/۵۵ نیز سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۶

(۲) ایک سعادت مند شاگرد کی طرف سے ایک باکمال استاذ کی ایسی عقیدت اور اس کے احسانات کا اس حد تک اعتراف بھی تاریخ کے نوادرات میں سے ہے، ہم اس کی کچھ جھلکیاں پیچھے دکھا چکے ہیں۔

(۳) ترتیب المدارک ۱/۱۹۵

کرتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعی تشریف لائے تو ہم لوگوں کے درمیان جوڑ پیدا کیا۔

عموماً یا تو نرے محدث تھے، تفقہ سے جن کو دلچسپی نہیں تھی، یا وہ تھے جن پر فقہ کا رنگ غالب تھا اور حدیث سے پورا اعتنا نہیں تھا، اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب نہیں آتے تھے اور خلیج حائل ہوتی جارہی تھی اور طعن و تشنیع کا بازار گرم تھا، امام شافعی چوں کہ پورے محدث بھی تھے اور پورے فقیہ بھی، حدیث پر بھی ان کی پوری توجہ تھی اور اور تفقہ کی ضرورت کو کو بھی پوری طرح سمجھتے تھے، اس لیے ان کی شخصیت کو دونوں طبقوں کا اعتماد حاصل رہا، اور وہ دونوں کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے اور ایک دوسرے پر اعتماد بحال کرانے میں کامیاب ہوئے۔

محدثین کی حیثیت عطار یعنی پنساری کی تھی جو صرف دوائیں بیچتا ہے علاج نہیں جانتا اور فقہاء طبیب تھے علاج جانتے تھے مگر علاج کے لیے دوائیں نہیں رکھتے تھے۔ امام شافعی طبیب بھی تھے، عطار بھی، امام احمد نے اس حقیقت کا ادراک کرلیا تھا، چناں چہ فرماتے ہیں: كان الفقهاء أطباء و المحدثون صيادلة ، فجاء محمد بن ادريس طبيبًا صيدلانياً، ما مقلت العيون مثله. (۱)

یعنی فقہاء طبیب تھے اور محدثین کی حیثیت عطار کی تھی، امام شافعی اس شان سے جلوہ گر ہوئے کہ بیک وقت آپ طبیب بھی تھے اور عطار بھی، آنکھوں نے آپ کی نظیر نہیں دیکھی، تفصیل سے اس نکتے کو سمجھنے کے لیے کتاب سے رجوع کرنا چاہیے۔

(۲) شریعت کے بنیادی اصول یعنی قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس تمام اہل حق کے نزدیک مسلم اور فی الجملہ ہر جگہ رائج تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض حلقوں میں استحسان اور مصالح مرسلہ کو غیر معمولی اہمیت دی جارہی تھی، اور بسا اوقات قیاس کے مقابلے میں اس کو ترجیح دی جانے لگی تھی، جس کی وجہ سے فقہائے محدثین بڑی تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۳۳۴/۵۱

دوسری طرف مخصوص حالات کی وجہ سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی تھی کہ بہت سی احادیث متروک ہوئی جارہی تھیں، اور لوگوں کے سوچنے کے انداز بدل رہے تھے، اپنے اپنے علاقے کے آثار کو دوسری صحیح حدیثوں کے مقابلے میں فوقیت دی جارہی تھی، ان حالات میں محدثین کو فکر لاحق ہوئی کہ یہی صورت حال رہی تو آگے بہت خطرات پیدا ہوں گے اور انکار حدیث کے دروازے کھلیں گے، ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو فقہ و حدیث دونوں میں کمال رکھتی ہو، اس کے لیے امام شافعی سے بڑھ کر کوئی شخصیت نہیں ہوسکتی تھی، چناں چہ سرخیلِ محدثین امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی نگاہ آپ پر پڑی اور انھوں نے خط لکھ کر آپ سے درخواست کی کہ ایسی کتاب لکھیں جس میں قرآن و حدیث کو سمجھنے کے اصول بیان کیے جائیں............

ان کی فرمائش کو وقت کا تقاضا اور زمانے کی ضرورت سمجھ کر آپ نے قلم اٹھایا اور اپنی بے نظیر کتاب "الرسالۃ" لکھ کر ان کی خدمت میں بھیجی، اس میں امام شافعی نے کتاب و سنت کی عظمت اور ان کی حجت پر عالمانہ اور مجتہدانہ بحث کی ہے، اور کتاب و سنت کے فہم کے لیے جو بنیادی اصول بیان کیے ہیں وہ انھی کا حصہ ہیں، ان مباحث کو دیکھ کر امام عبد الرحمٰن بن مہدی نے جو داد دی اور جس حیرت انگیز تاثر کا اظہار کیا اس کو ہم بیان کر چکے ہیں، اسی طرح امیر المؤمنین فی الحدیث یحییٰ بن سعید القطان نے جس حیرت کا اظہار کیا اس کا ذکر بھی گزر چکا ہے، وہ تو یہاں تک کہنے لگے کہ اس کم بھی ہوتا تو بہت تھا۔

یعنی یہ کتاب ان حضرات کی توقعات سے بہت بڑھ کر تھی، اور بھی بہت سے رہنما مباحث اس میں آئے ہیں، اس کتاب کے متعدد مباحث نے سوچنے کے انداز بدل دیے اور فکر و نظر کو اعتدال بخشا۔

امام شافعی سے پہلے فقہ کوئی منضبط علم نہیں تھا، بلکہ چند فتاویٰ اور فیصلوں کے مجموعے کا نام تھا اور زیادہ سے زیادہ پیش آمدہ یا فرضی مسائل کا وقتی اور جزئی حل تھا۔ کوئی کلی قاعدہ یا اصول نہیں تھا، جس پر بعد کے لوگ آسانی سے چل سکیں، امام شافعی نے کلی اصول

وقواعد وضع کر کے بعد والوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔

شاہ ولی اللہ کے بقول: احادیث کے اختلاف کی وجہ سے صورت حال بہت نازک اور ہنگامہ خیز ہوگئی تھی، ایسے ایسے اختلافات سامنے آرہے تھے جوان کے تصور میں نہیں ہوتے تھے، اس وجہ سے لوگ حیران و پریشان تھے، کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا" حتی جاء هم تائید من ربهم، فألهم الشافعي قواعد جمع هذه المختلفات، وفتح لمن بعده باباً وأي باب" یعنی یہاں تک کہ امام شافعی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی، امام شافعی کو ان اختلافی احادیث کو جمع کرنے کے اصول وقواعد الہام کیے گئے اور انھوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے ایک دروازہ کھولا اور کیسا شاندار دروازہ کھولا۔ (۱)

اب امام احمد کے قول کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے جس میں انھوں نے فرمایا تھا "کان الفقه قفلاً علی اصحابه حتی فتحه الله بالشافعی". (۲) یعنی فقہ تو اہل فقہ پر بھی بند تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو امام شافعی کے ذریعے کھول دیا۔

''الرسالۃ کی تصنیف کو ہم علمی تجدید کی شاہ راہ کہہ سکتے ہیں، جس پر بعد کے تمام فقہاء چلے، آپ کتاب وسنت سے استفادے کی وہ ''شاہ کلید'' دے گئے، جس کے ذریعے علمی خزانے کے قفل آسانی سے کھولے جانے لگے، آپ کی اس شان کو تسلیم کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''جس کسی کے ہاتھ میں قلم ودوات ہے، اس کی گردن پر امام شافعی کا احسان ضرور ہے''، گویا علمی قابلیت رکھنے والے شخص کو ایک میدانِ فکر مل گیا، جس میں ہر فقیہ واصولی نے رنگارنگ پھول کھلائے، لیکن باغ کے لیے اصل مٹی ہموار کرنے والی شخصیت امام شافعی کی ذات والا صفات تھی۔

باب البیان اور کیف البیان کے عناوین سے الرسالہ میں آپ نے جو بے نظیر بحث فرمائی ہے، اس نے معانی کے ایک دلچسپ جہاں کو کھول دیا ہے، ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے

---

(۱) الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، ص: ۸۳-۸۴

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۲/۲۵۷

کہ الفاظ محدود ہوتے ہیں اور معانی ومفاہیم میں بڑی وسعت ہوتی ہے، الفاظ کے دائرہ میں معانی کو سمیٹنے کی جو صد آفریں کوشش آپ نے باب البیان کے عنوان سے فرمائی ہے، جو تمام اہل اصول کے لیے رہنما اصول کی حیثیت اختیار کرگئی، وہ بس آپ ہی کا حصہ ہے"۔ (۱)

(۳) امام شافعی کا ایک بڑا تجدیدی کارنامہ حدیث کے رد وقبول کے اصول متعین کرنا ہے۔

امام شافعی کے زمانے تک تنقید حدیث کا کوئی صاف راستہ نہیں نکلا تھا، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی بات بیان کرتے تھے جس کی سند میں کبھی ایک راوی چھوٹ جاتا تھا، کبھی دو، یا سند کی انتہا کا پتا نہ چلتا تھا۔ یا کوئی آدمی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا ہو، کہہ دیتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہوتا تھا، اور عموماً اس طرح کی باتوں پر اعتبار کیا جاتا تھا۔ اس طرح منقطع، مرسل اور موقوف روایتیں خوب چلنے لگیں اور ان کو فروغ ہی نہیں، اعتبار حاصل ہونے لگا۔ اس کی وجہ سے دین میں تحریف کے جو امکانات تھے، اس کی طرف عموماً لوگوں کا ذہن نہیں جاتا تھا؛ بلکہ اس کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے خیال سے صرف آپ کا نام آنا کافی سمجھتے تھے، اس کے سامنے ان کے دل ودماغ عظمت وہیبت سے جھک جاتے، پھر تحقیق کا خیال ہی نہیں ہوتا تھا۔ ملحدین اور دشمنان دین اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ بڑے بڑے فقہاء کا ذہن بھی اس طرف نہیں کیا گیا تھا، اس لیے وہ بے محابا مرسل روایتوں کو قبول کر لیتے تھے۔

امام شافعی نے مجددانہ جرأت کے ساتھ اس کے خلاف آواز اٹھائی کہ مرسل کو مطلقاً قبول کرنا فاش غلطی ہے (البتہ اس کو چند شرطوں کے ساتھ قبول کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی نے الرسالہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) امام شافعی مجدد قرن ثانی، ص: ۱۸۹، از مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی۔

(۲) دیکھیے (الرسالہ ص: ۴۶۲-۴۶۳)

سینکڑوں مراسیل ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں، شاہ ولی اللہ، امام شافعی کے اس کارنامے کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و کم من مرسل لا اصل له، و کم من مرسل یخالف مسنداً۔ (۱) یعنی بہت سی مرسل روایتیں محض بے اصل ہیں اور بہت سی مرسل روایتیں، مسند حدیثوں کے مخالف ہیں۔

مرسل کو مطلق قبول کرنے کے پیچھے سلف سے حسن ظن کا رجحان کام کر رہا تھا کہ تابعی نے کسی ثقہ راوی ہی کا نام ترک کیا ہوگا، لیکن کیا واقعہ یہی تھا۔ ہرگز نہیں! سلف سے حسن ظن قابل تعریف ہی نہیں، ضروری ہے؛ لیکن علمی و تحقیقی دنیا میں اس سے کام نہیں چلتا۔ تحقیق شک کی بنیاد ہی پر ہوتی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نے راوی کا نام صرف اس کا عیب چھپانے کے لیے ترک کیا ہو؟ اور کیا یہ امکان نہیں کہ اس نے صحابی کا نام نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے نام اختصاراً ترک کیا ہو؟ اور صحابی سے روایت کرنے والا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں ہو سکتے ہیں، پھر ایک ہی طبقے میں ایک کے بجائے کئی کئی راوی ہو سکتے ہیں، پس مرسل، یقینی طور پر حدیث رسول ہو ہی نہیں سکتی۔

اسی طرح سلف سے حسنِ ظن ہی کی بنیاد پر موقوف و مقطوع روایتوں کو مسند مرفوع حدیثوں پر بعض حلقوں میں صاف ترجیح دی جانے لگی تھی کہ کوئی صحابی (بلکہ تابعی بھی) حدیث نبوی کی کیسے مخالفت کر سکتا ہے۔ مخالفت کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ کیا اس کے خیال کو علی الاطلاق مانا جا سکتا ہے؟ کیا اس کا امکان نہیں کہ ان کو یہ مرفوع حدیث پہنچی نہ ہو؟ یا کوئی غلط فہمی ہوئی ہو؟ امام شافعی نے اصول متعین کیے کہ موقوفات کو کب قبول کیا جائے گا۔

یہ اور اس طرح کے بہت سے اصول امام شافعی نے وضع کر کے حدیث کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ (۲)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۴۲۰-۴۲۱

(۲) علم حدیث میں امام شافعی کے تجدیدی کام کو مولانا نجم الدین سیوہاری نے بہت تفصیل اور توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے، دیکھیے ان کی کتاب سیرۃ الشافعی، ص: ۱۲۷-۱۳۴

(۴) امام شافعی کا ایک بڑا تجدیدی کارنامہ حدیث وسنت کا دفاع، خبر آحاد کی حجیت کا اثبات اور حدیث پر اعتماد کا بحال کرنا ہے، امام شافعی کے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوگئے تھے جو غیر متواتر حدیثوں کی حجیت کا مطلق انکار کرنے لگے تھے، امام شافعی کے زمانے میں انکار حدیث کے سلسلے میں تین طرح کے لوگ تھے:

(الف) جو کلی طور سنت کے منکر تھے، ان کا دعویٰ تھا کہ صرف قرآن حجت ہے اور بس۔

(ب) وہ لوگ جو سنت کو اسی صورت میں قبول کرتے تھے جب کہ اس کی تائید میں قرآن کی کوئی آیت ہو۔

(ج) وہ لوگ جو صرف حدیث متواتر کو قبول کرتے تھے اور غیر متواتر یعنی خبر آحاد کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے۔(۱)

امام شافعی نے اپنی متعدد اہم ترین کتابوں "الام" "الرسالہ" "بیان فرائض اللہ" اور "جماع العلم" میں اس فتنے کا مقابلہ کرتے ہوئے مخالفین اور معترضین کو دندان شکن جواب دیا ہے۔

انکار حدیث کا ایک بڑا سبب بہت سی حدیثوں کا ظاہری تعارض تھا، تعارض دور کرنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں تھا، اللہ نے خاص طور پر امام شافعی کو اس فتنے کی سرکوبی کے لیے کھڑا کیا، وہ پورے اعتماد کے ساتھ میدان میں اترے اور اختلاف الحدیث کتاب لکھ کر اس اشکال کو دور کیا اور متعارض حدیثوں میں تطبیق دے کر حقیقت واضح کی، اور اس طرح بھی متشککین یا مشککین فی الحدیث کا رد کیا، ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امام شافعی نے اس کتاب میں دو سو سے زیادہ متعارض حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

بعد میں علماء نے اس کتاب کو بنیاد بنا کر اس موضوع پر لکھا، مگر سب کے امام اور

---

(۱) یہ تفصیل خود امام شافعی کی کتاب جماع العلم سے معلوم ہوئی ہے۔ نیز دیکھیے تاریخ المذاہب الاسلامیہ ۲/۲۵۶-۲۵۷

اس موضوع کے بانی مبانی امام شافعی ہی تھے، انھوں نے ہی یہ راہ ہموار کی تھی۔

امام احمد امام شافعی کے اس تجدیدی کام کی عظمت محسوس کرتے ہوئے فرماتے تھے: رحمہ اللہ لقد کان یذب عن الاثار. (۱)

اللہ ان پر رحمت نازل کرے وہ حدیث کا دفاع کرتے تھے۔

(۵) امام شافعی کا ایک بڑا کارنامہ قولِ رسول ﷺ کی اہمیت اور سنت کی عظمت کو معاشرے میں جاری وساری کرنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام فقہاء اس کو اہمیت دیتے تھے اور اس کی عظمت کے پورے قائل اور داعی تھے، مگر امام شافعی نے جس قوت اور کثرت سے اس کو اپنی زبان وقلم سے بیان کیا، اس نے علمی فضا پر خاص اثر ڈالا اور اہل علم کو مخصوص طرز فکر کی راہ پر گامزن کیا۔

امام شافعی کی یہ بات نہایت مشہور ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو میری بات کا کوئی اعتبار نہیں، پھر کہیں دیکھنے کی ضرورت نہیں، حدیث لے لو اور میری بات چھوڑ دو، اس طرح کی بات انھوں نے مختلف مجلسوں میں اور متعدد شاگردوں کو الگ الگ نصیحت کرتے ہوئے فرمائی، اپنے شاگرد اور خادم خاص ربیع بن سلیمان مرادی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ایک بنیادی بات تم کو بتاتا ہوں یہ بات انشاء اللہ تم کو سب باتوں سے بے نیاز کردے گی، کبھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ترک مت کرنا مگر یہ کہ خود رسول اللہ ﷺ سے اس کے خلاف کوئی بات منقول ہو، تو پھر مختلف متعارض حدیثوں کی صورت میں جو بات میں نے تم کو بتائی ہے اس پر عمل کرنا۔

نیز فرمایا: میری کتابوں میں کوئی بات سنت کے خلاف دیکھو تو اس کو چھوڑ دو اور سنت پر عمل کرو۔

ایک دفعہ فرمایا: جس مسئلے پر بھی میں نے کلام کیا ہے کوئی حدیث اس کے خلاف ثابت ہو جائے تو میں اپنی بات سے ہمیشہ کے لیے رجوع کرتا ہوں زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

---

(۱) تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۴۵

ایک دفعہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں جو بھی میں نے بات کہی اور جو بھی مسئلہ مستنبط کیا ہے، کوئی حدیث اس کے خلاف پڑ جائے تو بس وہی میرا قول ہے جو حدیث ہے اور میری بات کا کوئی اعتبار نہیں، اور بار بار یہ بات دہرانے لگے۔

ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی، ایک شخص نے سوال کیا: کیا آپ اس کو لیتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں کوئی صحیح حدیث روایت کروں اور اس پر عمل نہ کروں تو میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری عقل ماری جا چکی ہے۔

ایک دفعہ مصر میں ایک شخص نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے مسئلہ بتا دیا اور حدیث پیش کی، اس شخص نے کہا کہ آپ اس کے مطابق کہتے ہیں؟ امام شافعی کو جوش آیا، فرمانے لگے: کیا میرے گلے میں تم کو زنار نظر آ رہی ہے؟ مجھے عیسائی سمجھ رکھا ہے تم نے؟ مجھے کلیسا سے نکلتے دیکھ رہے ہو؟ میں کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے اور تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کیا آپ کا بھی یہی قول ہے؟ رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات نقل کروں تو کیا ہو سکتا ہے کہ میں اس کے مطابق نہ کہوں؟

ایسے ہی ایک موقع پر کسی نے سوال کیا تو تھر تھر کانپنے لگے اور غصے سے لال پیلے ہو گئے اور اس سے کہا: بے وقوف، تمھارا ستیاناس ہو! کس زمین پر میں رہ سکوں گا اور کس آسمان کے نیچے زندگی گزار سکوں گا اگر کوئی حدیث روایت کروں اور اس کے مطابق نہ کہوں! آپ ﷺ کی بات سر آنکھوں پر، آپ کی بات سر آنکھوں پر!!(۱)

امام شافعی نے یہ بات کہ حدیث صحیح کے سامنے ہماری بات کا کوئی اعتبار نہیں، جب حدیث ملے تو ہماری بات اٹھا کر پھینک دو اور حدیث لو، یہ بات بار بار فرمائی، امام ابن حبان دعوے کے ساتھ کہتے تھے کہ یہ ایسی بات ہے کہ امام شافعی سے پہلے کسی نے نہیں کہی، اور بعد میں کسی نے کہی تو اس کی اصل امام شافعی ہی کی بات ہے۔(۲)

---

(۱) ان سب اقوال کے لیے دیکھیے: آداب الشافعی و مناقبہ، ص:۶۸-۷۰ مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۴۷۲-۴۷۶، تاریخ دمشق ۵۱/۳۸۶-۳۹۰

(۲) صحیح ابن حبان ۵/۴۹۸

ایک دفعہ فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ثابت ہو تو عقل نہیں لڑائی جائے گی۔ من وعن تسلیم کی جائے گی اور کیوں اور کیسے کوئی سوال نہیں ہوگا۔ الفاظ یہ ہیں: ماصح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لايقال فيه لم، ولا كيف؟.(۱)

اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ امام شافعی کی ان باتوں نے فضا پر کتنا گہرا اثر ڈالا، سنت نبوی کی کیسی عظمت دلوں میں پیدا کی، مزاج میں کیسا توازن قائم کیا اور طرز فکر کو کیسی سمت دی!!

(۶) فرق باطلہ بالخصوص معتزلہ کا زور توڑنے میں بھی امام شافعی نے زبردست کردار ادا کیا، کلامی مباحث میں پڑنا اور اور عقائدی مسائل میں الجھنا آپ کو بالکل پسند نہیں تھا، بلکہ آپ اس کو کفر کا راستہ قرار دیتے تھے، مگر عقلی راہ سے جب اسلامی عقائد پر راست حملے ہو رہے ہوں تو اس کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتے تھے۔

امام شافعی کو دلائل کا جو استحضار اور عقل وذہانت میں اہل زمانہ پر جو تفوق حاصل تھا، اس کی وجہ سے عقائدی اور کلامی بحثوں اور مناظروں میں بھی سب آپ سے گھبراتے تھے، آپ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا، علمائے اہل سنت بجا طور پر آپ سے توقعات رکھتے تھے، اور آپ کو اپنا نمایندہ سمجھتے تھے۔

بغداد کا مشہور معتزلی عالم بشر المریسی مناظروں کا بڑا دلدادہ تھا، وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ آیا تو امام شافعی سے ملا اور کچھ بحث کی اور نہایت مرعوب ہوا، اس نے سمجھ لیا کہ ان سے مناظرہ نہیں کیا جاسکتا، اس کو ان سے بڑا خطرہ محسوس ہوا اور اس نے برملا اس کا اظہار کیا، چناں چہ واپس جاکر اپنے ساتھیوں سے کہا: رأيت شاباً من قريش بمكة، ما أخاف على مذهبنا الا منه (۲) یعنی میں نے مکے میں ایک قریشی نوجوان کو دیکھا ہے مجھے تو اپنے مسلک پر بس اسی سے خطرہ ہے۔

---

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی (وفیات: ۲۰۰-۲۱۰) ص: ۳۳۱

(۲) مناقب الشافعی للبیہقی ۱/۲۰۳ و تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۴۷

امام شافعی نے ان لوگوں سے بڑے مناظرے کیے اور ان کا زور توڑنے میں کامیابی حاصل کی، مگر اس کو میدان نہیں بنایا بلکہ وہ اس سے گریز ہی کرنے کی کوشش کرتے تھے مگر وقت ضرورت اس میں حصہ لیتے رہے۔

بغداد میں معتزلہ کا بڑا زور تھا جن کا سرغنہ وہی بشر المریسی تھا جس کا ایک حلقہ تھا، فقہاء اور محدثین دونوں اس سے پریشان تھے، جواب دیتے نہیں بنتا تھا، امام احمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا ذرا صبر کرا امام شافعی آنے والے ہیں، امام شافعی تشریف لائے تو ان کے شاگردوں نے ان سے رہنمائی لی اور معتزلہ کو لاجواب کرنے میں کامیاب ہوئے۔ امام شافعی کے تشریف لانے کے بعد بشر کا حلقہ سمٹ کر رہ گیا۔

اسی طرح آپ مصر گئے تو وہاں کے علمائے حق نے اطمینان کا سانس لیا، کہ اب یہاں معتزلہ کا زور ٹوٹ جائے گا چناں چہ امام شافعی نے ان سے ٹکر لی اور انھیں چت کر دیا۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی کے بعد جب معتزلہ کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہوئی تو بغداد اور مصر دونوں جگہ حکومت سے ٹکر لے کر فتنے کا مقابلہ کرنے میں امام شافعی کے شاگردوں کا نمایاں کردار رہا، بغداد میں امام احمد جس آزمائش سے گزارے گئے اور جس استقامت کا مظاہرہ کیا دنیا جانتی ہے، مصر میں حکومت کے موقف کی مخالفت کرتے ہوئے حق پر تادم اخیر ڈٹے رہنے والوں میں امام شافعی کے شاگرد اور جانشین امام بویطی کا نام سب سے نمایاں ہے، وہ بیڑیوں میں جکڑے رہے یہاں تک کہ حق کی خاطر جیل ہی میں جان دی، استقامت کے ان عملی مظاہروں کو امام شافعی کے موقف کا تسلسل سمجھنا چاہیے۔

امام شافعی کے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے امام احمد، امام شافعی کو اس امت کے لیے اللہ کی خصوصی رحمت قرار دیتے تھے۔

---

(۱) علم کلام میں امام شافعی کی مہارت کے تحت ہم نے بغداد اور مصر دونوں جگہ امام شافعی نے معتزلہ کے مقابلے میں جو کارنامے انجام دیے تھے اس کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے وہیں ملاحظہ ہو۔

اور امام احمد اور امام ابوزرعہ نے صاف فرمایا تھا کہ امام شافعی کے زمانے میں امام شافعی سے بڑھ کر اسلام پر احسان کسی نے نہیں کیا، اور امام احمد، امام عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام یحییٰ بن السعید القطان مسلسل امام شافعی کے لیے دعائیں کرتے رہے۔

امام احمد کے اس قول حقیقت اب سمجھ آتی ہے جس میں انھوں نے فرمایا:

الشافعی کالشمس للدنیا و کالعافیة للبشر، هل لهذین من خلف او عنها من عوض (۱) یعنی تاریکی پھیلی ہوئی ہو، اور گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو، سورج طلوع ہونے سے تاریکی کیسے چھٹ جائے گی اور دنیا چمک اٹھے گی، سمجھو امام شافعی کی حیثیت ایسی ہی تھی، علمی اور عقلی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں، اندھیرے تھے، انحرافات تھے، امام شافعی نے آکر ظلمتیں دور کیں اور صحیح راستہ دکھایا، اسی طرح عالم اسلام بیمار اور زار و نزار تھا، فتنوں اور آزمائشوں سے اس کی کمر ٹوٹی جا رہی تھی، امام شافعی نے آکر اس نڈھال جسم میں جان ڈالی اور اس بیمار بدن کے لیے عافیت کا سامان بہم پہنچایا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

---

(۱) پیچھے اس کے حوالے گزر چکے ہیں۔

مصادر و مراجع

١. آداب الشافعي و مناقبه، لأبي محمد عبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي (م٣٢٧هـ)، تحقيق: عبدالغني عبدالخالق، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى (١٤٢٤هـ-٢٠٠٢م)

٢. إتحاف الأمة بصحة قرشية الإمام الشافعي فقيه الأمة، لأبي هاشم إبراهيم بن منصور الهاشمي الأمير، الطبعة الأولى، مؤسسة الريان، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م.

٣. إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين، لمحمد مرتضى الزبيدي (م١٢٠٥هـ)، دار الفكر بيروت-لبنان.

٤. الاجتهاد و طبقات مجتهدي الشافعية، أ.د. محمد حسن هيتو، مؤسسة الرسالة، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ-١٩٨٨م.

٥. الإحكام في أصول الأحكام، للآمدي: أبي الحسن سيف الدين علي بن أبي علي بن محمد الآمدي (م٦٣١هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت- لبنان، ١٤٠٠هـ-١٩٨٠م.

٦. أحكام القرآن للإمام الشافعي، جمع البيهقي: أحمد بن الحسين (م ٤٥٨هـ)، تحقيق : عبد الغني عبد الخالق، دار الكتب العلمية – بيروت-لبنان. ١٤١٢هـ-١٩٩١م.

٧. إحياء علوم الدين، للغزالي: أبي حامد محمد بن محمد الغزالي (م٥٠٥هـ)، تحقيق: سيد عمران، دارالحديث، القاهرة ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م.

٨. أخلاق العلماء، للأجرّي: أبي بكر محمد بن حسين الأجرّي (م ٣٦٠هـ)، تحقيق: أبي عبدالله الداني بن منير آل زهوي، دارالكتاب العربي، بيروت-لبنان.

٩. أربع رسائل في علوم الحديث، إعتناء: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب- دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الخامسة ١٤١٠هـ-١٩٩٠م.

١٠. الأربعين المرتبة على طبقات الأربعين، علي بن المفضل المقدسي (م٦١١هـ)، تحقيق: محمد سالم العبادي، أضواء السلف، الرياض.

١١. الإرشاد في معرفة علماء الحديث، لأبي يعلى الخليل بن عبد الله بن أحمد الخليلي القزويني، تحقيق : د. محمد سعيد عمر إدريس، مكتبة الرشد – الرياض، الطبعة الأولى ، ١٤٠٩هـ.

١٢. الإصابة في تمييز الصحابة، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـ)، تحقيق:صدقي جميل العطار، دارالفكر، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ-٢٠٠١م.

١٣. الأعلام، لخيرالدين الزركلي، دارالعلم للملايين، بيروت-لبنان، الطبعة السادسة عشرة ٢٠٠٥م.

١٤. الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ، للسخاوي: شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ)، تحقيق: صالح أحمد العلي، مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ-١٩٨٦م.

١٥. أعيان العصر و أعوان النصر، للصفدي: خليل بن أيبك الصفدي (م٧٦٤هـ)، تحقيق: فالح أحمد البكور، دارالفكر، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.

١٦. الأم، لأبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي (م ٢٠٤هـ) إشراف: محمد زهري النجار، دارالمعرفة- بيروت، لبنان.

١٧. الإمام الشافعي-فقيه السنة الأكبر، لعبدالغني الدقر، دارالقلم، دمشق- بيروت، الطبعة الأولى ١٣٩٢هـ-١٩٧٢م..

١٨. إمام شافعي مجدد قرن ثاني، عبدالسبحان ناخدا ندوي، سيد أحمد شهيد أكادمي دارعرفات، تكيه كلان، رائي بريلي، طبع أول ١٤٣٤هـ-٢٠١٣م.

١٩. الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، لابن عبد البر: أبي عمر يوسف بن عبد البر النمري الأندلسي ٤٦٣هـ، تحقيق: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٧م.

٢٠. الأنساب، للسمعاني، أبي سعد عبد الكريم بن محمد السمعاني (م٥٦٢هـ)، تحقيق: عبد الله عمر البارودي، دارالفكر بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.

٢١. الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف، لأحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي، تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة، دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، ١٤٠٤هـ.

٢٢. إيضاح المكنون في الذيل على كشف الظنون، لإسماعيل باشا البغدادي (م١٣٣٩هـ)، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان. ١٤١٦هـ-١٩٩٢م.

٢٣. البداية النهاية، لابن كثير: إسماعيل بن عمر الدمشقي (م٧٧٤هـ)، تحقيق: عبدالله بن عبدالمحسن التركي، دارعالم الكتب، الرياض، الطبعة الثانية١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م.

٢٤. برنامج ابن جابر الوادي آشي، شمس الدين محمد بن جابر الوادي آشي التونسي (م٧٤٩هـ)، تحقيق: محمد الحبيب الهيلة، تونس ١٤٠١هـ-١٩٨١م.

٢٥. بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة، للسيوطي: ، تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم، دار إحياء الكتب العربية، ١٣٨٤هـ-١٩٦٤م.

٢٦. البلغة في تاريخ أئمة اللغة،للفيروزآبادي: مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروزآبادي (م٨١٧هـ)، تحقيق: بركات يوسف

هبود، المكتبة العصرية، صيدا-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ-٢٠٠١م.

٢٧. بيان خطأ من أخطأ على الشافعي، للبيهقي، أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي(م٤٥٨هـ)، تحقيق: د. الشريف نايف الدعيس، مؤسسة الرسالة، بيروت- لبنان، ١٤٠٢هـ-١٩٨٣م.

٢٨. تاج العروس من جواهر القاموس، للزبيدي: محمد مرتضى بن محمد بن عبد الرزاق الزَّبيدي، تحقيق مجموعة من المحققين، دار الهداية.

٢٩. تاريخ الأدب العربي، كارل بروكلمان، تعريب: عبدالحليم النجار، دارالمعارف، القاهرة، الطبعة الرابعة.

٣٠. تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، للذهبي: شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (م٧٤٨هـ)، تحقيق: عمر عبدالسلام تدمري، دارالكتاب العربي، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١١هـ-١٩٩١م.

٣١. تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، أحمد بن علي بن ثابت أبو بكر الخطيب البغدادي (٤٦٣هـ)، دار الكتب العلمية - بيروت.

٣٢. تاريخ التراث العربي، لفؤاد سزكين، تعريب: محمود فهمي حجازي، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، ١٤١١هـ-١٩٩١م.

٣٣. تاريخ دمشق، لابن عساكر: أبو القاسم علي بن الحسن الدمشقي (م٨٧١هـ) تحقيق: علي شيري، دالفكر بيروت، ١٤١٩هـ-١٩٩٨م..

٣٤. التاريخ الكبير، للبخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (م٢٥٦هـ)، تحقيق: السيد هاشم الندوي، دارالفكر بيروت، طبعة مصورة عن طبعة دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٦٠هـ.

٣٥. تاريخ المذاهب الإسلامية، لمحمد أبو زهرة، دارالفكر العربي، القاهرة.

٣٦. تبع تابعين جلد دوم، د. محمد نعيم صديقي الندوي، دارالمصنفين أعظم كره.

٣٧. التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، للسخاوي: شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ)، اعتناء: أسعد طرابزوني الحسيني، ١٤٠٠هـ-١٩٨٠م.

٣٨. تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، للسيوطي: جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (م٩١١هـ)، تحقيق: عماد ذكي البارودي، المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر.

٣٩. التدوين في أخبار قزوين، للرافعي، عبدالكريم بن محمد الرافعي القزويني (م٦٢٣هـ)، تحقيق: عزيز الله العطاردي، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان ١٤٠٨هـ-١٩٨٧م.

٤٠. تذكرة الحفاظ، للذهبي: محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (م٧٤٨هـ)، تحقيق: عبد الرحمان بن يحيى المعلمي، مكتبة ابن تيمية، طبعة مصورة عن طبعة دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد.

٤١. تذكرة السامع و المتكلم في آداب العالم والمتعلم، لابن جماعة: بدر الدين إبراهيم بن سعدالله بن جماعة الكناني (م٧٣٣هـ) تحقيق: حسان عبدالمنان، بيت الأفكار الدولية، الرياض.

٤٢. تذهيب تهذيب الكمال، للذهبي: محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (م٧٤٨هـ)، تحقيق: غنيم عباس غنيم و مجدي سيد أمين، الفاروق الحديثة، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م.

٤٣. ترتيب المدارك وتقريب المسالك بأعيان مذهب الإمام مالك، القاضي عياض بن موسى اليحصبي، البستي (م ٥٤٤هـ)دارمكتبة الحياة، بيروت-لبنان و دار مكتبة الفكر، طرابلس-ليبيا.

٤٤. تفسير الإمام الشافعي، إمام الشافعي، جمع وتحقيق: د. أحمد بن مصطفى الفران، دار التدمرية، الرياض. ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م.

٤٥. تفسير الكشاف، للزمخشري: أبو القاسم جار الله محمود بن عمر الزمخشري (م ٥٣٨هـ)، ضبط: محمد عبدالسلام شاهين، دارالكتب العلمية، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ-١٩٩٥م.

٤٦. تقريب التهذيب، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـ)، تحقيق: محمد عوامة، داراليسر المدينة – دارالمنهاج، جدة، ١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م.

٤٧. التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح، الحافظ زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي، تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، دار الفكر للنشر والتوزيع - بيروت – لبنان، الطبعة الأولى ، ١٣٨٩هـ - ١٩٧٠م.

٤٨. تلبيس إبليس، لابن الجوزي: جمال الدين أبوالفرج عبدالرحمن بن على ابن الجوزي البغدادي (م٥٩٧هـ)، تحقيق: عبدالرزاق المهدي، دارالمغني، الرياض، الطبعة الثانية، ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م.

٤٩. التنكيل لما ورد في تأنيب الكوثري من الأباطيل، لعبدالرحمن بن يحيى المعلمي اليماني (م١٣٨٦هـ)، تحقيق: محمد ناصرالدين الألباني و محمد عبدالرزاق حمزة، دارالكتب السلفية، القاهرة.

٥٠. تهذيب الأسماء الواقعة في الهداية والخلاصة، لابن سالم: عبدالقادر بن محمد ابن سالم الحنفي (م٧٧٥هـ) تحقيق: أيمن صالح شعبان، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.

٥١. تهذيب الأسماء واللغات، للنووي: محي الدين يحيى بن شرف النووي (٦٧٦هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان.

٥٢. تهذيب التهذيب، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـ)، دار الفكر – بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٠٤هـ – ١٩٨٤م.

٥٣. تهذيب الكمال في أسماء الرجال، للمزي: جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبدالرحمن المزي (م٧٤٢هـ)، تحقيق: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة، بيروت–لبنان.

٥٤. تهذيب اللغة، للأزهري: أبي محمد بن أحمد الأزهري المتوفى ٣٧٠هـ، تحقيق: عبدالسلام محمد هارون، المؤسسة المصرية العامة، الدار المصرية للتأليف والترجمة ١٣٨٤هـ–١٩٦٤م.

٥٥. توالى التأسيس لمعالي محمد بن إدريس، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـ)، تحقيق: أبوالفداء عبدالله القاضي، دارالكتب العلمية بيروت–لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ–١٩٨٦م .

٥٦. الثقات، لابن حبان: محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي السجستاني (م٣٥٤هـ)، تحقيق: السيد شرف الدين أحمد، دارالفكر، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى ١٣٩٥هـ–١٩٧٥م.

٥٧. جامع بيان العلم وفضله، لابن عبدالبر: أبو عمر يوسف بن عبدالبر النمري الأندلسي (٤٦٣هـ)، تحقيق:أبي الأشبال الزهيري، دار ابن الجوزي، السعودية، الطبعة الخامسة ١٤٢٢هـ.

٥٨. الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، للخطيب البغدادي: أحمد بن علي بن ثابت أبو بكر الخطيب البغدادي (٤٦٣هـ)، تحقيق : د. محمود الطحان، مكتبة المعارف – الرياض ، ١٤٠٣هـ.

٥٩. الجامع للرسائل والأطاريح في الجامعات العراقية، جمع وإعداد أ. د. ابتسام مرهون الصفار و الأستاذ وليد بن أحمد الحسين،

إصدارات دارالحكمة بريطانيا-ليدز، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م.

٦٠. الجرح والتعديل، لعبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي (م٣٢٧هـ)، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد، الطبعة الأولى.

٦١. الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر، للسخاوي: شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ)، تحقيق: إبراهيم باجس عبدالمجيد، دار ابن حزم، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٩م.

٦٢. حجة الله البالغة، لأحمد بن عبدالرحيم المعروف بولي الله الدهلوي (م١١٧٦هـ)، تعليق: محمد شريف سكر، دار إحياء العلوم، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-١٩٩٠م.

٦٣. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعيم: أحمد بن عبد الله الأصبهاني (م٤٣٠هـ)، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة الرابعة ، ١٤٠٥هـ.

٦٤. حلية الفقهاء، لابن فارس: أبو الحسين أحمد بن فارس بن زكريا الرازي (م ٣٩٥هـ)، تحقيق: عبدالله بن عبد المحسن التركي، الشركة المتحدة للتوزيع، بيروت -لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ-١٩٨٣م.

٦٥. خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، للخزرجي: صفي الدين أحمد بن عبدالله الخزرجي (م بعد ٩٢٣هـ)، تحقيق: مجدي منصور الشوري، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ-٢٠٠١م.

٦٦. الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب، لابن فرحون: إبراهيم بن نورالدين المالكي (م٧٩٩هـ)، تحقيق: مأمون بن محي الدين الجنان، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٧هـ-١٩٩٦م.

٦٧. ديوان الإمام الشافعي، جمعه ورتبه: محمد عبدالرحيم، دارالفكر بيروت-لبنان، ١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م.

٦٨. ديوان الإمام الشافعي (اردو)، ترجمة وتشريح: مولانا عبدالله كابودروي، شعبه نشر و إشاعت، جامعة علوم القرآن جمبوسر، بهروج، كجرات، الهند.

٦٩. ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، للذهبي: محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (م٧٤٨هـ)، (أربع رسائل في علوم الحديث)، ، إعتناء: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب- دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الخامسة ١٤١٠هـ-١٩٩٠م.

٧٠. الذيل على طبقات الحنابلة، لابن رجب: عبدالرحمن بن أحمد بن رجب (م٧٩٥هـ)، تحقيق: عبدالرحمن بن سليمان العثيمين، مكتبة العبيكان، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ-٢٠٠٥م..

٧١. الرحمة الغيثية في الترجمة اللليثية، لابن حجر العسقلاني (م٨٥٢هـ)، المطبعة الأميرية بولاق، مصر، الطبعة الأولى ١٣٠١هـ.

٧٢. رد الانتقاد على ألفاظ الشافعي، للبيهقي: أحمد بن الحسين (م٤٥٨هـ)، تحقيق: بدر الزمان محمد شفيع النيبالي، دارالهديان للنشر والتوزيع، الرياض.

٧٣. الزاهر في غريب ألفاظ الشافعي، للأزهري: أبو منصور محمد بن أحمد الأزهري (م٣٧٠هـ)، تحقيق: شهاب الدين أبو عمرو، دارالفكر،بيروت-لبنان ١٤١٤هـ-١٩٩٤م.

٧٤. سنن أبي داود، لأبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (م٢٧٥هـ)، دارالسلام الرياض.

٧٥. سنن ابن ماجه، لمحمد بن يزيد ابن ماجه القزويني (م٢٧٦هـ)، دارالسلام الرياض.

٧٦. سنن الترمذي، لأبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي (م٢٧٩هـ)، دارالسلام الرياض.

٧٧. سنن الشافعي (السنن المأثورة للإمام محمد بن إدريس الشافعي)، رواية الطحاوي عن المزني، تحقيق: عبدالمعطي قلعه جي، دارالمعرفة، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ-١٩٨٦م.

٧٨. السنن الكبرى، للبيهقي: أحمد بن الحسين البيهقي (م٤٥٨هـ)، دائرة المعارف النظامية، حيدرآباد، الطبعة : الأولى — ١٣٤٤ هـ.

٧٩. سير أعلام النبلاء، للذهبي: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي (م٧٤٨هـ)، تحقيق: مجموعة محققين بإشراف شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان.

٨٠. سيرة الشافعي، مولانا نجم الدين سيو هاري، دارالإشاعت بنجاب، لاهور ١٨٩٩م.

٨١. سيرة النعمان، شبلي النعماني، دارالمصنفين أعظم كره.

٨٢. الشافعي: حياته وعصره- أراؤه وفقهه، لمحمد أبي زهره، دارالفكر العربي، القاهرة ١٩٧٨م.

٨٣. الشافية في علم التصريف، لابن الحاجب: جمال الدين أبو عمرو عثمان بن عمر الدويني النحوي المعروف بابن الحاجب (م٦٤٦هـ)، تحقيق : حسن أحمد العثمان، المكتبة المكية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ١٩٩٥م.

٨٤. شذرات الذهب في أخبار من ذهب، لأبن العماد: عبد الحي بن أحمد العكري الحنبلي الدمشقي (م١٠٨٩هـ)، تحيق: محمود الأناؤوط، دار ابن كثير دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ-١٩٨٦م.

٨٥. الصاحبي، ابن فارس: أحمد بن فارس بن زكريا الرازي (م٣٩٥هـ)، تحقيق: السيد أحمد الصقر، مطبعة عيسى البابي الحلبي، القاهرة.

٨٦. صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، لمحمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي (م٣٥٤هـ)، تحقيق : شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ، ١٤١٨هـ-١٩٩٧م.

٨٧. صحيح البخاري، لمحمد بن إسمعيل البخاري (م٢٥٦هـ)، دارالسلام، الرياض.

٨٨. صفة الصفوة، لابن الجوزي: جمال الدين أبوالفرج عبدالرحمن بن على ابن الجوزي البغدادي (م٥٩٧هـ)، تحقيق: خالد مصطفى طرطوسي، دارالكتاب العربي، بيروت-لبنان، ١٤٢٦هـ-٢٠٠٥م

٨٩. الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، للسخاوي: شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ)، منشورات دار مكتبة الحياة، بيروت-لبنان.

٩٠. الطب النبوي، لابن القيم: شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب الزرعي الدمشقي (م٧٥١هـ)، تعليق: د. عادل الأزهري، تخريج: محمود فرج العقدة، مراجعة وإشراف: عبدالغني عبدالخالق، المكتبة السعودية.

٩١. طبقات الحفاظ، للسيوطي: جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (م٩١١هـ)، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان، الطبعة الثانية ١٤١٤هـ-١٩٩٤م.

٩٢. طبقات الشافعية الكبرى، للسبكي: تاج الدين عبدالوهاب بن علي السبكي (م٧٧١هـ)، تحقيق: محمود محمد الطناحي و عبد الفتاح محمد الحلو، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة-مصر.

٩٣. طبقات الشافعية، للأسنوي: جمال الدين عبدالرحيم بن الحسن (م٧٧٢هـ)، تحقيق: كمال يوسف الحوت، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ-١٩٨٧م.

٩٤. طبقات الفقهاء، للشيرازي: أبو إسحاق إبراهيم بن علي الشيرازي (م٤٦٧)، مراجعة: خليل الميس، دارالقلم، بيروت–لبنان.

٩٥. طبقات الفقهاء الشافعية، لابن الصلاح:أبو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشهرزوري(م٦٤٣هـ)، تحقيق: محي الدين علي نجيب، دارالبشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ–١٩٩٢م.

٩٦. طبقات الفقهاء الشافعيين، لابن كثير: إسماعيل بن عمر الدمشقي (م٧٧٤هـ)، تحقيق: أحمد عمر هاشم و محمد زينهم محمد عزب، مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة.

٩٧. طبقات فقهاء اليمن، للجعدي: عمر بن علي بن سمرة (كان حيا ٥٨٦هـ) تحقيق: فؤاد سيد، دارالعلم، بيروت.

٩٨. الطبقات الكبرى المسماة بلواقح الأنوار في طبقات الأخيار، للشعراني: عبدالوهاب بن أحمد الأنصاري المصري (م٩٧٣هـ)، تحقيق: سليمان الصالح، دارالمعرفة بيروت–لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ–٢٠٠٥م..

٩٩. طبقات المفسرين، للداودي: شمس الدين محمد بن علي بن أحمد الداودي (م٩٤٥هـ)، تعليق: عبدالسلام عبدالمعين، دارالكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ–٢٠٠٢م.

١٠٠. العبر في خبر من غبر، للذهبي: محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (م٧٤٨هـ)، تحقيق: د. صلاح الدين المنجد، دائرة المطبوعات والنشر، الكويت، ١٩٦٠م.

١٠١. العقد المذهب في طبقات حملة المذهب، لابن الملقن: سراج الدين أبي حفص عمر بن علي الأندلسي المصري (م٨٠٤هـ)، تحقيق: أيمن نصر الأزهري و سيد مهنّى، دارالكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ–١٩٩٧م.

١٠٢. العلماء الذين تحولوا من مذهب إلى أخر و أسباب التحول، لبكر بن عبدالله أبو زيد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ.

١٠٣. غاية النهاية في طبقات القراء، لابن الجزري: محمد بن محمد بن محمد الجزري (م٨٣٢هـ)، دارالكتب العلمي بيروت-لبنان، ١٤٠٢هـ-١٩٨٢م.

١٠٤. غريب الحديث، للخطابي: أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم الخطابي البستي (م٣٨٨هـ)، تحقيق : عبد الكريم إبراهيم العزباوي، جامعة أم القرى، مكة المكرمة، ١٤٠٢هـ.

١٠٥. الفقه الشافعي الميسر، د. وهبة الزحيلي، دارالفكر، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ-٢٠٠٨م.

١٠٦. الفقيه والمتفقه، للخطيب البغدادي: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي(م٤٦٢هـ)، تحقيق أبو عبد الرحمن عادل بن يوسف العزازي، مكتبة التوعية الإسلامية، القاهرة، ١٤٢٦هـ-٢٠٠٦م.

١٠٧. فهرس مخطوطات خزانة جامع بومباي، إعداد: عبدالصمد بن عبدالقدوس النذير، المركز الهندي للتراث العربي، الملحقية الثقافية السعودية، نيو دهلي ٢٠١١م.

١٠٨. الفهرست لابن النديم: محمد بن إسحاق النديم، تحقيق: الدكتورة ناهد عباس عثمان، دارقطري بن فجاءة، الدوحة-قطر، الطبعة الأولى ١٩٨٥م.

١٠٩. فهرسة ابن خير الإشبيلي: أبو بكر محمد بن خير الأموي (م٥٧٥هـ)، تعليق: محمد فؤاد منصور، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.

١١٠. فوات الوفيات، لمحمد بن شاكر الكتبي (٧٦٤هـ)، تحقيق: د. إحسان عباس، دار صادر بيروت-لبنان.

١١١. قاعدة في الجرح والتعديل، للسبكي: تاج الدين عبدالوهاب بن علي السبكي (م٧٧١هـ)، (انظر أربع رسائل في علوم

الحديث))، إعتناء: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب- دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الخامسة ١٤١٠هـ-١٩٩٠م.

١١٢. قاموس الفقه، مولانا خالد سيف الله رحماني، كتب خانه نعيمية ديوبند ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م.

١١٣. القاموس المحيط، مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروز آبادي (م٨١٧هـ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت-لبنان، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م.

١١٤. الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة ، محمد بن أحمد أبو عبدالله الذهبي الدمشقي (م٧٤٨هـ)، تحقيق : محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية , مؤسسة علوم القرآن، جدة، الطبعة الأولى ، ١٤١٣هـ- ١٩٩٢م.

١١٥. الكامل في ضعفاء الرجال، لابن عدي: أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجاني (م٣٦٥هـ)، تحقيق : يحيى مختار غزاوي، دار الفكر، بيروت-لبنان، الطبعة الثالثة ، ١٤٠٩هـ- ١٩٨٨م.

١١٦. كتاب العمدة في نقد الشعر وتمحيصه، لأبي علي الحسن بن رشيق القيرواني (م٤٦٣هـ)، شرح و ضبط: د. عفيف نايف حاطوم، دار صادر، بيروت-لبنان، الكبعة الثانية ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م.

١١٧. كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس،للعجلوني: إسماعيل بن محمد الجراحي، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان ١٤٢٢هـ-٢٠٠١م.

١١٨. كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، لحاجي خليفه: مصطفى بن عبدالله القسطنطيني الرومي (م١٠٦٧هـ)،دارالكتب العلمية بيروت-لبنان ١٤١٣هـ-١٩٩٢م.

١١٩. الكفاية في علم الرواية، للخطيب البغدادي:أحمد بن علي بن ثابت أبو بكر الخطيب البغدادي (٤٦٣هـ)، تحقيق: د.

أحمد عمر هاشم، دار الكتاب العربي، بيروت-لبنان، الطبعة الاولى ١٤٠٥هـ - ١٩٨٥م.

١٢٠. الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية (الطبقات الكبرى) للمناوي: زين الدين محمد عبدالرؤوف (م١٠٢١هـــ)، تحقيق: محمد أديب الجادر، دار صادر بيروت لبنان، ٢٠٠٧م.

١٢١. لسان العرب، لابن منظور:محمد بن الكرم الأنصاري (م٧١١هـــ)، دار إحياء التراث العربي-موسسة التاريخ العربي، بيروت-لبنان، الطبعغة الثالثة.

١٢٢. لسان الميزان لأحمد بن علي ابن حجر العسقلاني (م٨٥٢هـــ) موسسة الأ علمي للمنشورات بيروت-لبنان، طبعة مصورة عن طبعة دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٣١هـــ، الطبعة الثانية ١٣٩٠هـــ-١٩٧١م.

١٢٣. المجمع المؤسس للمعجم المفهرس، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـــ)، تحقيق: محمد شكور امرير المياديني، مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٧هـــ-١٩٩٦م.

١٢٤. المجموع شرح المهذب، للنووي: محي الدين يحيى بن شرف النووي (٦٧٦هـــ)، تحقيق: نجيب المطيعي، مكتبة الإرشاد جدة.

١٢٥. مجموعة الفتاوى، لابن تيمية: أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحراني (م٧٢٨هـــ)، تحقيق: عامر الجزار و أنور الباز، مكتبة العبيكان، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـــ-١٩٨٨م.

١٢٦. مدارج السالكين، لابن القيم: شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب الزرعي الدمشقي (م٧٥١هـــ)، تحقيق: عماد عامر، دارالحديث، القاهرة، ١٤٢٦هـــ-٢٠٠٥م.

١٢٧. المدخل إلى مذهب الإمام الشافعي، د. أكرم يوسف عمر القواسمي، دارالنفائس، الأردن، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ-٢٠٠٣م.

١٢٨. مرآة الجنان، لليافعي: أبومحمد عبدالله بن أسعد اليافعي اليمني المكي (م٧٦٨هـ)، تحقيق: خليل المنصور، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الألى ١٤١٧هـ-١٩٩٧م..

١٢٩. مسألة الإحتجاج بالشافعي، للخطيب البغدادي:أحمد بن علي بن ثابت أبو بكر الخطيب البغدادي (٤٦٣هـ)، تحقيق : خليل إبراهيم ملا خاطر، المكتبة الأثرية - باكستان.

١٣٠. المسلمون في الهند، للسيد أبي الحسن علي الحسني الندوي (م١٤٢٠هـ)، المجمع العلمي الإسلامي، ندوة العلماء، لكناؤ.

١٣١. مسند أحمد، للإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني ٢٤١هـ)، الطبعة الميمنية.

المسوى شرح الموطأ، لولي الله الدهلوي: أحمد بن عبدالرحيم ١١ هـ)، مراجعة وإخراج جديد: سلمان الحسني الندوي، المعهد العالي للدراسات الشرعية بدارالعلوم لندوة العلماء، لكناؤ، ١٤٣٤هـ-٢٠١٣م.

١٢. المصباح المنير، لأحمد بن محمد بن علي الفيومي المقري، (م نحو ٧٧٠هـ)، دارالحديث، القاهرة، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م.

١٣٤. المصفى شرح الموطأ، لأحمد بن عبدالرحيم المعروف بولي الله الدهلوي (م١١٧٦هـ)، تعريب من الفارسية: سلمان الحسني الندوي، المعهد العالي للدراسات الشرعية بدارالعلوم لندوة العلماء، لكناؤ ١٤٣٦هـ-٢٠١٤م.

١٣٥. معجم [illegible]، للحموي: شهاب الدين أبو عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموي الرومي البغدادي (م٦٢٦هـ)، دارالفكر، ١٤٠٠هـ-١٩٨٠م (طبعة مصورة عن طبعة المؤسسة العربية الحديثة، القاهرة).

١٣٦. معجم البلدان، للحموي: شهاب الدين أبو عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموي الرومي البغدادي (م٦٢٦هـ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت-لبنان.

١٣٧. المعجم المختص للزبيدي: لمحمد مرتضى الزبيدي (م١٢٠٥هـ)، تحقيق: نظام يعقوبي و محمد بن ناصر العجمي، دارالبشائر الإسلامية، بيروت-لبنان ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م.

١٣٨. معجم الموضوعات المطروقة في التأليف الإسلامي، عبدالله بن محمد الحبشي، المجمع الثقافي، أبو ظبي-الإمارات، ١٤٢٠هـ-٢٠٠٩م.

١٣٩. معجم المؤلفين، لعمر رضا كحالة (م١٤٠٨هـ)، مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان ١٤١٤هـ-١٩٩٣م.

١٤٠. معرفة السنن والآثار، للبيهقي: أحمد بن الحسين (م ٤٥٨هـ)، تحقيق: سيد كسروي حسن، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ-١٩٩١م.

١٤١. مفتاح دارالسعادة لابن القيم: شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب الزرعي الدمشقي (م٧٥١هـ)، تحقيق: علي بن حسن الحلبي الأثري، دار ابن عفان، الخبر-السعودية، الطبعة الأولى، ١٤١٦هـ-١٩٩٦م.

١٤٢. المقاصد الحسنة، للسخاوي، شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ)، تحقيق: محمد عثمان الخشت، دارالكتاب العربي، بيروت-لبنان، الطبعة الرابعة ١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م.

١٤٣. مقدمة ابن خلدون، لعبد الرحمن بن محمد بن خلدون (م٨٠٨هـ)، تحقيق: د. علي عبدالواحد وافي، نهضة مصر، ٢٠٠٤م.

١٤٤. مقدمة ابن الصلاح: لأبي عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشهرزوري(م٦٤٣هـ)، تعليق: أبو عبدالرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، المكتبة الأشرفية، ديوبند.

١٤٥. المقفى الكبير، للمقريزي: تقي الدين أحمد بن علي (م٨٤٥هـ)، تحقيق: محمد اليعلاوي، دارالغرب الإسلامي، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١١هـ-١٩٩١م.

١٤٦. مناقب الأئمة الأربعة، لابن عبدالهادي: محمد بن عبدالهادي المقدسي الحنبلي (م٧٤٤هـ)، تحقيق: سليمان مسلم الحرس، دارالمويد، الرياض ١٤١٦هـ.

١٤٧. مناقب الإمام الشافعي للأجري.

١٤٨. مناقب الإمام الشافعي للرازي: فخر الدين محمد بن عمر الرازي (م٦٠٦هـ)، تحقيق: د. أحمد حجازي السقا، مكتبة الكليات الأزهرية، القاهرة ١٤٠٦هـ-١٩٨٦م.

١٤٩. مناقب الإمام الشافعي لابن الأثير الجزري: أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري (م٦٠٦هـ)، (مأخوذ من كتابه الكبير الشافي في شرح مسند الشافعي) تحقيق:د. خليل إبراهيم ملا خاطر، دارالقبلة للثقافة الإسلامية، السعودية-مؤسسة علوم القرآن، دمشق، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ-١٩٩٠م.

١٥٠. مناقب الشافعي للبيهقي: أحمد بن الحسين (م ٤٥٨هـ)، تحقيق: السيد أحمد صقر، مكتبة دارالتراث، القاهرة، الطبعة الأولى ١٣٩١هـ-١٩٧١م.

١٥١. المنتظم في تاريخ الملوك والأمم لابن الجوزي: جمال الدين أبوالفرج عبدالرحمن بن على ابن الجوزي البغدادي (م٥٩٧هـ)، تحقيق: سهيل زكار، دارالفكر، بيروت-لبنان، ١٤١٥هـ-١٩٩٥م.

١٥٢. المنهج الأحمد في تراجم أصحاب الإمام أحمد، للعليمي: أبو اليمن عبدالرحمن بن محمد المقدسي (م٩٢٨هـ)، تحقيق:

مصطفی عبدالقادر أحمد عطا، دارالکتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م.

١٥٣. منهج النقد في علوم الحَديث، لنور الدين عتر، دار الفكر دمشق، الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ -١٩٩٧م.

١٥٤. الموطأ، للإمام مالك بن أنس (م١٧٩هـ)، بروايةيحيى بن يحيى الليثي، دارالأرقم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م.

١٥٥. النظائر، لبكر بن عبدالله أبو زيد، دارالعاصمة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

١٥٦. النكت على كتاب ابن الصلاح، لابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (م ٨٥٢هـ)، تحقيق: مسعود عبدالحميد السعدني و محمد فارس، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ-١٩٩٤م.

١٥٧. النهاية في غريب الحديث والأثر، لابن الأثير الجزري: أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري (م٦٠٦هـ)، تحقيق: أبو عبدالرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ-١٩٩٧م.

١٥٨. الوافي بالوفيات، للصفدي: صلاح الدين خليل بن كيكلدى الصفدي (م٧٦٤هـ)، تحقيق: مجموعة من المحققين، فرانز شتاير شتو تغارت ألمانيا، ١٤١١هـ.

١٥٩. وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، لابن خلكان: أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلكان (م٦٨١هـ)، تحقيق: د. إحسان عباس، دار صادر بيروت-لبنان.

١٦٠. هدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين من كشف الظنون، لإسماعيل باشا البغدادي (م١٣٣٩هـ)، دارالكتب العلمية بيروت-لبنان. ١٤١٦هـ-١٩٩٢م..

١٦١. همع الهوامع شرح جمع الجوامع للسيوطي، تحقيق: أحمد شمس الدين، دارالكتب العلمية بيروت–لبنان،

١٦٢. يحيى بن مبين وكتابه التاريخ، دراسة وترتيب و تحقيق: أحمد محمد نور سيف، مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي، جامعة الملك عبدالعزيز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٣٩٩هـ–١٩٧٩م.

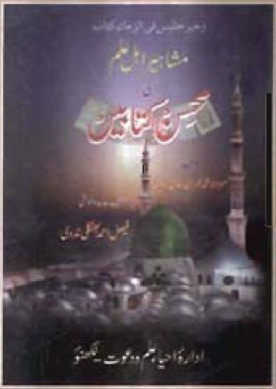
مشاہیر اہل علم
محسن کتابیں
فیصل احمد ندوی بھٹکلی
ادارۂ احیاء علم و دعوت۔ لکھنؤ

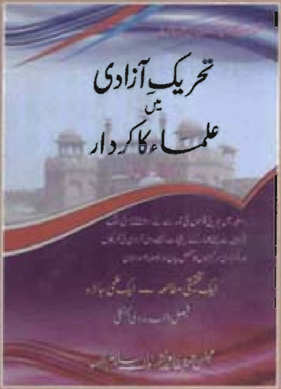
تحریکِ آزادی
میں
علماء کا کردار

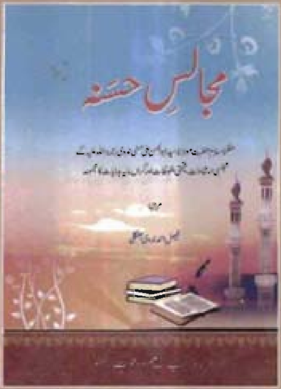

السلطان تیپو الشہید
۱۷۹۹-۱۲۱۳

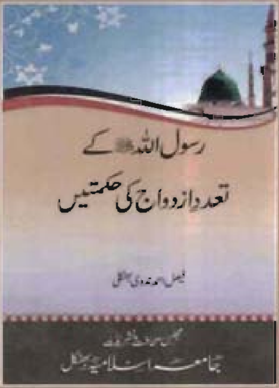
رسول اللہ ﷺ کے
تعدد ازدواج کی حکمتیں
فیصل احمد ندوی بھٹکلی
جامعہ اسلامیہ بھٹکل

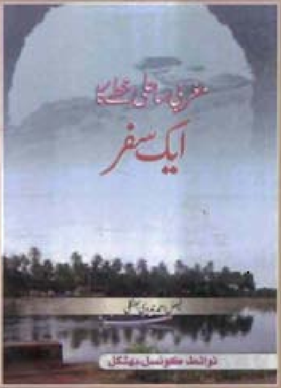

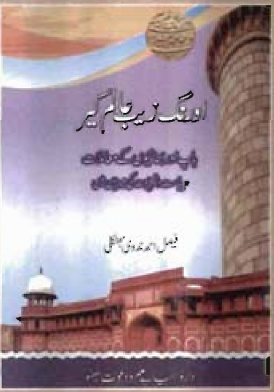
اورنگ زیب عالم گیر
فیصل احمد ندوی بھٹکلی

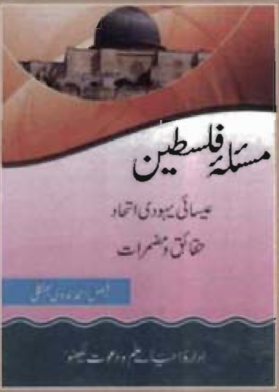
مسئلۂ فلسطین
عیسائی یہودی اتحاد
حقائق و مضمرات
فیصل احمد ندوی بھٹکلی

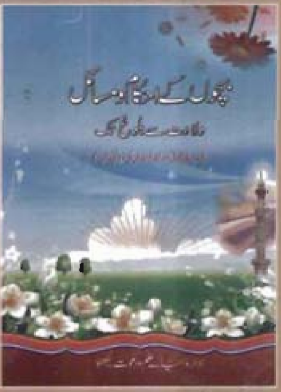
بچوں کے احکام و مسائل
ولادت سے بلوغ تک

Publisher

Shabab Educational Book House

Shabab Market Tagore Marg, Nadwa Road, Lucknow-20
Phone: 0522-3253912 Mobile: 9198621671, 9696437283
E-mail: maktabeshabab@gmail.com

Designed by Hamid Mob:9889654027 E-mail:hrhamid1962@gmail.com